شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی نظام الدین شامزیؒ
کے انقلابی وعلمی اور تاریخی خطبات کا حسین مجموعہ

خطباتِ شامزیؒ

جلد اوّل

مرتب
مولانا قطب الدین عابد

یکے از مطبوعات
مفتی محمود اکیڈمی پاکستان کراچی

شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی نظام الدین شامزی
کے انقلابی و علمی اور تاریخی خطبات کا حسین مجموعہ

خطباتِ شامزی

جلد اوّل

مرتب

مولانا قطب الدین عابد
فاضل جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی

ناشر:
اسلامی کتب خانہ
علامہ بنوری ٹاؤن کراچی۔ فون: 4927159

کلمات تبریک

حضرت اقدس ڈاکٹر مفتی نظام الدین شامزی صاحب دامت برکاتہم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علےٰ رسولہ الکریم

وعلی الہ وصحبہ واتباعہ اجمعین

امابعد:

زیر نظر مجموعہ میرے بعض خطبات پر مشتمل ہے جو مختلف موضوعات پر مختلف مقامات میں کہے گئے تھے۔ جنہیں ہماری جامعہ کے فاضل عزیزم مولوی قطب الدین عابد صاحب نے جمع وترتیب کے مراحل سے گزارنے کی سعی مشکور فرمائی ہے۔ عدیم الفرصتی کی بناء پر پورا مجموعہ دیکھنے کا موقع تو نہیں ملا۔ البتہ خطبات کی فہرست اور موصوف کے نیک عزائم پر مشتمل، مقدمہ/قطرات فکر دیکھنے کا موقع میسر آیا۔ اور موصوف کے نیک عزائم اور قابلِ قدر جذبات ہی کے پیش نظر اس مجموعہ کی اشاعت وطباعت سے متفق ہوا۔

گو اس حقیقت کا انکار نہیں کیا جاسکتا کہ امالی اور نقول کی کلی صحت کی ضمانت، بہت ہی مشکل کام ہے، پھر خصوصیت کے ساتھ، گفتگو کے اسلوب میں بکھرے ہوئے الفاظ کو حقیقی معانی کے دائرہ میں لانا اور مشکل کام ہے کیونکہ بسااوقات گفتگو کا منبع اور مدار وقتی حالات وواقعات بھی ہوتے ہیں۔ اس لئے عین ممکن ہے کہ اس مجموعہ میں بہتیری قابل اصلاح چیزیں سامنے آئیں، اس نوعیت کی قابلِ اصلاح

چیزوں کی ازراہِ اصلاح نشاندھی ہر علم دوست، اصلاح پسند اور اعلیٰ ظرف قاری کا فریضہ ہوا کرتا ہے۔

دعاء ہے کہ حق تعالیٰ شانہ مولوی قطب الدین عابد کی کوشش کو بارآور فرمائے اور اس مجموعہ کو عامۃ المسلمین کیلئے ہدایت، ہوشربائی اور بیداری کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ وبارک وسلم

فقط والسلام

١٦/٣/١٤٢٢ھ

انتساب

حاجی محمد ادریس

حاجی محمد طاہر

اور

ارکانِ ''الخیر ٹرسٹ'' کے نام

جنہوں۔ نے غربت کی ماری اور دکھی انسانیت کی خدمت کا بیڑا اٹھایا ہے۔

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱	کلمات تبریک	
۲	انتساب	
۳	پہلا قدم	۲۰
۴	مقدمہ	۲۵
۵	دعاء	
۶	خطبات شامزی کیا ھے ......!	
۷	قطراتِ فکر	۳۷
۸	صاحب خطبات کے مختصر حالات زندگی	۴۶
	نام ونسب	۴۶
	ولادت	۴۶
	جائے ولادت	۴۶
	ابتدائی تعلیم	۴۶
	دورہ حدیث	۴۶
	جامعہ فاروقیہ میں داخلہ	۴۷
	ڈاکٹریٹ کی ڈگری	۴۸
	چمنستان بنوریؒ میں آمد	۴۸

	اولاد	۴۹
	اوصاف حمیدہ	۴۹
	بیعت وتعلق	۵۱
	خطبات	
۱	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ	۵۳
	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے دو دور	۵۵
	مکی دور	۵۵
	مکی دور میں تکالیف	۵۶
	مدنی دور	۵۷
	دفاعی جہاد کا پہلا حکم	۵۷
	اقدامی جہاد کا پہلا حکم	۵۸
	سرور کائنات میدان جہاد میں	۵۹
	سریہ کسے کہتے ہیں؟	۶۰
	اخرجوا الیھود من جزیرۃ العرب	۶۰
	یہود ایک سازشی قوم ہے	۶۱
	رستم کا اپنے کمانڈروں سے اہم سوال	۶۳
	مسلمانوں کی کامیابی کا اصل راز	۶۳
	ھم باللیل رھبان وبالنھار فرسان	۶۵
	امریکی قادیانی بغیر ویزہ کے کیوں آیا؟	۶۶

	ترکِ جہاد میں ذلت ہے	۶۷
	بعثت نبوی کا مقصد	۶۸
	جہاد تا قیامت جاری رہے گا	۶۹
۲	**مقصد زندگی**	۷۰
	انسانی زندگی کا مقصد	۷۱
	بندگی کیا ہے...؟	۷۲
	علماء وطلباء کی عملی زندگی کا مقصد	۷۳
	علوم آلیہ	۷۴
	علوم عالیہ	۷۴
	نظام الملک اور مقصد نا آشنا طلباء	۷۵
	مقصد شناس طالبعلم	۷۶
	اخلاص کے ثمرات	۷۷
	خلاصہ	۷۷
	شرعی اور دینی معمولات میں غفلت	۷۸
	علم کی زکوٰۃ	۸۰
	بہترین عالم بننے کی ضمانت	۸۰
	علم کیسے ملتا ہے؟	۸۲
۳	**جہنم اور جنت والے اعمال**	۸۳
	زبان کی حفاظت	۸۵
	تقدیم زبان کی وجہ	۸۶
	شرمگاہ کی حفاظت	۸۷

	خواہش نفس کا علاج	۸۸
	حدیث شریف کا دوسرا حصہ	۸۹
	احکام دو قسم کے ہیں	۹۰
	تقوی اللہ	۹۰
	حسن الخلق	۹۱
	افضل آدمی کون ہے؟	۹۱
	نصائح حضرت لقمان علیہ السلام	۹۲
	جنت میں داخل کرنے والی چیزیں	۹۴
	مؤمن کی صفات	۹۵
۴	**دولت قرآن کی قدر وعظمت**	۹۸
	انبیاء کی بعثت کا مقصد	۱۰۰
	قرآن کریم حبل اللہ ہے	۱۰۱
	خیر القرون میں قرآن حاکم تھا	۱۰۲
	مغلوب کے کیا معنے ہیں؟	۱۰۳
	قرآن کریم میں چند قسم کے احکام ہیں	۱۰۴
	انسان انس سے ہے	۱۰۵
	اجتماعی زندگی کے لئے قرآنی احکام	۱۰۷
	دعائیں کیوں قبول نہیں ہوتیں	۱۰۹
	قرآن کریم لاریب کتاب ہے	۱۰۹
	قرآنی حقوق کے معانی کیا ہیں؟	۱۱۰
	قرآن کریم کا پہلا حق	۱۱۱

	پشتونیت (پشتون ولی) کیا ہے.....؟	۱۱۲
	قرآن کریم کا دوسرا حق	۱۱۲
	قرآن کریم کا تیسرا حق	۱۱۳
	قرآن کریم کا چوتھا حق	۱۱۳
	قرآن کریم کا پانچواں حق	۱۱۴
	قرآن کریم کا چھٹا حق	۱۱۴
	قرآن کریم کا ساتواں حق	۱۱۴
	مبارک اور سعید دن	۱۱۴
	حافظ قرآن کریم کا مقام	۱۱۵
	حافظ قرآن کو جنت کے دس ویزے	۱۱۶
۵	**جہاد کی بدولت دین غالب ہوا**	۱۱۷
	تخلیق انسانیت کا مقصد	۱۱۸
	بندگی کے مفہوم میں غلطی	۱۲۲
	دفاعی اور اقدامی جہاد	۱۲۸
	جہاد کا نتیجہ	۱۲۸
	غالب ہونے کا آسان نسخہ	۱۲۹
	جہاد اور اسلام دشمن قوتیں	۱۳۱
۶	**دینی مدارس، دین اسلام کے قلعے**	۱۳۴
	کیفیت عبادت	۱۳۴

	اسلام کے علاوہ کوئی دین قابل قبول نہیں	۱۳۸
	بعثت نبوی کا مقصد پورا ہوا.....؟	۱۳۹
	جہاد کب اور کہاں ہوگا	۱۴۴
	ڈاکٹر صاحب کا یورپی ممالک کا دورہ	۱۴۵
	ہم مدارس والے آزاد ہیں	۱۴۶
	مدارس ختم کرنے کا خیال دل سے نکال دے	۱۴۶
	دین، مدارس کی وجہ سے محفوظ ہے	۱۴۷
	سند، دین کا حصہ ہے	۱۴۷
	علماء صحیح پیر ہیں	۱۴۷
	خلاصہ کلام	۱۴۸
۷	**دینی مدارس اور نیو ورلڈ آرڈر**	۱۴۹
	دینی مدارس کے خلاف کوششیں	۱۵۱
	انگریزی اخبارات اور علماء دشمنی	۱۵۲
	پروپیگنڈہ کے مذموم مقاصد	۱۵۳
	یہودی بینکوں میں مسلمانوں کے اثاثے	۱۵۴
	دینی مدارس، نیو ورلڈ آرڈر کی راہ میں رکاوٹ	۱۵۶
	لمحوں کی غلطی صدیوں تک بھگتنا ہوگی	۱۵۸
	حکمران طبقہ کبھی بھی اسلام سے مخلص نہیں رہا	۱۶۰
	علماء وطلباء دوسرے درجے کے شہری نہیں	۱۶۰
	تحریک پاکستان میں علماء کا کردار	۱۶۱

	دینی قوتوں کو مت چھیڑیں	۱۶۲
	مظلوم کی حمایت جاری رکھیں گے	۱۶۴
	پرویز مشرف پیش رو سے سبق پکڑیں	۱۶۵
۸	**مدارس کے خلاف عالمی سازشیں**	۱۶۶
	دنیائے کفر اسلام کے خلاف متحد ہے	۱۶۷
	دشمن کی چال اور طریقے کو سمجھنا	۱۶۸
	ملائیشیا میں مالی بحران کی وجوہات	۱۷۰
	مالیاتی نظام کا کنٹرول اور یہودی عزائم	۱۷۱
	میڈیا پر بھی یہود کا قبضہ	۱۷۱
	دنیا کے اندر تین نظام	۱۷۲
	پہلا نظام	۱۷۲
	دوسرا نظام	۱۷۲
	تیسرا نظام	۱۷۲
	گلوبلائزیشن کیا ہے؟	۱۷۳
	جنگ جیتنے کے اسباب	۱۷۴
	امریکہ کے خلاف مولانا فضل الرحمٰن کا موقف	۱۷۵
	طبقاتِ افغانستان	۱۷۶
	دشمن سے مقابلے کا انوکھا طریقہ	۱۷۷

	ہمارے ملک کے اندر بھی تین طبقات ہیں	۱۷۷
	پہلا طبقہ	۱۷۷
	دوسرا طبقہ	۱۷۸
	تیسرا طبقہ	۱۷۸
	یہودی انقلاب کے سامنے رکاوٹ	۱۷۹
	یہودی منصوبے اور ہمارے حکمران	۱۷۹
	مدارس پر گرفت کی ایک ناکام کوشش	۱۸۰
	معیشت کو دستاویزی بنانے کا مقصد	۱۸۱
9	**علماء کرام اور ان کی ذمہ داریاں**	۱۸۲
	پہلی حدیث	۱۸۳
	دوسری حدیث	۱۸۵
	وصیت کرنا سنت ہے	۱۸۶
	رونے سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے	۱۸۶
	توجیہ حدیث	۱۸۷
	وصیت کے احکام	۱۸۷

	مفتی عزیز الرحمٰن صاحب کا واقعہ	۱۹۰
	لیس للانسان الخ سے سعی ایمانی مراد ہے	۱۹۱
	ایصال ثواب کا تعلق عمل سے ہے	۱۹۲
	ایصال ثواب کسی چیز کا پہنچنا ہے	۱۹۲
	احناف کے نزدیک	۱۹۲
	شوافع کے نزدیک	۱۹۲
	طالبعلمی کا زمانہ خواب کا زمانہ	۱۹۴
	علماء کا تعلق دو طبقوں سے ہے	۱۹۵
	پہلا طبقہ	۱۹۶
	دوسرا طبقہ	۱۹۶
	ذہنی انقلاب کی ضرورت ہے	۱۹۸
	مسلمان مثل بے گور و کفن لاش ہے	۲۰۰
	یہودیوں کی سازش	۲۰۱
	قاہرہ کانفرنس اور جنسی تعلیم	۲۰۲
	بنیاد پرستی کیا ہے......؟	۲۰۳
	جمہوریت وہ طرز حکومت ہے جس میں......	۲۰۴
	پورا ملک بک گیا ہے۔	۲۰۴

	نوجوان طبقے پر محنت کریں......	۲۰۵
	تو حرب و ضرب سے بیگانہ ہو تو کیا کہیئے۔	۲۰۵
۱۰	**امریکی عزائم اور ہماری ذمہ داریاں**	۲۰۷
	موذن مرحبا بروقت بولا	۲۰۹
	غفلت کا نتیجہ	۲۰۹
	اولٓئک آبائی فجئنی بمثلھم	۲۱۰
	پرویز مشرف اچانک نہیں آئے	۲۱۱
	شاہ عبدالعزیزؒ کا فتویٰ دار الحرب	۲۱۲
	اس ملک پر علماء کا بھی حق ہے	۲۱۳
	ہماری تاریخ صاف ہے	۲۱۴
	ہمیں مایوس ہونے کی ضرورت نہیں	۲۱۵
	جہاد افغانستان اور ہمارے اکابر کا فتویٰ	۲۱۶
	افغانیوں کی قربانی	۲۱۷
	امریکی مشاورتی کونسل کا جائزہ	۲۱۸
	افغانیوں کی مدد اور امریکی مقاصد	۲۱۹
	پہلا مقصد	۲۱۹
	دوسرا مقصد	۲۲۰

	تیسرا مقصد	۲۲۰
	کتنے مقاصد حاصل ہوئے......؟	۲۲۱
	اسرائیل برطانیہ نے قائم کیا	۲۲۳
	قصہ نہیں تاریخ کا یاشہد ورطب کا	۲۲۴
	بے نظیر کس لئے برسر اقتدار لائی گئیں......؟	۲۲۵
	نواز شریف کس لئے برسر اقتدار لائے گئے	۲۲۶
	شریف اور شرف کا قضیہ جہاز	۲۲۷
	نیا عالمی بندوبست	۲۲۸
	پرویز مشرف کو کیوں لایا گیا؟	۲۲۸
	اپنی بقا کی جنگ خود لڑنی ہے	۲۳۰
	معین حیدر سے میری ملاقات	۲۳۱
	شہداء کے خون کے ذمہ دار حکمران	۲۳۲
	ملکی استحکام کے لئے تین ادارے	۲۳۳
	پہلا ادارہ	۲۳۳
	دوسرا ادارہ	۲۳۳
	تیسرا ادارہ	۲۳۴
	امتحان میں ثابت قدم رہے	
١١	**امارت اسلامی افغانستان اور ہماری ذمہ داریاں**	۲۳۸

	پروگرام کا مقصد	۲۳۹
	افغانیوں سے ہمارا کیا تعلق ہے	۲۴۰
	سب مسلمان ایک جسد کی طرح ہیں	۲۴۱
	تحریک طالبان کی ابتداء کہاں سے ہوئی	۲۴۲
	افغانستان کے اندر موجود قوتیں	۲۴۲
	ایک قوت	۲۴۳
	دوسری قوت	۲۴۳
	تیسری قوت	۲۴۳
	چوتھی قوت	۲۴۳
	پانچویں قوت	۲۴۳
	احمد شاہ مسعود کی قوت ختم ہو جائیگی	۲۴۵
	عبید اللہ سندھیؒ اور لینن کے درمیان دلچسپ مکالمہ	۲۴۶
	اسلامی نظام کا عملی نمونہ	۲۴۷
	افغانستان رقبے کے لحاظ سے بڑا ہے	۲۴۷
	موجودہ دور معاشیات اور اقتصادیات کا ہے	۲۴۸
	فرنگ کی رگ جان پنجہ یہود میں ہے	۲۴۹
	امریکہ میں پانچ سو یہودی تنظیمیں سرگرم	۲۵۰
	افغانستان میں سو فیصد اسلامی نظام ہے	۲۵۱
	افغانستان کی معاشی حالت اور ہماری ذمہ داریاں	۲۵۲
	افغانستان میں بے سہارا لوگوں کی تعداد	۲۵۴

۱۲	این جی اوز ...... اھداف و مقاصد اور نتائج	۲۵۶
	ہم نازک دور سے گذر رہے ہیں	۲۵۷
	اسلام سے پہلے بھی دین موجود تھا	۲۵۸
	اسلام ہی نظام ہدایت ہے	۲۵۹
	مکی دور صبر کا تھا	۲۶۰
	یہود جزیرۃ العرب سے نکالے گئے	۲۶۰
	چودہ سو سال بعد یہود کی عرب واپسی	۲۶۱
	مسلم امہ کیلئے موت کا مقام ہے	۲۶۱
	ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات	۲۶۲
	تعلیم یافتہ طبقہ زیادہ جہالت میں ہے	۲۶۳
	این جی اوز اور عیسائیت کی تبلیغ	۲۶۵
	این جی اوز اور غریب ریاستیں	۲۶۵
	استاد اور شاگرد کے درمیان مکالمہ	۲۶۶
	ابلیس کا پیغام اپنے فرزندوں کے نام	۲۶۷
	قوم پرستوں کی قومی غیرت	۲۶۹
	ہماری عزت اسلام کی وجہ سے ہے	۲۶۹
	این جی اوز کی آڑ میں تبلیغ کے نتائج	۲۷۰
	انڈونیشیا میں این جی اوز کا کردار	۲۷۰

	بنگلہ دیش میں این جی اوز کا کردار	۲۷۰
	پاکستانی حکمران اور امریکہ کاسہ لیسی	۲۷۲
	تھرڈ آپشن کیا ہے......؟	۲۷۳
	چیف آف آئی ایس آئی کا امریکی یاترا	۲۷۴
	ہماری تیل کی قیمتیں بھی امریکہ مقرر کرتا ہے	۲۷۵
	ملّا نے ملک کا خزانہ نہیں لوٹا	۲۷۶
۱۳	علماء اور سیاست	۲۷۸
	انقلاب مصطفوی برپا کریں	۲۷۹
	خیر کی ہر تحریک میں ہمارے اکابر کا کردار	۲۸۰
	ہمارے اکابر اور دین کی حفاظت	۲۸۱
	علماء اور سیاست	۲۸۲
	سیاست کی اصلاح علماء کے ذریعے	۲۸۳
	اسلام کے غلبہ کی محنت کریں	۲۸۴
۱۴	طلباء اور سیاست	۲۸۵
	جزا اور سزا کا قانون	۲۸۷
	قرآن کریم تاریخ کی کتاب نہیں	۲۸۸
	ہم پر امتحان آنے والا ہے	۲۹۰
	رب سے ہمارا تعلق درست ہونا چاہیے	۲۹۱
	عزت صرف دین میں ہے	۲۹۳

	اپنے اوقات کو حصول علم کیلئے صرف کردیں	۲۹۴
	اپنے منصب کا لحاظ کیجئے	۲۹۵
	لفنگوں کی چال میں مت چلیں	۲۹۸
	حدود سے تجاوز نہ کریں	۲۹۹
	آپ صرف طالبعلم ہی رہیں	۳۰۰
۱۵	**اسلامی انقلاب لانے کا طریقہ**	۳۰۱
	هم بالليل رهبان وبالنهار فرسان	۳۰۲
	امریکہ کی بزدلی	۳۰۳
	انقلاب قربانی چاہتا ہے	۳۰۵
	انقلاب فرانس اور اہل فرانس کی قربانی	۳۰۶
	انقلاب چین اور اہل چین	۳۰۶
	انقلاب ایران	۳۰۶
	اسلامی انقلاب لانے کا راستہ	۳۰۷
	اسلامی نظام اللہ کی نعمت ہے	۳۰۷
	جہاد کس سے کرنا چاہئے؟	۳۰۷
۱۶	**راہِ حق کی جماعت**	۳۰۹
	ذکر صالحین اور اللہ کی رحمت	۳۱۰
	بیر شریف والے جامع الصفات تھے	۳۱۱
	علامہ شامی کا عجیب استدلال	۳۱۲

	اولیاء اللہ کا تعلق جمعیت سے	۳۱۲
	جمعیت شیطانی قوتوں پر غلبہ پائے گی	۳۱۳
	حضرت کی وفات، عظیم سانحہ	۳۱۵
	ضعف کے باوجود افغانستان گئے	۳۱۶
۱۷	**مجلس صلحاء کی برکات وفوائد**	۳۱۹
	مجلس صلحاء کا پہلا فائدہ	۳۲۰
	مجلس صلحاء کا دوسرا فائدہ	۳۲۱
	مجلس صلحاء کا تیسرا فائدہ	۳۲۲
	مجلس صلحاء کا چوتھا فائدہ	۳۲۳
	میرے عزیز طالبان	۳۲۴
	مجلس صلحاء کا پانچوں فائدہ	۳۲۵
	مجلس صلحاء کا چھٹا فائدہ	۳۲۵
	مجلس صلحاء کا ساتواں فائدہ	۳۲۶
	مجلس صلحاء کا آٹھواں فائدہ	۳۲۸
۱۸	**ووٹ کی شرعی حیثیت**	۳۲۹
	یہودیوں کے مکروہ عزائم	۳۳۱
	یہودیوں کی منصوبہ بندی	۳۳۲
	لاکھوں مسلمانوں کا خون بہایا گیا	۳۳۳
	یہودیوں کا مقابلہ کرنے والی قوت	۳۳۵
	مسلمانو...... ذرا جاگو	۳۳۵

	نظام کی تبدیلی کیلئے مجلس عمل کو ووٹ دیں	۳۳۶
	مجلس عمل کا نظریہ و منشور	۳۳۷
	اقلیتیں اور مجلس عمل	۳۳۷
	مجلس عمل نے حجت قائم کردی	۳۳۹
	علماء کو کامیاب نہ کرنے کی صورت میں عذاب کا اندیشہ	۳۴۰
	کسی کے دھوکے میں نہ آئیں	۳۴۴
۱۹	**اپنے اعمال سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف نہ پہنچائیں**	۳۴۶
	حضرت موسیٰ علیہ السلام بڑے باحیا تھے	۳۴۸
	حدیث شریف	۳۴۸
	مقصد حدیث	۳۵۰
	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے باعث ایذا نہ بنیں	۳۵۰
	حفاظت اعمال کا ایک طریقہ	۳۵۱
	حفاظت اعمال کا دوسرا طریقہ	۳۵۲
	آیت کی تفسیر حدیث سے	۳۵۲
	مولانا فضل الرحمن گنج مرادآبادی کا واقعہ	۳۵۵
	ہمارے گناہوں سے حضورؐ کو تکلیف پہنچتی ہے	۳۵۷
	حضرت موسیٰؑ کو ایذا کیسی پہنچائی گئی	۳۵۷
	اپنا محاسبہ خود کریں	۳۵۸

۲۰	**خطاب تقریب ختم بخاری شریف**	۳۶۰
	اصح الکتاب بعد کتاب اللہ	۳۶۳
	صحیحین کی تنقیص بدعت ہے	۳۶۴
	صحیح احادیث صرف بخاری میں نہیں	۳۶۴
	قرأت خلف الامام	۳۶۵
	ماڈرن طبقہ اور فقہاء دشمنی	۳۶۷
	تنقیص فقہاء کا نتیجہ	۳۶۷
	محدثین اور فقہاء	۳۶۷
	محدثین کا کام استنباط مسائل نہیں	۳۶۸
	امام اعمشؒ کا اعتراف	۳۶۸
	الفقہاء اعلم بمعانی الحدیث	۳۷۰
	بخاری میں تکرار حدیث کا مقصد	۳۷۱
	فقہاء نے اسلام کو مرتب انداز میں پیش کیا	۳۷۱
	باب ونضع الموازین القسط	۳۷۳
	عمل اور عقیدے کی بنیاد	۳۷۳
	اعمال کس صورت میں پیش کیے جائینگے	۳۷۴
	ترجمۃ الباب کا مقصد	۳۷۶
	اعمال تولے جانے پر اعتراض اور اس کا جواب	۳۷۷
	اعمال کو کیسے تولا جائیگا......؟	۳۷۹
	اعمال کا تولا جانا عقلاً ممکن ہے	۳۸۰

	امام قسطلانیؒ کا قول	۳۸۱
	وزن اعمال پر کونسا فرشتہ مقرر ہے	۳۸۲
	اعمال تولنے کا طریقہ	۳۸۳
	تیسرا قول	۳۸۶
	اعمال کو اعمال کے صورت میں تولے جائینگے	۳۸۶
	ترجمۃ الباب سے معتزلہ پر رد	۳۸۸
	اور حنابلہ اور خلق قرآن	۳۸۹
	زبان کی حفاظت	۳۹۰
	گناہ عام ہوگئے	۳۹۱
	ایک اشکال اور اس کا جواب	۳۹۲
	حبیبان ای محبوبتان	۳۹۵
	دعائے اختتام مجلس	۳۹۶
۲۱	نظام ٹیکس اور سود	۳۹۷
	موجودہ دور اقتصادیات کا دور ہے	۳۹۸
	اقتصادیات پر یہود کا غاصبانہ قبضہ	۳۹۹
	ایک مسلمان کا اصل مسئلہ	۴۰۰
	سود تجارت کا حصہ نہیں	۴۰۱
	خاص ہے ترکیب قوم رسول ہاشمی ﷺ	۴۰۲
۲۲	سوالات وجوابات	۴۰۵

۲۳	امریکی واجب القتل	۴۱۶
	پہلی بات	۴۱۷
	دوسری بات	۴۱۷
	تیسری بات	۴۱۸
	چوتھی بات	۴۱۸
۲۴	بیعت کی غرض وغایت (مضمون)	۴۲۰
۲۵	جامع فقہی مجلس کے قیام طریق کار	۴۲۸

ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوری
محقق، مورخ، مصنف کتب کثیرہ و
چیئر مین مفتی محمود اکیڈمی پاکستان

پہلا قدم

چند برس پہلے عزیزم قطب الدین عابد سلمہ میرے پاس آئے تھے۔ بات چیت سے معلوم ہوا کہ وہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن میں پڑھتے ہیں۔ اور درجہ عالیہ کے طالب علم ہیں۔ میری توجہ کے لئے ان کا اتنا تعارف کافی تھا کہ وہ حضرت بنوریؒ کے مدرسے میں اس کے محترم اساتذہ کے شاگرد ہیں اور اسی سلسلے کے بزرگوں سے عقیدت وارادت کی نسبت رکھتے ہیں لیکن مجھے جب مزید یہ معلوم ہوا کہ اس سلسلے کے بزرگوں میں بھی ان کے خاص ممدوح ومطاع اور مرکزِ ارادت حضرت شیخ الہنداور حضرت کے تلامذہ میں شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی ؒ، امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ، حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور حضرت شیخ الہند کے تلمیذ رشید نہ سہی۔ حضرت کے دائرہ فکر کی عظیم شخصیت امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد سے خاص رشتہ عقیدت میں منسلک ہیں اور انھی بزرگوں کے حوالے سے وہ حضرت حکیم الہند شاہ ولی اللہ دہلوی اور خانوادۂ ولی اللّٰہی کے ارکان عظیم الشان کے افکار حقہ سے پیمان

وفا باندھ چکے ہیں اور انھی کے طرز فکر اور اعمال ہمہ کو اپنے زمانے کی اصلاح وانقلاب قوم وملت کی رہنمائی، تعمیر وطن اور خدمت دین کا اصل اصول بنانے کا عزم صمیم کر چکے ہیں تو وہ میری توجہ ہی کے مستحق نہیں رہے بلکہ ان کا ذوق علم اور عزائم امور اس کے متقاضی ہوئے اور مجھ پر فرض ہوا کہ میں ان کا احترام بھی کروں اور آں عزیز سے اس طرح پیش آؤں جس طرح مالی اپنے نونہال سے پیش آتا ہے وہ اس پودے پر نظر ڈالتا ہے تو اس کے ذہن میں وہ ننھا پودا نہیں ہوتا، بلکہ ایک شجر ثمر آور ہوتا ہے۔ اس کی جڑیں مضبوط، سایہ گھنا اور شاخیں پھلوں سے لدی ہوتی ہیں۔ اس کا وجود تھکے ہارے مسافروں اور دھوپ کے ماروں کے لئے سکون بخش، لذت طلبوں کے لئے کام ودہن کے ذائقے کا خزانہ اور آخر آخر تک اس کی فطرت میں چھپی راحت رسانی کی خوبی کسی کے چولہے کا ایندھن تک بننے کے لئے تیار ہوتی ہے۔

میں کوئی صاحب نظر اور مستقبل میں جھانک لینے والا شخص نہیں ہوں کہ عزیز موصوف کے کیریئر کے بارے میں کوئی پیشین گوئی کروں۔ البتہ یہ کہہ سکتا ہوں کہ اگر یہ سچ ہے کہ ذوقِ سلیم کے زمین عملِ حق کے بیج کو کبھی ضائع نہیں کرتی۔ برگ وبار پیدا کرنا اس زمین کی فطرت اور عملِ حق کے بیج کا بار آور ہونا اس کا مقدر ہوتا ہے۔ اگر علم صحیح اپنے عامل کو غربت اور افلاس دونوں حالتوں میں اطمینانِ قلب کی دولت سے نوازتا اور دنیا جہان سے بے نیاز اور مستغنی کرتا ہے اور عملِ حق اپنے عامل کو فیروزمندی سے دور نہیں لے جاتا ہمیشہ اس سے ہمکنار ہی کرتا ہے، تو عزیز موصوف اپنی زندگی کی فتح مندیوں سے کیوں کر محروم رہ سکتے ہیں؟ وہ ذوق سلیم (ایمان وایقان) کے مالک ہیں، عمل حق وصالح کے حامل ہیں اور علم کتابی ہو خواہ اپنے

اسلاف کرام کے اعمال وسیر (اسوۂ حسنہ) کے سرچشمہ سے حاصل کیا ہو، اس کے پیرو ہیں تو انھیں یقین رکھنا چاہیے کہ وہ اپنے دعوے میں آزمائے اور تولے تو ضرور جائیں گے لیکن ناکامی اور محرومی ان کا مقدر نہیں ہو سکتی۔

قطب الدین عابد سلمہ کے بارے میں یہ چند باتیں برسوں کی ان سے ملاقات، ان کی ذوق وطلب کی جانچ، ان کے رائے کے مشاہدے اور مختلف اوقات صبح وشام میں ان کی سیرت کے مطالعے اور غور وفکر کے بعد ضبط تحریر میں لائی گئی ہیں۔ اور اب میں امید کرتا ہوں کہ ایسے ہی نوجوان مستقبل کی توقعات کے خاکے میں رنگ بھرنے والے ہوں گے۔ اور جس جماعت اور اس کی تحریکات کو ایسے باہمت اور صاحب عزائم نوجوان میسر آجائیں اس کے لئے سرچشمۂ قوت سے محرومی کا نہ تو کوئی ملال ہو سکتا ہے اور نہ ناکامی کی رسوائی کا کوئی خطرہ!

عزیز گرامی قطب الدین عابد کے ذوق اور صلاحیتوں پر مکمل اعتماد اور پرامید ہونے کے باوجود میں اس خطرے سے کیسے بے فکر ہو سکتا تھا کہ نفس خادع، زمانہ پرفریب اور حالات پیچیدہ ہیں ایک نوجوان کے لئے جو آج ہی اپنی عملی زندگی میں قدم رکھ رہا ہے اس کے چاروں طرف شہوات کا ہجوم ہے۔ قدم لڑکھڑانے کے خطرات کا تصور ہی ہوش وحواس اڑا رہا ہے انھیں یہ ضرور سوچ لینا چاہیے کہ

''استقامت اصلِ کار ہے۔ اگر ایک آدمی فوج کی نوکری قبول نہیں کرتا تو کوئی جرم نہیں، لیکن اگر سپاہی بن کر اور میدان جنگ میں آکر پیچھے ہٹتا ہے تو اس کی سزا موت کے سوا کچھ نہیں ہوتی:

ہاں! رہ عشق است کج رفتن نہ دارد بازگشت!

جرم را ایں جا عقوبت ہست و استغفار نیست

دریا میں اترنے سے پہلے سب کچھ سوچ لینا چاہیے، لیکن جب اتر گئے تو پھر موجوں کا شکوہ فضول ہے اور کبھی بھی سنا نہ جائے گا۔

ممکن ہے پہلے ہی غوطے میں خونخوار نہنگوں سے سامنا ہو جائے لیکن جو شخص سمندر میں کودتا ہے، اسے نہنگوں کے وجود سے بے خبر نہیں ہونا چاہیے۔

(ابوالکلام آزاد، نقش آزاد: ص ۴، ۳)

آج کے بعد ان کے لیے سوچنے کا موقع باقی نہیں رہے گا۔ انھیں صرف اور صرف آزمایا جائے گا۔ جن اسلاف کے وہ نام لیوا ہیں جن اصحاب عزیمت دعوت اور جس سلسلۃ الذہب کی وہ بھی ایک کڑی بننے کے آرزومند ہیں، جن بزرگوں سے انھوں نے رشتہ الفت جوڑا ہے، وقت کی جن عظیم المحترم اساتذہ کرام نے اپنے دستخطوں سے مزین نیک توقعات کے ساتھ انھیں سند عنایت کی ہے، ان کے مقام وشخصیت کی پہچان کے لئے انھیں عزیز مکرم ہی کو آئینہ سمجھا جائے گا، ان کی عزت کو بٹہ نہ لگے:

وفاداری بشرط استواری اصل ایماں ہے
مرے بت خانے میں تو کعبے میں گاڑو برہمن کو

جن اسلاف سے رشتۂ عقیدت استوار کیا ہے اور جن بزرگوں کے قافلہ حق وصداقت میں شامل ہو رہے ہیں اور جن کی پیروی اختیار کر کے عملی زندگی میں قدم رکھا ہے زندگی کی آخری سانس تک ان کے نام کی لاج رکھنا ہے، ان سے عہد وفا کے

رشتوں کو اگر توڑ کر اگر اسلام آباد میں کسی مسجد اور مدرسۂ اسلامیہ کے قیام کی ایک ہزار نیکیاں بھی دامن سیرت پر معصیت کی سیاہی کے چھوٹے سے دھبے کو مٹا نہ سکیں گی۔

عزیزم قطب الدین عابد سلمہ حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزی کے خطبات وتقاریر کی ترتیب واشاعت کے سروسامان سے وہ اپنی علمی زندگی کا آغاز کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے ان مساعی کو قبول فرمائے اور اس مبارک کام اور اس کے خیر وحسنات کو ان کی نئی علمی زندگی کی بنیاد بنائے۔

مجھے اس بات کی خوشی بھی ہے کہ یہ مجموعہ خطبات مفتی محمود اکیڈمی کے سلسلۂ مطبوعات میں شائع کیا جا رہا ہے۔ اکیڈمی کے کارپرداز اس کے لیے عزیزم مولوی قطب الدین سلمہ اور محترم محمد سعد صاحب (مالک اسلامی کتب خانہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی) کے شکر گزار ہیں۔

(ڈاکٹر) **ابوسلمان** شاہجہانپوری

۱۰/۵/ ۲۰۰۳ء

محمد فاروق قریشی

مینیجنگ ڈائریکٹر مفتی محمود اکیڈمی

پاکستان

مقدمہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

امابعد.....!

تحریر وتقریر ابلاغ کے دو ذرائع ہیں۔ تحریر کا حلقۂ اثر محدود اور مخصوص لیکن مستقل، جبکہ تقریر کا دائرہ انتہائی وسیع اور عمومی لیکن خاص وقت اور ماحول سے مشروط، مگر نہایت مؤثر اور فیصلہ کن ذریعۂ اظہار ہے۔

تحریر سے صرف خواندہ طبقہ ہی مستفید ہو سکتا ہے جبکہ تقریر سے ہر خاص وعام فیض یاب ہوتا ہے۔

قرونِ اولیٰ اور ازمنۂ وسطیٰ میں ابلاغ کے لئے تقریر سے بے پناہ کام لیا جاتا تھا۔ خطبۂ حجۃ الوداع کے موقع پر بھی خاتم النبیین ﷺ نے تقریر کے ذریعہ ہی ابلاغ کا فریضہ انجام دیا اور ارشاد فرمایا۔

جو لوگ حاضر ہیں وہ (یہ پیغام اور دعوت) غائب تک پہنچا دیں۔

علماء کہتے ہیں کہ لسانِ نبوت سے یہ جملہ سننے کے بعد حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اپنے گھروں کو نہیں لوٹے بلکہ ان کے گھوڑوں کے منہ جس رُخ پر تھے اسی سمت داعیٔ برحق ﷺ کا پیغام لے کر نکل پڑے اور دنیا کے اطراف واکناف میں پھیل گئے اور

"بلغوا عنی ولو آیة"

(صحیح بخاری، کتاب الانبیاء، باب ماذکر عن بنی اسرائیل)

کے فریضہ کے انجام دیتے ہوئے اپنے دیار وامصار سے دور اکناف عالم میں آسودہ خاک ہو گئے۔

پریس کی ایجاد کے بعد انسانی معاشرہ میں تمدن کے ارتقاء اور ابلاغ کی دنیا میں انقلاب برپا ہو گیا۔ پریس کے ارتقائی مراحل کے ساتھ ساتھ تحریر وتقریر کے امتیاز اور فاصلے بتدریج کم ہونے لگے اور بیسویں صدی تک پہنچتے پہنچتے تقریر جو کبھی عارضی اور محض وقتی ہوا کرتی تھی اب دودھاری تلوار بن کر چمکنے لگی۔

خطبات وارشادات مرتب اور شائع ہونے لگے تو تقریر کا اثر ونفوذ تحریر کی مملکت تک پھیل گیا لیکن خطباتی لٹریچر ادب کی بعض دوسری اصناف کی طرح تفریح اور لطف اندوزی کا ذریعہ ہی نہ تھا بلکہ اس کا رشتہ ملکوں اور قوموں کی آزادی کی تحریکات، اور اصلاح اعمال، انقلاب افکار اور دعوت کے عظیم مصالح سے جڑا ہوا تھا۔ اس کی مثالیں ماضی قریب وبعید میں ہر قوم وملک کی تاریخ میں بکثرت مل جائیں گی۔

اسلامیانِ ہندوپاک کی تاریخ مشاہیر کے انقلابی خطبات سے عبارت ہے۔ شاہ اسماعیل شہیدؒ کی جامع مسجد دہلی کی سیڑھیوں اور تحریکِ اصلاح وجہاد کی

تقریریں، بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی تقاریر، مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، مولانا ابوالکلام آزادؒ، ڈپٹی نذیر احمد، سرسید احمد خان، نواب بہادر یار جنگ، سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور ان کے اخلاف مولانا حفظ الرحمٰنؒ، مولانا محمد علیؒ، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، قاری محمد طیبؒ، قاضی احسان احمد شجاع آبادی، جمعیۃ العلماء اور مجلس احرار کے اکثر راہنما، آغا شورش کاشمیریؒ، مولانا غلام غوث ہزارویؒ اور مولانا مفتی محمودؒ وغیرہم وقت کے بلند پایہ خطیب ومقرر تھے۔ انہوں نے اپنے اپنے میدان میں اپنی تقاریر سے عوام میں اصلاح وعمل کی رُوح پھونکی، خیالات میں انقلاب پیدا کیا، تحریکات میں جان ڈالی، عوام کے دلوں سے استعمار کے خوف کو نکال پھینکا، حکومت کے ایوانوں میں زلزلہ پیدا کر دیا۔

ملک کی آزادی اور پاکستان کی تحریک میں اگرچہ دوسرے عوامل بھی کار فرما تھے لیکن ان تحریکات کو کامیابی سے ہم کنار کرنے میں وقت کے خطباء اور مقررین کا سب سے زیادہ حصہ ہے خواہ وہ کسی مذہب ومسلک سے تعلق رکھتے ہوں۔

ان میں سے اکثر کے خطبات وتقاریر کے مجموعے شائع ہو چکے ہیں، ان کے مطالعے سے آج بھی خون رگوں میں جوش مارنے لگتا ہے۔ یہ مجموعے تاریخ، سیاست، ادب اور دعوت کا بہت بڑا سرمایہ ہے۔

خطبات وتقاریر کی سماعت آج بھی عوام کا پسندیدہ مشغلہ، مذہبی وسیاسی راہنماؤں کا کامیاب ذریعہ اظہار، انتہائی مؤثر ذریعہ دعوت وابلاغ ہے اور اسی لئے ان کی تالیف وتدوین اور اشاعت کا رجحان بھی روز افزوں ترقی پر ہے آج ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ خطیب کی زبان سے جو کچھ نکلتا ہے وہ ہوا میں نہیں اڑ جاتا بلکہ صفحۂ قرطاس

پر منتقل ہو کر سر چشمہ، انقلاب اور ذریعہ دعوت واصلاح بن جاتا ہے۔ ان کی افادیت وقت کے حصار میں مقید اور پیش پا افتادہ نہیں بن جاتی بلکہ زندۂ جاوید اور ہمیشہ کے لئے تابندہ ایک مستقل اور دائمی سر چشمہ، فیض و افکار بن جاتا ہے۔

حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزئیؒ کے خطبات وتقاریر کی تاریخی اہمیت، علمی افادیت، افکار کے تنوع اور مباحث کی جامعیت اور ان کی اس خوبی نے کہ حضرت موصوف کے افادات میں مستقبل کی بہترین راہنمائی کے اصول وہدایات موجود ہیں۔ مرتب کو اس طرف متوجہ کیا کہ ان کی ترتیب وتدوین اور اشاعت کا سروسامان کر دیا جائے۔ اس کے لئے عزیز گرامی مولوی قطب الدین عابد شاباش کے مستحق اور تبریک کے سزاوار ہیں۔

حضرت مفتی صاحب ایک نامور عالم دین، بیدار مغز دانشور، ماہر استاذ اور ملت اسلامیہ کے بے باک راہنما ہیں انہوں نے مختلف اوقات میں مختلف موضوعات پر جو خطبات اور تقاریر فرمائی تھیں، یہ ان کا مجموعہ ہے اور اس کے مرتب حضرت کے ہونہار شاگرد ہیں جنہوں نے انتہائی محنت اور جانفشانی سے اسے مرتب کیا ہے اور ایک بالغ نظر شاگرد رشید ہونے کا پورا پورا حق ادا کیا ہے۔

حضرت مفتی صاحب کا سن ولادت ۱۹۵۱ء ہے گویا میرے ہم عمر ہیں لیکن علم وفضل میں ان کا مقام بلند اور مرتبہ بہت اعلیٰ ہے اور اگر وہ اپنی عمر سے بڑے لگتے ہیں تو یہ ان کی فضیلت اور بزرگی کی نشانی ہے۔

مفتی صاحب کا تعلق صوبہ سرحد کے پسماندہ اور دور افتادہ علاقے کے ایک متوسط مگر دین دار گھرانے سے ہے اس لئے وہ آج جو کچھ بھی ہیں محض اپنی محنت

واہلیت کی بناء پر ہیں۔

ان کی مادر علمی پاکستان کی معروف درسگاہ جامعہ فاروقیہ کراچی ہے اور استاذ الاساتذہ حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ سے اکتساب فیض کیا ہے۔

جامعہ فاروقیہ میں ان کی تعلیم کا زمانہ غالباً ۱۹۷۳ء کا ہے جب یہ ناکارہ جامعہ کراچی میں ایم اے معاشیات کے فائنل ایئر کا طالب علم تھا اور جمعیۃ طلباء اسلام کراچی کے صدر کی حیثیت سے جامعہ فاروقیہ میں اکثر وبیشتر حاضری ہوتی تھی۔

اردو کے نامور اور صاحب طرز ادیب پروفیسر رشید احمد صدیقی مرحوم نے لکھا ہے کہ جب بھی کوئی اچھا آدمی ملتا ہے تو دل میں خیال آتا ہے کہ اس کا تعلق علی گڑھ سے ضرور رہا ہوگا۔ معلوم کرنے پر اگر جواب اثبات میں ہو تو خوشی ہوتی ہے، نفی میں ہو تو افسوس ہوتا ہے کہ اتنے اچھے آدمی کا تعلق علی گڑھ سے کیوں نہیں ہے......؟

میرا بھی یہی معاملہ ہے کہ جب بھی اپنے حلقہ، فکر کا کوئی اچھا آدمی ملتا ہے تو معاً خیال آتا ہے کہ اس کا تعلق جمعیۃ طلباء اسلام سے ضرور رہا ہوگا! اگر واقعی ایسا ہو تو خوشی ہوتی ہے۔ صورتِ حال کے مختلف ہونے پر افسوس ہوتا ہے کہ اے کاش......

حضرت مفتی صاحب تعلیمی دور میں جماعتی سرگرمیوں میں فعال نہیں تھے لیکن ان کی بے پناہ خوبیاں دیکھتا ہوں تو دل بے ساختہ گواہی دیتا ہے کہ وہ جامعہ کے دور میں جمعیۃ سے ضرور وابستہ رہے ہوں گے۔

ان سے تعارف وتعلق کا دور بھی غالباً وہی ہے جو اب جوان ہو کر عقیدت کی شکل اختیار کر گیا ہے۔

حضرت مفتی صاحب کے طالب علمی سے لے کر تدریس تک اور پھر جامعہ

فاروقیہ سے جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن تک کا سفر ایک شاندار ماضی کی طرح نظر کے سامنے ہے۔ یہ کل کی بات لگتی ہے جب ہم (برادرم مفتی محمد جمیل خان، عزیزم مولانا محمد عادل، محترم شیخ عزیز اور یہ خاکسار) سندھ یونیورسٹی جام شورو، سے پی ایچ ڈی کی رجسٹریشن اور فارم لینے کے لئے گئے تھے اور محترم وائس چانسلر صاحب سے ملاقات کی تھی۔

اب ماشاء اللہ شامزی کے علاقے سے آنے والا ایک سیدھا سادہ نوجوان کراچی آ کر صرف مولوی نظام الدین نہیں بلکہ مولانا مفتی ڈاکٹر نظام الدین شامزی شیخ الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کے نام سے عالم اسلام میں معروف ومعتبر حیثیت اختیار کر گیا ہے۔

مفتی صاحب سے میرا تعلق اور عقیدت بے سبب نہیں، اس کی چند وجوہ ہیں۔

پہلی اور بنیادی وجہ تو یہ کہ علماء سے محبت میرے خمیر میں شامل ہے کہ ہمارے دادا بزرگوار حاجی عبدالعزیز قریشی سونی پتی رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان سے لے کر پاکستان تک علماء دیوبند خصوصاً حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی، حضرت مولانا حسین احمد مدنی، قاری فتح محمد پانی پتی اور حضرت مولانا عبداللطیف سونی پتی رحمہم اللہ کے ارادت کیش اور خدمت گذار رہے ہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت مفتی صاحب میرے پیر بھائی ہیں۔

وہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے۔ ان کے وصال کے بعد حضرت شیخ الحدیث کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا

محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ سے اصلاحی تعلق قائم کیا اور ماشاء اللہ طریقت کے اس مقام تک پہنچے کہ حضرت لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے خلعت خلافت سے سرفراز فرمایا اس ناکارہ کا تعلق بھی حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ سے ہے۔

تیسری وجہ یہ کہ مفتی نظام الدین شامزیؒ صاحب نے متبحر عالم دین نامور مفتی، معروف دانش ور، مجاہد راہنما اور شیخ طریقت ہوتے ہوئے بھی نہ صرف یہ کہ اجماع امت اور سواد اعظم سے الگ کوئی راہ نہیں نکالی بلکہ خود کو ایک عالمگیر شہرت کے حامل ادارے کا شیخ الحدیث اور مرجع خلائق ہونے کے باوجود کسی تنظیم یا جماعت کی وابستگی سے بالا تصور نہیں کیا کیونکہ کوئی بھی شخص خواہ کتنے ہی محاسن وکمالات کا مجموعہ ہو تنہا خدمت دین کے تقاضے پورے نہیں کر سکتا۔

اجتماعی جدوجہد بہرحال انفرادی کاوش سے بدرجہا بہتر ہے۔ ویسے بھی ایک عالم اور مفتی کی حیثیت سے

"يدالله على الجماعة"

(جامع الترمذی، ابواب الفتن، باب لزوم الجماعة)

کا مفہوم اور پھر "كونو مع الصادقين" کی تفسیر اور اس تقاضے ان سے بہتر کون سمجھ سکتا ہے؟

مفتی صاحب نے حالات وواقعات کا جائزہ لے کر علی وجہ البصیرت علماءِ حق کی نمائندہ جماعت جمعیۃ علماء اسلام سے وابستگی اختیار کر کے غلبہ ءاسلام کی اجتماعی جدوجہد میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا۔ انہیں یہ وابستگی کسر شان نہیں بلکہ باعث فخر محسوس ہوتی ہے۔

حالانکہ قارئین بخوبی جانتے ہیں کہ حضرت مفتی صاحب ایسی جامع شخصیت کے مقابلے میں بہت ہی کوتاہ قامت لوگ اپنے ذوق خودنمائی کی تسکین کے لئے اپنی الگ ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنا کر اجتماعی دینی جدوجہد میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں اور چند تیرہ بخت تو محض حسد اور بغض کے ہاتھوں ایسے یرغمال بنے ہیں کہ انہیں صراط مستقیم کے سوا سب کچھ روا نظر آتا ہے۔

ایسے حالات میں حضرت مفتی صاحب کے کردار کا یہ پہلو واقعی مومنانہ فراست کا آئینہ دار ہے۔ راقم السطور ان کی اس حیثیت سے بہت متاثر ہے کہ وہ عصر حاضر میں جمعیۃ علماء اسلام کو تمام تر کمزوریوں کے باوجود اپنے اکابر واسلاف اور علماء حق کی نمائندہ جماعت تصور کرتے ہیں۔ قائد محترم مولانا فضل الرحمن صاحب نے واقعتاً اپنی فراست وبصیرت اور جرأت مندانہ کردار سے اپنے اسلاف علماء حق کی شاندار روایات کو تقویت دی اور جدوجہد کو آگے بڑھایا ہے۔

حضرت مفتی صاحب علماء حق کی اس نمائندہ جماعت کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن ہیں اور بلاخوف لومۃ لائم ہر مشکل اور اہم معاملات میں مشاورت وتعاون کے فریضہ سے عہدہ برآ ہو رہے ہیں۔

ان کے خیالات کی ایک جھلک کتاب میں شامل ایک خطاب کے درج ذیل اقتباس سے بخوبی دیکھی جاسکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نیک بندے جن میں علم وتقویٰ، استقامت علی الحق اور حق کے لئے جان دینے کا جذبہ، یہ تمام اوصاف اللہ تعالیٰ کی طرف سے جن بندوں کے اندر موجود تھے یا ہیں، یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ وہ اللہ کے نیک بندے جمعیۃ علماء اسلام

کے ساتھ وابستہ اور سرپرستی فرمارہے ہیں جو جمعیۃ کے حق پر ہونے کی دلیل ہے"۔

مندرجۂ بالا تمام باتوں کے باوصف مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ کے سوانح واذکار، دینی وملی خدمات اور ان کے ہم عصر واسلاف علماء حق کے کارہائے جلیلہ کی ترتیب واشاعت کیلئے قائم کردہ ادارے مفتی محمود اکیڈمی کے نگران مفتی نظام الدین شامزی صاحب ہی ہیں اور یہ ناکارہ بھی اس ادارہ کا خادم ہے۔

سچی بات تو یہ ہے کہ اس ادارے کے قیام سے متعلق خیال تو ایک عرصہ سے ذہن میں کلبلا رہا تھا لیکن اپنی کمزور طبیعت اور مصروفیت کی بناء پر اس کے اعلان کی ہمت نہیں پارہا تھا کہ اتفاق سے ایک سفر میں حضرت مفتی صاحب سے مشاورت ہوئی تو ان کی حوصلہ افزائی اور اجازت سے ہمت پاکر ہم خیال احباب کا اجلاس مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے دفتر میں بلایا جس میں تمام دوستوں نے بالاتفاق اس کو وقت کی ضرورت سمجھتے ہوئے اکیڈمی کے قیام کا فیصلہ کیا حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب کو سرپرست، مفتی صاحب کو نگران اور محترم ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہان پوری صاحب کو چیئرمین منتخب کیا گیا باقی ہم سب احباب یکے از خدام ادارہ ہیں۔

اکیڈمی کے نگران کے طور پر مفتی صاحب کا نام ہمارے لئے باعثِ افتخار اور حوصلہ افزا ہے۔

مفتی صاحب عام مولوی کی طرح درسی نصاب تک محدود نہیں بلکہ بہت وسیع المطالعہ ہیں ایسے کہ ایک نشست ہی میں ایک کتاب ختم کرلینا ان کا معمول رہا ہے۔ حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ سے ایک دفعہ سنا تھا کہ ان کے استاذ علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری نور اللہ مرقدہ ایسے وسیع المطالعہ تھے کہ فرمایا کرتے کہ اگر

دو ہزار صفحات پڑھنے کے بعد بھی اگر کوئی ایک نئی بات معلوم ہو جائے تو سمجھتا ہوں کہ محنت رائیگاں نہیں گئی۔

مفتی صاحب کا اپنی تعلیمی زندگی میں معاشی مصروفیات کے ساتھ ساتھ رات گئے تک مطالعہ میں مستغرق رہنا گویا ان کا معمول بن گیا تھا۔

بقول حسرت موہانی مرحوم:

ہے مشق سخن جاری، چکی کی مشقت بھی
اک طرفہ تماشا ہے حسرت کی طبیعت بھی

مفتی صاحب کا مطالعہ دینیات سے لے کر معاشیات و سیاسیات تک وسیع ہے اور جدید مسائل و معلومات عامہ کا بھی خاص ادراک رکھتے ہیں۔ اس لیے جس موضوع پر چاہیں حسب منشاء بلا تکلف گفتگو کر سکتے ہیں۔ امت مسلمہ کی اقتصادی حالت کے بارے میں کتاب میں شامل ایک خطاب کا اقتباس ملاحظہ فرمایئے:

''اس وقت دنیا بھر کی اقتصادیات اور معاشی نظام پر یہودیوں کا کنٹرول ہے اور اس کے ساتھ دنیا کے میڈیا پر بھی ان کا قبضہ ہے وہ سیاہ کو سفید اور سفید کو سیاہ بنا کر ہمارے سامنے پیش کرنا چاہیں تم ہم اعتبار کرنے پر مجبور ہوتے ہیں''۔

میں کتاب میں شامل تمام خطبات نہیں پڑھ سکا۔ چند دیکھے ہیں اور کچھ میں شرکت کا موقعہ بھی ملا ہے، تاہم حضرت مفتی صاحب کی دل آویز علمی شخصیت کے خطبات کے بارے میں اس کم فہم کی رائے تو یہی ہے کہ یہ خزینہ علم وعرفان ہیں۔

مفتی صاحب کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیلتی رہتی ہے، تواضع ان کی شخصیت کا جزو اعظم ہے۔ وہ بولتے نہیں موتی رولتے ہیں ان کی محفل میں موجود ہر شخص کی

خواہش یہی ہوتی ہے کہ

وہ کہیں اور سنا کرے کوئی۔

مرتب عزیزی قطب الدین عابد جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں زیر تعلیم تھے اور جمعیۃ طلباء اسلام سے تعلق کی بناء پر ''عزم نو'' کیلئے کبھی کبھار آرٹیکل لکھتے تھے۔ ایک مرتبہ میرے ہاں ڈاکٹر امیر زادہ اور چند دیگر دوستوں کے ہمراہ آئے۔ تعارف و گفتگو کے بعد ان کے بارے میں میرا پہلا تاثر یہی تھا کہ

''ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات''

آج وہی ہونہار بروا ایک کمپوز شدہ مسودے کے ساتھ میرے پاس آیا اور کہا: میں نے یہ کوشش کی ہے اس کو دیکھ لیں اور کچھ لکھ دیں! مجھے خوشی ہوئی کہ میرا پہلا تاثر غلط نہیں تھا اور انہوں نے نوجوانی کے عالم میں محض اپنے علمی ذوق اور محنت سے یہ شاندار کام کر کے ہمارے لئے امید کی شمع روشن کر دی ہے۔

ہم ان کی کاوش اولین کو مفتی محمود اکیڈمی کے توسط سے منظر عام پر لا رہے ہیں کیونکہ مفتی ڈاکٹر نظام الدین شامزی صاحب فکر محمودؒ کے عالم بردار ہی نہیں بلکہ عصر حاضر میں مفکر اسلام مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ کے انقلابی افکار و خیالات کی تحفیظ و ترویج میں تمام مصائب و مشکلات کے باوجود کمر بستہ ہیں۔ ان کے خطبات پر ایک ایک لفظ اور کردار و عمل کا ایک ایک لمحہ اپنے قدسی صفات اسلاف کے افکار عالیہ کا پرتو ہے جس کی اشاعت قومی و ملی فریضہ ہے۔

الحمد للہ مفتی محمود اکیڈمی اپنی بے بضاعتی کے باوجود اپنے ملی فریضے سے بے گانہ نہیں۔ اور گاہے بگاہے اپنی بساط کے مطابق کسی کتاب کہیں کسی سیمینار کی شکل میں

اس فریضہ سے عہدہ برا ہوتی رہتی ہے۔

ہمیں خوشی ہے کہ ہم اکیڈمی کے نگران کے قیمتی افکار اور زرین خیالات کو قوم کے سامنے پیش کرنے باعث بن رہے ہیں۔

ہمارا یہ عمل مرتب کے حوصلہ افزائی کے علاوہ دیگر نوجوان صاحبان علم کے لئے دعوتِ فکر بھی ہے کہ وہ آگے بڑھیں اور اپنی کوششوں کو مثبت انداز پر استوار کر کے مفید نتائج حاصل کر سکتے ہیں۔ بشرطِ صرف مثبت فکر اور عزم مصمم کی ہو اور بس۔

ذرا تو عزم کر چل تو سہی ہے سامنے منزل
کوئی مشکل سے مشکل کام بھی مشکل نہیں ہوتا

اگر چہ مرتب ''اہل زبان'' نہیں ہے لیکن ان کی اس کاوش اور حسن ترتیب کی داد نہ دینا زیادتی کے مترادف ہوگا۔ ان کے لئے میری دعا ہے کہ

اللہ کرے حُسنِ رقم اور زیادہ

کتاب آپ کے ہاتھ میں ہے دیکھئے اور خطبات کے مطالعے سے لطف اٹھایئے۔

محمد فاروق قریشی
کراچی
۱۲/اپریل ۲۰۰۳ء

دعاء

''الٰہی! تیرا کرم وسیع...... تیری عنایت شامل...... تیرا فیض عام...... تیرا ہاتھ کشادہ...... تیرا ملک بے زوال...... تیرے خزانے بے حساب...... تیری نعمتیں سرمدی...... تجھ سے کیا کیا مانگیے......؟ اور کہاں تک مانگیے......؟ تجھ سے دولت کونین پر راضی ہونا ایسا ہے جیسے بحر قلزم سے پیاسا پھرنا۔ تجھ سے دنیا و آخرت مانگنی ایسے ہے جیسے خوان یغما سے بھوکا اٹھنا۔ تیرا گدا وہ نہیں جو ہفت اقلیم کی سلطنت پر لات مارے۔ تیرا بھوکا وہ نہیں جو نعم جنت کے لئے ہاتھ پسارے۔ جس نے تجھ سے تیرے سوا آرزو کی اس نے آرزو کرنی نہ جانی۔ اگر ظرف مختصر میں دریائے بے کراں نہیں سماتا تو ہمارے حوصلے فراخ کر!''۔

خطبات شامزی کیا ہے......؟

★★......خطبات شامزی.......... مجاہد کی اذان ہے

★★......خطبات شامزی.......... وقت کی پکار ہے

★★......خطبات شامزی.......... مظلوم کی آواز ہے

★★......خطبات شامزی.......... بصائر وعبر کا مجموعہ ہے

★★......خطبات شامزی.......... موعظوں کا مہکتا گلدستہ ہے

★★......خطبات شامزی.......... پندو نصح کا بیش بہا دفینہ ہے

★★......خطبات شامزی.......... فکر وعمل کا آئینہ ہے

★★......خطبات شامزی.......... عرفانِ خودی کا سفینہ ہے

★★......خطبات شامزی.......... افکار ومباحث کا انمول خزینہ ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قطراتِ فکر

اللھم لا تجعلنا بنعمتک مستدرجین ولا بثناء الناس مغرورین ومن الذین اٰکلین بالدین وصلّ وسلم علیٰ حبیبک سید المرسلین وعلیٰ اٰلہ وصحبہ اجمعین...... وبعد

زور بازو آزما شکوہ نہ کر صیاد سے
آج تک کوئی قفس ٹوٹا نہیں فریاد سے

مسلمان جب تک مسلمان رہا تو حاکم وغالب رہا اور جب اس نے اسلام کو سلام کیا مقتضائے حال کے مطابق قلم وخنجر، تیغ وسناں، وعظ وتبلیغ، دعاء ومناجات کا صحیح استعمال نہیں کیا تو پھر وہ پٹ گیا، مٹ گیا، رسوا ہو گیا، ذلیل وخوار ہو گیا۔

کامرانی کی جگہ ناکامی، زندگی کی جگہ موت، سلامتی کی جگہ اضطراب، نغمہ، نشاط کی جگہ شور وغوغا، زمزمہ سنجی کی جگہ نوحہ خوانی، آبِ حیات کی جگہ بحر خونیں، حکمرانی کی جگہ غلامی، اور عزت کی جگہ ذلت...... اس کا مقدر بنی۔

مسلمان من حیث المجموع معصیت میں مبتلا ہیں۔ کیونکہ قرآنی احکام (حد زنا، حد سرقہ، حد قذف وقصاص وغیرہ) کہیں بھی نافذ نہیں ہیں۔ یہ امت مسلمہ کی اجتماعی بے حسی اور ناکامی ہے، جو کہ گناہ کبیرہ ہے۔

آج ہماری دعائیں بھی اسی وجہ سے قبول نہیں ہوتیں کہ پوری امت اس

اجتماعی گناہ میں مبتلا ہے۔ دعائیں ضرور فائدہ پہنچاتی ہیں مگر انہی کو جو عزم و ہمت، جرأت و استقلال رکھتے ہیں۔ بے ہمتوں اور ڈرپوک لوگوں کے لئے تو دعا ترک عمل اور تعطل قویٰ کا ایک حیلہ بن جاتی ہے۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے

خلق اللہ للحروب رجالاً

ورجالاً لقصعة وثرید

اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کو جنگوں کے لئے پیدا کیا ہے اور بعض لوگوں کو قورمے اور ثرید کے لئے۔

آج مسلمان دنیا کے ہر گوشہ سے ہمارے لئے مصائب و آلام کی آغشتہ خون اطلاعات کا ہدیہ بھیج رہے ہیں۔ ماؤں اور بہنوں کی بے عزتی و رسوائی سے لبریز واقعات کا تحفہ ارسال کر رہے ہیں۔ اور ہم نے خواب غفلت میں اپنا ایمان تک متزلزل کر دیا ہے۔ غفلت اور بے حسی کی ساری سنتیں تازہ کردی ہیں۔ جس کی وجہ سے ملت کا ہر پیر و برنا غمگین و حزیں ہے۔

ایمان کی آسان سی کسوٹی یہ ہے کہ

اگر دنیا کے کسی گوشے میں پیروان اسلام کے سروں پر تلوار چمک رہی ہو۔ اور اس کا زخم ہم اپنے دلوں میں نہ دیکھیں ...... اگر اس نیلگوں آسمان کے نیچے کہیں ایک مسلم پیرو توحید کی لاش تڑپ رہی ہو ...... اور ہمارے دلوں میں اس کی تڑپ نہ ہو۔

اگر فلسطین میں ایک حامی وطن کے حلق بریدہ سے خون کا فوارہ چھوٹ رہا ہو ...... اور ہمارے دل و جگر کے ٹکڑے نہیں ہو جاتے۔

چیچنیا میں جو گردنیں اڑادی جاتی ہیں اور جن سے سکرات عالم میں کلمہ توحید کی آواز نکل رہی ہوں اور ہم اپنی گردنوں پر اس کے نشان محسوس نہ کریں۔ اگر کوسوو، عراق، الجزائر کے میدانوں میں حاملین دین متین کے سر اور سینے گولیوں سے چھید رہے ہوں ...... اور ہم ایک لمحہ کے لئے راحت و چین اور سکون محسوس کریں۔ اگر کسی میدان کارزار میں ایک مسلمان کے تلوے میں کانٹا چبھ جائے ...... اور اس کی چبھن کو تلوے کی جگہ ہم اپنے دل میں محسوس نہ کریں۔ اگر دنیا کے کسی کونے میں مسلمان کو کسی قسم کی بھی تکلیف اس کے مسلم ہونے کی وجہ سے پہنچے ...... اور ہم اس صدمے سے بے خبر رہیں۔

تو ہمیں سمجھ لینا چاہیے کہ ہم ایمان کی نعمت سے محروم ہیں اور حضورؐ کے اس قول کے باغی اور نافرمان ہیں کہ

مثل المؤمنین فی توادھم وتراحمھم وتعاطفھم مثل الجسد اذا اشتکی منہ عضو تداعی لہ سائر الجسد بالسھر والحمی

(صحیح مسلم کتاب البر والصلة والادب باب تراحم المؤمنین وتعاطفھم وتعاضدھم)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ......

مسلمانوں کی مثال باہمی مودت و مرحمت اور محبت و ہمدردی میں ایسی ہے جیسے ایک جسم واحد کی۔ اگر اس کے ایک عضو میں کوئی درد پیدا ہوتا ہے تو سارا جسم اس تکلیف میں شریک ہو جاتا ہے۔

اور قرآن کریم میں ہے کہ......

"اشداء علی الکفار رحماء بینهم"

(سورۂ فتح آیت ۲۹)

مسلمان وہ ہیں کہ جو کافروں کے لئے نہایت سخت مگر آپس میں نہایت رحیم وہمدرد۔

یعنی مسلمان اگر سخت ہوگا تو کافروں کے لئے ہوگا، لیکن اس کی محبت والفت اور ہمدردی حق وصداقت، توحید اور اسلام کے لئے ہوگی۔

آہ اثم آہ!...... آج ہمارے دلوں کی آہیں، ہمارے جگر کی ٹیسیں اور ہماری آنکھوں کے آنسو بھی اغیار کی خوشنودگی کے لئے وقف ہیں۔

مسلم حکمرانوں کی بے راہ روی، نفس پرستی، اغراض پسندی، باہمی جنگ وجدل، ایثار وفدویت فراموشی اور ہر قسم کے اشغال ضلالت نے مسلم امّہ کو بدحالی اور انتشار کے عروج تک پہنچادیا ہے۔

اس تمہید کی روشنی میں بخوبی یہ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ

خطبات شامزی کے مرتب ویکجا کرنے کے مقاصد ومطالب کیا ہیں.....؟

خطبات شامزی، موجودہ دور میں مسلم امّہ کے مسائل، ان کا حل، امریکہ، دین اور وطن دشمن عناصر کی چالیں..... طریقہ، واردات، سمت اور طریق جنگ کہ دشمن کہاں اور کس انداز سے حملہ آور ہے.....؟

اس کے مقابلہ میں تقاضہ وقت، طریقہ مدافعت اور مسلمانان عالم کا اہم اور اولین فریضہ اور وظیفہ کیا ہے؟ خطبات شامزی سربستہ رازوں سے پردہ سرکاتا ہے اور ہر ایک چہرہ بخوبی اس میں دیکھا جاسکتا ہے۔ خطبات شامزی سامراج

کی ریشہ دوانیوں، استعمار کے توسیع پسندانہ عزائم اور مسلم حکمرانوں کے غلامانہ ذہنیت اور وفادارانہ کارناموں کی، ملک وملت کے خلاف برسرپیکار دشمن قوتوں اور ان قوتوں کے نت نئے ہتھکنڈوں اور طریقہ ہائے واردات سے لبریز داستان عبرت ہے۔

جاں فروشان ملت اور مجاہدین حق پرست جن کے سر گردنوں پر نہیں بلکہ ہمیشہ ہتھیلیوں پر رہتے ہیں۔ اس خطبات کے اوّلین مخاطب ہیں اور آج وہ ببانگ دہل ان سے کہہ سکتا ہے۔

اور میں آج بھی اس دور ستم پیشہ میں
کج کلاہوں کی رعونت سے الجھ سکتا ہوں
ڈال سکتا ہوں مہ ومہر کے سینہ پہ خراش
برق وباراں کی خشونت سے الجھ سکتا ہوں

دوسرا بڑا مقصد یہ ہے حدیث نبوی ﷺ ہے کہ

حساب کے دن ایک شخص کو احکم الحاکمین کے سامنے پیش کیا جائیگا، جس نے عمر بھر سجدے کئے تھے، ماتھے پر بڑا سا گٹہ پڑ گیا تھا اور تسبیحات پڑھنے میں جس کی عمر گزری تھی مگر مالک کے مزاج کو نہیں پہچانا، آدمی سے محبت نہیں کی۔

تو اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ تم کون ہو.....؟

جواب دے گا کہ آپ کا دوست ہوں۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم میرے کیسے دوست ہو؟

میں بھوکا تھا میں نے روٹی مانگی تھی تم نے روٹی نہ دی۔

کہا..... پروردگار آپ تو خود رازق ہیں..... کھلانے والے ہیں .....

کھاتے نہیں......

جواب ملے گا کہ ہاں! لیکن وہ میرا بندہ جو بھوکا تھا تم نے اسے روٹی کیوں نہیں بھیجی؟

اگر اسے دیتے تو آج میرے پاس پاتے اس حدیث کا یہ مطلب بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ

اللہ تعالیٰ ہم لوگوں سے پوچھے گا کہ...... میں بھٹک رہا تھا تم نے مجھے راستہ کیوں نہیں بتایا......؟

لوگ کہیں گے کہ پروردگار آپ کب بھٹکتے ہیں......؟

فرمائے گا...... میرے بندے بھٹک رہے تھے اور قرآن شریف کا روحانی رزق تمہارے پاس تھا محمد ﷺ کے کردار کی زندہ تصویر تمہارے پاس تھی۔

کتنے انسان تھے جو حقیقت کائنات کو ڈھونڈ رہے تھے۔ علمی حقیقت تلاش کر رہے تھے وہ جو ایک قوم بھٹک رہی تھی اور علم کو ڈھونڈتی اور رہنمائی کو تلاش کرتی پھر رہی تھی۔ اگر تم اسے (صحیح لائحہ) دیتے تو تمہارے لئے اس کا اجر و ثواب آج میرے پاس ہوتا۔

ان خطبات کی جمع و ترتیب واشاعت اسی جذبہ اور اسی احساس کے ساتھ کی جارہی ہے اور اسی مقصد سے انسانیت کی فلاح و بہبود اور رشد و ہدایت کے لئے زیور طبع سے آراستہ کیا جارہا ہے۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی نظام الدین شامزی دامت برکاتہم سلف کا ایک نمونہ ہیں، ایک دردمند، امت مسلمہ کے زوال پر فکر مند، کوہ ہمالیہ سے زیادہ

حوصلہ مند، قرآن وحدیث سے بہرہ مند، ایک انقلابی اور نابغۂ روزگار شخصیت ہیں۔

اور یہ ان کے شاہکار خطبات ان کے افکار کا گنجینہ اور ان کی سیرت کا آئینہ بھی ہیں۔ اس لئے کہ ان کے قول وفعل میں کوئی تضاد نہیں!

اسلوب بیان دلکش، الفاظ سلیس اور خوبصورت، لہجہ صاف، باتیں کھلی اور واضح، ہر خطبہ اعجاز و اختصار کی مثال، معانی کا جامع اور بصیرت وعبرت کا خزینہ ہے۔

ان خطبات کے بیان اظہار میں نالہ وفریاد اور اسلوب میں دبدبہ ہے۔ مطالب کا عمق، فقروں کی آرائش، بیان کی رنگینی، ذہنوں پر فتح مندی کا سلیقہ، برجستہ اشعار کے استعمال نے ان خطبات کی دل کشی اور افادیت میں چار چاند لگا دیے ہیں۔

الفاظ میں زور، بندشوں میں شگفتگی، خیالات میں وثوق، عقائد میں رسوخ اور رائے کی اصابت ان خطبات کا خاصہ ہے۔

جذباتیت کے شیدائی، غور وفکر سے عاری اور اغیار کی غلامی پر راضی دلدادگان مغربیت اور اسیران نفسانیت کے لیے یہ خطبات عبر و بصائر کا سرچشمہ ہیں۔

صبر کی تلخی، علم کی شیرینی، عمل کی سختی، نظریات کی پختگی، عقیدے کی مضبوطی، نصب العین سے غایت درجہ کی شیفتگی، جرأت وجسارت کی فراوانی، سامراج کی بیخ کنی اور نظام اسلام کے نفاذ کی سعی۔ ان خطبات کا سبق ہے۔

خطبات...... کا مجموعہ صرف یہی ایک نہیں اور بھی ہوں گے لیکن میرے خیال میں نظریاتی اور فکر انگیز خطبات پر کام نہ ہونے کے برابر ہوا ہے۔

میں پورے اعتماد کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ دور حاضر میں اردو زبان میں ایسے نظریاتی خطبات کہیں بھی یکجا نہیں..... بات رطب ویابس کے انبار کی نہیں بلکہ معیار و جامعیت کی ہے۔

اس مجموعہ کے مطالعہ کے وقت یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ یہ خطبات ہیں تقریریں ہیں...... یہ کوئی باقاعدہ تصنیف نہیں ہے..... اس لئے ان کا اسلوب تحریری نہیں لیکن ان میں بلاواسطہ اور براہ راست خطاب کی تمام خوبیاں پائی جاتی ہیں۔

فی البدیہہ تقریر کو اگر تحریری صورت میں لایا جائے تو عموماً زبان وبیان اور اسلوب کی پابندیوں سے تجاوز کر جاتی ہے۔ لیکن اس امر کا سہرا حضرت مفتی صاحب کی علمی استعداد، تبحر علمی اور بلند فکری کے سر ہے کہ ان کی زبان سے ادا ہونے والے الفاظ قرطاس کے سینے پر اتر کر زیادہ دلکش اور بامعنی ہو گئے ہیں۔

خطبات میں اس بات کا بھی خیال رکھا گیا ہے کہ جہاں بھی قرآنی آیت یا حدیث آئی ہے اس کا حوالہ درج کر دیا جائے۔ جس سے اس کتاب کی اہمیت مزید بڑھ گئی ہے۔

میں ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہان پوری دامت برکاتہم اور جناب محمد فاروق قریشی مدظلہ العالی کا نہایت شکر گذار ہوں کہ اول الذکر کے کلمات تبریک اور آخر الذکر کا مقدمہ کتاب کی اہمیت اور افادیت کے ساتھ اس کی زینت اور دلکشی کا موجب ہوا ہے۔ (بارک اللہ فی عمرھما)

راقم مفتی محمود اکیڈمی کے اراکین کا بطور خاص شکر گذار ہیں کہ انہوں نے نہ صرف ہر مرحلہ پر میری حوصلہ افزائی کی بلکہ میری اس کاوش کو منصہ شہود پر لانے کا

موجوب بنے۔

خطبات کی جمع و ترتیب کے دوران پیش آنے والی مشکلات میں سید اکبر شاہ ہاشمی، پرنس سرفراز خان اور جناب اصغر خان قیؔ نے جو معاونت کی ہے اس کے لئے دونوں کا شکر گذار ہوں اور دونوں کے لئے درازی عمر اور توفیق عمل صالح کی دعا کرتا ہوں۔

میں ڈاکٹر امیر زادہ خان، ابن الوفا صدیقی، اصغر حسین شاکر اور مولوی روح الامین کا منت گذار ہوں جنہوں نے مفید مشوروں سے نوازا۔

اللہ کریم سے دعا ہے کہ وہ یہ خطبات نوجوانان اسلام کے لئے مشعل راہ و چراغ ہدایت اور مرتب کے لئے دنیا و آخرت کا توشہ بنا دے۔ آمین ثم آمین۔

خاک پائے علمائے حق

قطب الدین عابد

مدرسہ امام محمد بن اسماعیل البخاری

سلطان آباد ٹاؤن۔ منگھوپیر۔ کراچی۔

حالات زندگی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام ونسب!

''نظام الدین شامزی بن حبیب الرحمٰن شامزی''

ولادت! ۱۹۵۱ء

جائے ولادت!

''گاؤں فاضل بیگ گھڑی، بحرہ، تحصیل مٹہ، علاقہ شامزی، ضلع سوات صوبہ سرحد''

ابتدائی تعلیم!

ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی، اور درجہ سادسہ تک کتابیں مدرسہ عربیہ مظہر العلوم مینگورہ سوات میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرحمٰن برتھانے باباجی رحمۃ اللہ علیہ (امیر جمعیت علماء اسلام ضلع سوات) اور دیگر مشائخ سے پڑھی۔
علم منطق، علم کلام، فلسفہ اور اصول فقہ کی کتابیں بھی وہیں پڑھیں۔

دورہ حدیث!

۱۹۷۳ء میں دورۂ حدیث کے لئے ملک کی ممتاز درسگاہ جامعہ اشرفیہ لاہور تشریف لے جارہے تھے...... لیکن راولپنڈی میں مولانا محمد اکبر صاحب سواتی سے ملاقات ہوئی...... جو اسی سال جامعہ فاروقیہ کراچی میں شیخ الحدیث حضرت

مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم سے دورہ حدیث پڑھ چکے تھے۔

انہوں نے حضرت شیخ کے طرز تدریس اور قدرت علی التدریس کا تذکرہ نہایت عقیدت اور والہانہ انداز سے کیا...... جس کی وجہ سے حضرت مفتی صاحب نے جامعہ اشرفیہ میں داخلہ لینے کا ارادہ ترک فرما کر کراچی تشریف لے آئے۔

جامعہ فاروقیہ میں داخلہ!

جامعہ فاروقیہ میں شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب نے خود مفتی صاحب سے مشکوٰۃ المصابیح کا امتحان لیا اور کامیاب قرار پائے۔

چونکہ اس زمانہ میں جامعہ فاروقیہ ایک نوزائیدہ مدرسہ تھا...... اور اکثر عمارت کچی تھی...... اس سے حضرت مفتی صاحب کے دل میں شکوک وشبہات پیدا ہو گئے...... جب بے چینی بڑھی تو اپنے طور پر ایک بڑے مدرسے میں داخلہ بھی لیا......
لیکن جب شیخ الحدیث سے پہلے دن کا سبق سن کر اور ابتدائی ابحاث پر حضرت شیخ الحدیث کا خوبصورت، مدلل اور دل موہ لینے والا مرتب اور واضح انداز تدریس کا مشاہدہ کیا تو اطمینان قلب آگیا اور مستقل وہیں پڑھنے لگے۔ دورہ حدیث بھی حضرت شیخ الحدیث سے پڑھی۔

فراغت کے بعد اپنی خداداد صلاحیتوں اور بے مثل قابلیت اور ناقابل یقین حد تک مطالعہ کرنے کی بدولت جامعہ فاروقیہ میں مسند تدریس پر فائز ہو گئے۔

اور رفتہ رفتہ ترقی کر کے مسند افتاء پر جلوہ افروز ہو کر رئیس دارالافتاء مقرر ہو گئے اور تقریباً بیس سال تک وہاں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔

ڈاکٹریٹ ڈگری!

جنرل ضیاء الحق مرحوم کے دور میں جب ''یونیورسٹی گرانٹس کمیشن'' نے وفاق المدارس العربیہ کی عالیہ کی سند کو ایم اے عربی، ایم اے اسلامیات کے مساوی تسلیم کیا..... تو اس کے بعد پاکستان کے بعض عربی جامعات میں وفاق المدارس العربیہ کی درجہ عالیہ کی سند کی بنیاد پر ایم فل اور پی ایچ ڈی میں داخلے شروع ہوئے۔

تو حضرت مفتی صاحب نے بھی جامعہ سندھ میں ایم فل کا داخلہ لیا، حضرت مولانا ڈاکٹر پروفیسر صغیر الدین صاحب مرحوم ان کے مقالے کے نگران مقرر ہوئے۔

ان کی نگرانی میں حضرت مفتی صاحب نے ''شیوخ بخاری'' (امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شیوخ جن سے انہوں نے صحیح بخاری میں احادیث لی ہیں، باقی کتابوں مثلاً تاریخ کبیر، تاریخ صغیر، جزء القران، جزء رفع الیدین، کتاب الادب المفرد میں جن شیوخ سے انہوں نے کسب فیض کیا ہے..... ان کا اجمالی تذکرہ ہے) کے عنوان سے ایک تحقیقی وتاریخی مقالہ لکھا جو اپنے موضوع فن علم اسماء الرجال کے اعتبار سے اردو کی سب سے پہلی کتاب ہے۔

اس مقالے پر حضرت مفتی صاحب کو پی ایچ ڈی کی ڈگری ملی۔

چمنستانِ بنوری میں آمد!

۱۹۸۱ء میں مجاہد ملت، حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دعوت اور حکم پر بنوری ٹاؤن تشریف لائے..... اور استاد حدیث کی حیثیت سے تدریس شروع کی اور تاحال شیخ الحدیث اور نگران تخصص فی الفقہ کی حیثیت سے مصروفِ عمل ہیں۔

روزنامہ جنگ کراچی اقراء صفحہ میں مستقل کالم ''آپ کے مسائل اور ان کا حل'' حضرت لدھیانوی شہید لکھا کرتے تھے..... آپ کی شہادت کے بعد یہ ذمہ داری بھی حضرت مفتی صاحب پر ڈالی گئی۔

اس میں حضرت مفتی صاحب مسائل کا عام فہم، آسان اور مدلل انداز میں جوابات دیتے ہیں..... جس سے لاکھوں لوگ استفادہ کرتے ہیں۔ یہ جوابات آپ کے علمی، فقہی اور دور جدید کے مسائل پر مکمل ادراک کا بیّن ثبوت ہیں۔

اولاد......!

حضرت کے تین بیٹے اور پانچ بیٹیاں ہیں جو کہ الحمدللہ سب کے سب حافظ قرآن ہیں۔

اوصافِ حمیدہ!

حضرت مفتی صاحب کی شخصیت تاریخی نوعیت کی حامل ہے۔

جمالِ صورت..... حسن سیرت..... تربیت صالحہ..... حیات طیبہ..... شرافت، ذہانت، فطانت اور دیانت کا مجسم نمونہ..... درس وتدریس میں دھیماپن..... خوبصورتی، ترنم، مٹھاس اور شائستگی بدرجہ اتم موجود..... خوف خدا کے سوا ہر خوف سے بے نیاز..... قدم مجاہد کے..... عقل سیاس و مدبر کی..... طویل مشاہدہ..... عمیق تجربہ..... اور گہرا مطالعہ انکی ذکاوت پر دال..... علم کے رسیا..... قرآن کے شیدا..... حدیث کے شائق..... فقہ کے نباض..... جب بولتے ہیں تو شہد کے قطرے ٹپکاتے اور غنچے چٹکاتے ہیں۔

عالم اسلام کے تمام مسائل کا مکمل ادراک رکھتے ہیں...... ملکی، عالمی، سیاسی ومعاشی حالات وواقعات اور مسائل پر گہری نظر ہے...... قدرت نے جرأت، ذہانت اور حافظہ کی غیر معمولی دولت اور قوت اظہار وبیان کی بے مثال فراوانی عنایت فرمائی ہے۔

جو افکار کو عمل کی بصیرت...... روحوں کو زندگی کی حرارت...... کمزور بانہوں کو قوت عمل...... گونگوں کو تاب وطاقتِ گفتار اور جوہر فکر ونظر کو جرأت اظہار دینے والے ہیں۔

ہنگامۂ عالم سے بے نیاز...... اپنی دینی وراثتوں سے شگفتگی...... اور اپنی اسلامی روایتوں میں توڑ پھوڑ قطعی پسند نہیں کرتے ہیں۔

جس کی زندہ مثال پچھلے سال امریکی فرعون کی کھلی جارحیت اور دہشت گردی کے خلاف اعلانِ جہاد کا تاریخی فتویٰ اور استبداد کو...... ان کے خنجر تلے للکارنا اور سچائی کا سرعام اعلان کرنا ہے۔

اور یہ فرمانا ہے کہ بحیثیت ایک مسلمان امریکہ کا ساتھ دینا...... یا...... امریکی بدمعاشی سے صرفِ نظر کرنا طالبان حکومت کے خلاف کسی بھی محاذ پر امریکہ کا ساتھ دینا...... یا...... چپ رہ کر ان کی غلامی پر رضامند ہونا...... ضمیر کی موت اور ایمان کی جان کنی ہے۔

تاریخ اسلام میں عموماً اور تاریخ پاکستان میں خصوصاً مشکل سے ایسا فتویٰ دیا گیا ہو...... اور سرعام ہزاروں کے مجمع میں بنفس نفیس سنایا بھی ہو۔

بیعت وتعلق!

سب سے پہلے حضرت مفتی صاحب...... قطب الاقطاب حضرت اقدس شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے رائے ونڈ کے ایک اجتماع میں بیعت ہوئے۔

حضرت شیخ الحدیثؒ کے وصال کے بعد حضرت اقدس حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے خلیفہ اجل حضرت مولانا فقیر محمد قدس سرہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد حضرت مفتی صاحب نے اپنا اصلاحی تعلق شہید ملت حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ سے قائم فرمایا۔

حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ نے الطاف وعنایات اور شفقتوں کی بارش فرمائی۔

حضرت مفتی صاحب جمعیت طلباء اسلام پاکستان کے ابتدائی ساتھیوں میں سے ہیں جنھوں نے جمعیت طلباء اسلام کو منظم کرنے کے لئے شب وروز جدوجہد کی۔

نظریات کی پختگی اور قوت عمل کی فراوانی جمعیت طلباء اسلام ہی کا دیا ہوا سبق ہے۔

اساتذہ کرام میں حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب سے اور سیاست میں مفکرِ اسلام حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ سے بہت متاثر ہیں اور ان کو ملت مسلمہ کا آئیڈیل مانتے ہیں۔

''مفتی محمود ایک قومی راہ نما'' کتاب کے دیباچہ میں حضرت مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں!

مفکرِ اسلام.........فقیہِ کامل......محدث العصر......علم ودانش کے حسین پیکر......میدانِ سیاست کے شہسوار......مسندِ حدیث کی زینت......مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ اقدس ہم سب کے لئے مشعلِ راہ ہے۔

اور اہلِ علم کا وقار جس طرح حضرت مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ نے بلند فرمایا ہے......اس پر علمائے امّت ان کے احسان مند ہیں۔

حضرت مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ پوری امت کی ایک آئیڈیل شخصیت تھے۔(صفحہ:۱۱)

حضرت مفتی نظام الدین شامزئی دامت برکاتہم کا وجود ....امّتِ مسلمہ کے لئے رحمتِ خداوندی ہے۔

ایک شاعر نے شاید حضرت مفتی صاحب کے بارے میں کہا ہے کہ!

کل زمان واحد یقتدی بہ

وھذا زمان انت لاشک واحد

ہر زمانے میں ایک منفرد شخصیت ایسی ہوتی ہے............جس کی سبھی اقتداء کرتے ہیں............بلاشبہ اس دور میں آپ ہی وہ منفرد شخصیت ہیں۔

اللہ کریم اس شجرِ سایہ دار کو دشمنانِ اسلام ووطن کے شرور سے بچائے۔(امین)

"وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین"

حضور ﷺ کی سیرت مبارکہ

وقت:......صبح گیارہ بجے

تاریخ:......جولائی ۱۹۹۹ء

مقام:......گلستان جوہر کراچی۔

حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سیرت مبارکہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذباللہ من شرور انفسنا ومن سیات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھدان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشھدان سیدنا وحبیبنا ومولانا محمداً عبدہ ورسولہ ارسلہ بالحق بشیراً ونذیراً وداعیاً الیہ باذنہ وسراجاً منیراً، اما بعد.....!

فاعوذباللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"وجاھدوا فی اللہ حق جھادہ ھو اجتبکم وما جعل علیکم فی الدین من حرج" (سورۃ الحج آیت ۷۸)

"صدق اللہ العظیم وصدق وبلغ رسولہ النبی الکریم"

میرے قابل احترام علماء کرام اور مسلمان بھائیو.....!

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ!

"وجاھدوا فی اللہ"

''کہ تم جہاد کرو اللہ تبارک وتعالیٰ کی راہ میں''

"حق جھادہ"

''جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے''

"ھو اجتبکم"

اس ذات نے یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمہیں چن لیا ہے''

آج کا یہ اجتماع حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت کے حوالے سے ہے۔

حضورؐ کی سیرت کے دو دور ہیں:

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت کے دو دور ہیں........ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ کا ایک دور وہ ہے جس کو مکی دور کہتے ہیں۔

مکی دور:

کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وحی کے بعد تیرہ سال تک مکۂ مکرمہ میں رہے........ اور مکۂ مکرمہ میں یہ جو تیرہ سال نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گزارے...... یہ محنت کے دن تھے...... مشقت کے دن تھے..... اور صبر کے دن تھے۔

احادیث مبارکہ سے یہ بات ثابت ہے کہ مکی زندگی میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اتنی تکلیفیں پہنچائی گئیں کہ جس کا تصور بھی اس دور میں نہیں کیا جا سکتا۔

خود حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول ہے...... ارشاد فرماتے ہیں کہ!

"اوذیت فی اللّٰہ مالم یؤذیٰ احداً"

"کہ مجھے اللہ تبارک وتعالیٰ کے دین کے لئے اتنی تکلیفیں پہنچائی گئیں کہ اتنی تکلیفیں کسی دوسرے انسان کو۔۔۔ کسی دوسرے شخص کو نہیں پہنچائی گئیں"

مکی دور میں تکالیف:

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین مکی زندگی میں جو لوگ مسلمان ہوئے تھے۔۔۔۔ تو گویا مسلمان ہونے کا مطلب یہی تھا کہ وہ خود تکلیفوں کو دعوت دے رہے ہیں۔

کفار ان میں سے ایک ایک کو پکڑتے اور انہیں تکلیفیں پہنچاتے۔۔۔۔ ایک ایک کو پکڑتے اور انہیں انگاروں پر لٹاتے۔۔۔۔ اور ایک ایک کو گرم ریت پر لٹا کر ان کے سینوں کے اوپر بھاری پتھر رکھتے تھے یہ تیرہ سال کا جو مکی دور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین کا گزرا ہے، یہ سارا دور۔۔۔۔ تکلیفوں کا دور تھا۔۔۔۔ مصیبتوں کا دور تھا۔

اور یہ ایسا دور تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے یہ حکم تھا۔۔۔۔ کہ تم اپنے ہاتھ روکے رکھو۔

باوجودیکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تکلیفیں پہنچائی گئیں۔۔۔۔ صحابہ کرام کو تکلیفیں پہنچائی گئیں۔۔۔۔ اور بعض شہید بھی کیے گئے۔۔۔ لیکن ان تمام تکالیف کے باوجود۔۔۔۔ ان مصیبتوں کے باوجود۔۔۔۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ حکم تھا کہ تم اپنے ہاتھ روکے رکھو۔۔۔۔ تمہیں ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہیں۔۔۔۔ تم

اپنے دفاع کیلئے بھی ہاتھ نہیں اٹھا سکتے۔

لیکن اس کے بعد پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے۔۔۔۔ تیرہ سال کے بعد نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اجازت دی۔۔۔۔ اور پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم سے ہجرت فرمائی۔

مدنی دور:

ہجرت کر کے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔۔۔۔ جب آپ ﷺ مدینہ گئے تو ہجرت کے پہلے سال نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ حکم ملا۔۔۔۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ اب اگر کفار تم پر حملہ کریں۔۔۔۔ مظالم ڈھانے کی کوشش کریں۔۔۔۔ تمہیں تکلیفیں پہنچانے کی کوشش کریں۔۔۔۔ تو اب اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے تمہیں اس بات کی اجازت ہے کہ تم اپنے دفاع میں۔۔۔۔ اور اپنی حفاظت میں ہاتھ اٹھا سکتے ہو۔

دفاعی جہاد کا پہلا حکم:

اس باب میں سب سے پہلے قرآن کریم کی یہ آیت اتری کہ۔۔۔۔!

"اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا"

(سورۃ الحج آیت ۳۹)

ترجمہ:۔۔۔۔ "فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب سے تمہیں اجازت دی گئی ہے۔۔۔۔ (ان لوگوں کے ساتھ کہ جن سے لڑائی لڑی جاتی تھی۔۔۔۔ اور جن کو شہید کیا جاتا تھا۔۔۔۔ اور جن کو مارا جاتا رہا۔۔۔۔ ان سب کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب

سے اجازت دی گئی ہے کہ اگر ان کے اوپر ظلم ہو...... ان کے اوپر جنگ مسلط کردی جائے...... ان کے اوپر کوئی شخص، کوئی قبیلہ حملہ کردے تو...... فرمایا) کہ اب اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب سے اجازت ہے کہ وہ اپنے دفاع کے لئے ہاتھ اٹھا سکتے ہیں۔"

"اذن للذین یقاتلون بانّھم ظلموا"

(سورۃ حج آیت ۳۹)

اور یہ اجازت اس بناء پر دی گئی کہ ان پر مظالم کیے گئے اور فرمایا کہ!

"انّ اللہ علیٰ نصرہٖ لقدیر"

کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی مدد اور ان کی نصرت پر قادر ہے، اور اب اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب سے ان کی مدد کی جائے گی...... ان کی مدد کی جائے گی۔

چنانچہ غزوۂ بدر...... اور اس وقت بعض غزوات جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین نے لڑے اور یہ غزوات دفاعی تھے...... کہ خود نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کے اوپر حملے کیے گئے تھے...... مسلمانوں نے ان بعض غزوات میں اقدام نہیں کیا تھا بلکہ وہ اپنے دفاع میں لڑے تھے۔

اقدامی جہاد کا حکم:

اس کے بعد ہجرت کے دوسرے اور تیسرے سال اللہ تبارک وتعالیٰ نے پھر مسلمانوں کو اقدام کرنے کی بھی اجازت دی...... جس کو اقدامی جہاد کہتے ہیں۔

کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب سے اس بات کی اجازت ملی کہ اب مسلمان اگر مناسب سمجھیں تو وہ ازخود اقدام کرکے...... اپنی جانب سے اقدام

کرکے...... کفار پر حملہ کرنا چاہیں تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان کو اس بات کی اجازت دی گئی۔

چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین کو جب اللہ تعالیٰ کی جانب سے اقدام کی اجازت ملی تو اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین نے جہاد کا مسلسل عمل شروع کیا۔

سرورِ کائناتؐ میدانِ جہاد میں:

احادیث مبارکہ اور تاریخ سے یہ بات ثابت ہے کہ اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جو دس سالہ حیاتِ مبارکہ ہے...... آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدنی دور کی...... ہر سال خود نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تین مرتبہ جہاد کیلئے نکلے۔

ان دس سالوں میں ستائیس غزوات وہ ہیں کہ جن میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بذاتِ خود شرکت کی...... بنفسِ نفیس اللہ تبارک وتعالیٰ کے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسلام کے غلبہ کیلئے...... اور کفر کو مغلوب کرنے کیلئے...... ہاتھ میں تلوار لے کر ستائیس دفعہ نکلے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر سال میں تین مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نکلے۔

اور اس کے علاوہ بعض وجوہات کی بناء پر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود تشریف نہیں لے جاسکتے تھے...... تو پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین کو بھیج دیتے تھے۔

سریہ کسے کہتے ہیں:

محدثین کی اصطلاح میں سریہ اس غزوہ کو کہتے ہیں کہ جس غزوہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود شریک نہ ہوں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام میں سے کسی شخص کو امیر بنایا اور وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم اور اجازت سے جہاد کے لئے تشریف لے گئے، اس کو سرایا کہتے ہیں۔

تو ایسے سرایا کی تعداد پچاس سے زیادہ ہیں جن کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جہاد کے لئے بھیجا...... چنانچہ جب اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جہاد کی اجازت ملی تو اسی کا نتیجہ تھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس دس سال کی حیاتِ مبارکہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے پورے جزیرۃ العرب سے کفر کو ختم کیا۔

اور جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس دنیا سے تشریف لے جارہے تھے تو اس وقت جزیرۃ العرب پورا کا پورا صرف مسلمانوں پر مشتمل جزیرہ تھا...... کفار کو وہاں سے نکال دیا گیا تھا۔

اخرجوا الیہود من جزیرۃ العرب:

یہود کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ سے جلاوطن کیا تھا...... خیبر میں ان کی کچھ رہائش تھی...... حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور خلافت میں یہودیوں کو خیبر سے بھی جلاوطن کردیا...... اس لئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ وصیت فرمائی تھی کہ!

"اخرجوا الیہود والنصاریٰ من جزیرۃ العرب"

"کہ یہود کو جزیرۃ العرب سے نکال دو"

یہود ایک سازشی قوم ہے:

وجہ اس کی یہ تھی کہ یہود ایسے شرپسند تھے ...... اور دنیا کی ایسی لعین اور نجس قوم ہے کہ اس سے بڑھکر ملعون، نجس اور سازشی قوم اس دنیا میں نہیں ہے۔ یہ اگر جزیرۃ العرب میں موجود رہتے تو کبھی بھی وہاں اسلامی حکومت مستحکم نہیں بن سکتی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو نکالا...... بعد میں حضرت عمر فاروقؓ نے خیبر سے انکو نکالا۔

ان کو نکالنے کے بعد اسلامی مملکت ...... اسلامی حکومت مستحکم بن گئی...... اور ان کو نکالنے کے بعد مسلمانوں کو اس بات کی مہلت ملی کہ وہ جزیرۃ العرب سے باہر نکلیں۔

اس لئے کہ جب تک یہودی جزیرۃ العرب کے اندر موجود تھے...... تو ان کی سازشوں کی وجہ سے مسلمانوں کو فرصت نہیں ملتی تھی ...... ہر وقت یہودیوں کی سازشوں کا ڈر رہتا تھا۔

اور جب ان کو جزیرۃ العرب اور خیبر وغیرہ سے نکال دیا گیا تو اس کے بعد حضرت عمر فاروقؓ کی افواج کی توجہ رومیوں کی طرف ہوئی ...... اور انہوں نے روم کو فتح کیا۔

اسی طریقے سے فارس (ایران) کی طرف ان کی توجہ ہوئی تو کسریٰ اور تمام مجوسی جو تھے ان سب حکومتوں کو فتح کیا...... اور ایک جانب جہاد کی برکت سے سارے روم کے اوپر فتح حاصل ہوئی اور دوسری جانب جہاد کی برکت سے فارس میں مجوسیوں کے اوپر فتح حاصل ہوئی۔

اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں اسلامی حکومت اتنی وسیع ہوگئی کہ تقریباً لاکھوں مربع میل پر اسلامی حکومت تھی .... یہ جہاد کی برکت تھی .... یہ جہاد کا نتیجہ تھا۔

امت مسلمہ جب تک جہاد کی برکت سے واقف رہی ..... اور جہاد میں مشغول رہی .... شہادت کی تمنا جب تک امت مسلمہ کے نوجوانوں کے دلوں میں موجزن تھی تو اس وقت امت مسلمہ آگے بڑھ رہی تھی۔

اور کفار جن میں یہودی شامل تھے ..... عیسائی شامل تھے .... مجوسی شامل تھے، سب کے سب پیچھے ہٹتے گئے اور دارالاسلام کا رقبہ وسیع ہوتا گیا۔

لیکن امت مسلمہ جب جہاد سے غافل ہوئی .... مسلمان نوجوانوں کے دلوں سے شہادت کی تمنا ختم ہوئی .... جہاد کا جذبہ جب دل سے نکل گیا .... تو اس کا نتیجہ پھر یہ ہوا کہ کفار ہم پر غالب آگئے ..... کفار ہمارے خلاف جمع ہونے لگے اور ان کی حالت بالکل شیروں جیسی ہوگئی اور مسلمانوں کی حالت بالکل لونڈیوں کی سی ہوگئی۔

اس سے پہلے جب جہاد کا جذبہ تھا .... شہادت کی تمنا ہر نوجوان کے دل میں تھی تو اس وقت یہ مسلمان شیروں کی طرح تھے اور یہ سارے کے سارے

کفار لونڈیوں کی طرح تھے۔

رستم کا اپنے کمانڈروں سے اہم سوال:

فارس میں مجوسیوں کے خلاف جب مسلمان پہنچے اور جہاد کا سلسلہ شروع ہوا.... فتوحات ہونے لگیں ..... مسلمان آگے بڑھنے لگے ..... تو رستم نے جو کمانڈر تھا ..... اپنے سرداروں کا اجلاس بلایا اور اجلاس میں اپنے کمانڈروں اور سرداروں سے کہا کہ ”کیا بات ہے کہ تم شکست در شکست کھا رہے ہو اور یہ مسلمان فتح پر فتح حاصل کر رہے ہیں۔ سبب کیا ہے؟

ان کے پاس گھوڑے نہیں ہیں ..... ان کے بدن ہمارے مقابلے میں مضبوط نہیں ہیں ..... ہمارے مقابلے میں ان کے پاس اسلحہ کچھ بھی نہیں ہے ...... اور باوجود اس بے سروسامانی کے ..... اور باوجود اس ضعف کے ...... اور باوجود اسلحہ نہ ہونے کے ہم دیکھ رہے ہیں کہ وہ تمہیں شکست دے رہے ہیں ..... آگے بڑھ رہے ہیں ..... اور تم پیچھے ہٹ رہے ہو ..... سبب کیا ہے؟“ تو تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ رستم کے کمانڈروں میں سے ایک کمانڈر نے کہا کہ!

”جان کی امان ہمیں دے دو ..... ہم تمہیں سچی بات بتا دیں گے“

مسلمانوں کی کامیابی کا اصل راز:

رستم نے کہا کہ ”تم صحیح بات بتا دو تمہیں کچھ نہیں کہا جائے گا جان کی امان تمہیں دیتے ہیں، بتاؤ؟

تو اس نے کہا کہ ''بات یہ ہے کہ جس قوم کے ساتھ ہمارا مقابلہ ہو رہا ہے...... یہ وہ قوم ہے کہ اس سے پہلے بھی ہمارا اور ان کا مقابلہ ہوتا تھا...... لیکن جب ہم اور یہ مقابل ہوتے تھے تو یہ شکست کھاتے تھے اور ہم فتح حاصل کرتے تھے۔

اس لئے کہ ان کے جسم ضعیف...... ان کے پاس اسلحہ نہیں...... ان کے پاس کھانے پینے کے لئے کچھ نہیں...... جب یہ عرب کی حیثیت سے ہم سے لڑتے تھے تو اس وقت ہم فتح حاصل کرتے تھے اور یہ شکست کھاتے تھے۔

لیکن آج یہ ایک اور حیثیت سے ہمارے پاس آئے ہیں...... یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے دین کے داعی اور مجاہد کی حیثیت سے ہمارے پاس آئے ہیں...... اب جبکہ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے دین کے نمائندے کی حیثیت سے ہمارے پاس آئے ہیں...... تو انہوں نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی قوت کو ہمارے مقابل لاکھڑا کیا ہے۔ اسلئے ہم ان سے جیت نہیں سکتے۔

اور ان کی صفت کو دیکھو کہ!

جب تمہاری فوج کسی شہر میں پہنچتی ہے تو اس شہر اور اس گاؤں کو لوٹتی ہے...... وہاں کی خواتین کی عزت وعصمت کو تباہ کر دیتے ہیں اور وہاں پر جتنی تباہی وہ کر سکتے ہیں کر لیتے ہیں۔

اس کے برخلاف جب مسلمانوں کا لشکر جس گاؤں میں پہنچتا ہے تو نہ کسی کی دولت کو لوٹتے ہیں، نہ کسی کی عزت وعصمت پر ہاتھ ڈالتے ہیں، نہ کسی کا نقصان کرتے ہیں...... اور اس کے برعکس تمہارے لشکر یہ سب کچھ کرتے ہیں۔

ہم بااللیل رھبان وبالنہار فرسانٌ

دوسری بات یہ کہ!

اپنے رب سے ہر وقت ان کا تعلق قائم رہتا ہے...... دن کو گھوڑے کی پیٹھ پر سوار ہو کر یہ لڑتے ہیں...... اور رات کو مصلّٰی کے اوپر کھڑے ہو کر یہ اپنے رب سے مدد مانگتے ہیں...... اپنے رب سے تعلق قائم کرتے ہیں۔

کہنے لگا کہ!

''ہم بااللیل رھبان وبالنہار فرسان''

ترجمہ: ...... ''دن کو یہ بہترین شہسوار ہوتے ہیں اور رات کو راہبوں کی طرح سب کچھ سے اپنا تعلق ختم کر کے رب کے سامنے سخت عبادت گزار ہوتے ہیں۔''

یہی وہ چیز تھی جس نے تمام مسلمانوں کو تمام دنیا پر غلبہ دیا تھا...... یہی وہ چیز تھی جس کی وجہ سے ہمارا دین اسلام دنیا میں حاکم تھا...... دنیا میں وہ غالب تھا...... اور جب ہماری یہ کیفیت ختم ہوگئی تو ہم مغلوب ہونے لگے...... محکوم ہونے لگے...... غلام ہونے لگے...... اور کفار ہمارے اوپر اپنی حکومت کرتے رہے۔

آج پوری دنیا میں یہودی ہم پر مسلّط ہیں...... اور اسلامی ملکوں میں یعنی جو لوگ ہمارے اوپر مسلط ہیں...... وہ بھی یہودیوں اور عیسائیوں کی نمائندگی کرتے ہیں...... ان کی غلامی کرتے ہیں جتنے بھی منصوبے ہوتے ہیں وہ انہیں کے لائے ہوئے ہوتے ہیں...... یہودیوں اور عیسائیوں کے بنائے ہوئے منصوبے ہوتے ہیں۔

امریکی قادیانی بغیر ویزا پاکستان کیوں آیا......؟

ہماری بے بسی اور غلامی کی حالت یہ ہے کہ ایک قادیانی ہے...... امریکہ میں رہتا ہے، منصور اعجاز اس کا نام ہے جو کلنٹن کا ذاتی دوست ہے...... اور اتنی گہری دوستی ہے کلنٹن اور اس کی بیوی اس کے گھر آتے جاتے رہتے ہیں۔

وہ منصور اعجاز چند دن پہلے یہاں پاکستان آیا...... بغیر کسی پاسپورٹ کے...... بغیر کسی ویزے کے، اس کی شہریت پاکستانی نہیں امریکی ہے...... لیکن ہمارے ملک کے اندر وہ بغیر پاسپورٹ اور بغیر ویزے کے آیا۔ اور کشمیر کے جہاد کے حوالے سے فوجیوں سے ملنا شروع کیا...... ان سے کہا کہ کشمیر کے جہاد کا تمہیں کیا فائدہ ملے گا؟...... اور حزب المجاہدین کے کمانڈر صلاح الدین سے بھی اس منصور اعجاز نے ملاقات کی ...... اور ملاقات میں ان سے کہا کہ ''تم خط لکھو، میں تمہارا خط کلنٹن تک پہنچاتا ہوں''...... اور اسکے خط کو وہ اٹھا کر کلنٹن کے پاس لے گیا۔

یہ منصور اعجاز قادیانی اس لئے پاکستان آیا تھا کہ اس نے یہودیوں اور عیسائیوں کو یہ باور کرایا تھا کہ میں اسامہ بن لادن کو گرفتار کر کے تمہارے ہاتھ میں دوں گا۔

چنانچہ یہاں پاکستان میں مختلف ایجنسیوں کے اندر...... جہادی تنظیموں کے اندر...... اور مختلف ایجنسیز کے اندر اس نے لابنگ ...... کرنی شروع کردی۔

اور مختلف لوگوں کو لالچ دے کر ان کو اس بات پر آمادہ کرنے لگا کہ تم اسامہ بن لادن کے خلاف کام کرو...... یا یہ کہ ان کو شہید کردو...... یا ان کو گرفتار کرنے کی کوشش کرو۔

اب ہماری صورت حال یہ ہے کہ اپنے ملک میں ہم اپنے دشمن کو یہ تک نہیں کہہ سکتے کہ تم یہاں نہ آو۔

وہ ہماری مرضی کے خلاف ...... وہ ہمارے نظریے کے خلاف...... وہ ہمارے دین کے خلاف یہاں کام کریں...... ہم ان کو نہیں روک سکتے...... ہم ان کو کچھ نہیں کہہ سکتے کہ بھئی تم یہ کام نہ کرو۔

ترکِ جہاد میں ذلت ہے:

یہ سب کچھ کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے!

''فاذا ترکتم الجهاد فسلط الله عليكم الذلة''

''کہ جب تم جہاد کو ترک کردو گے تو اللہ تبارک وتعالیٰ ذلت کو تم پر مسلط فرما دیں گے''

وہ ذلت ہم پر ایسی مسلط ہوگئی...... ایسی ایسی ذلتیں ہم اٹھاتے ہیں...... لیکن ہمیں احساس تک نہیں ہوتا، کچھ بھی ہماری غیرت نہیں جاگتی۔

تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت کا ایک پہلو یہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا...... اللہ تبارک وتعالیٰ کی راہ میں خود اسلحہ لیکر نکلے...... خود جنگ میں اپنے جسم کو زخمی کرایا...... جنگ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خون گرا...... ان سب کے نتیجے میں

اللہ تبارک وتعالیٰ کا دین دنیا میں غالب ہوا...... اور مسلمان روئے زمین پر غالب اور حاکم ہوئے۔

آج بھی اگر امت مسلمہ کے نوجوانوں میں جہاد کا جذبہ بیدار ہو جائے تو پھر یہ جتنی یہودی قوتیں ہیں...... جتنی عیسائی قوتیں ہیں اور کفر کی جتنی قوتیں ہیں...... یہ سب قوتیں اسلام اور مسلمانوں کے مقابلے میں نہیں ٹھہر سکتیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا دین دنیا میں غالب ہوگا جو کہ نبی اکرم ﷺ کی بعثت کا مقصد تھا۔

بعثت نبوی کا مقصد:

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ!

"ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلّہ" (سورۃ صف آیت ۹)

اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات وہ ذات ہے کہ جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت کے ساتھ اور دین حق کے ساتھ بھیجا اور اس لئے بھیجا کہ!

"لیظھرہ علی الدین کلّہ"

تاکہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے پیغمبر کو اور اپنے پیغمبر کے لائے ہوئے دین کو دنیا میں غالب کردے یہ تھا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا دین دنیا میں غالب ہو جائے۔

جہاد تا قیامت جاری رہے گا:

اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا دین غالب ہوگا جہاد کے ذریعہ سے، اسی لئے اللہ تبارک وتعالیٰ کے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ!

"الجھاد ماض الیٰ یوم القیمۃ"

"جہاد قیامت کے دن تک جاری رہے گا"

آج دنیا بھر میں جو مسلمان مغلوب ہیں، کشمیر میں...... فلسطین میں چیچنیا اور شیشان میں اور دنیا کے دیگر خطوں میں جہاں مسلمانوں پر ظلم کیا جاتا ہے...... اور یہودی، عیسائی اور کفر کی تمام قوتیں جو مسلمانوں کو مار رہی ہیں تباہ کر رہی ہیں۔

اس کا علاج صرف اور صرف یہ ہے کہ مسلمان نوجوانوں میں صرف جہاد کا جذبہ بیدار ہو جائے، اللہ تبارک وتعالیٰ کے دین کو دنیا میں غالب کرنے کا جذبہ پیدا ہو جائے، مسلمانوں میں شوقِ شہادت کا جذبہ بیدار ہو جائے۔

تو پھر ان شاء اللہ تبارک وتعالیٰ کفر کی یہ ساری قوتیں ختم ہو جائیں گی...... انشاء اللہ تعالیٰ ختم ہو جائیں گی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ یہ جذبہ ہمارے دلوں میں بیدار فرمائے...... اور ہمیں عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ (آمین)

"واخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین"

مقصد زندگی

وقت:...... صبح دس بجے

تاریخ:...... ۱۵ صفر ۱۴۲۲ھ

مقام:...... جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوریؒ ٹاؤن کراچی۔

مقصد زندگی

"نحمدہ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم"

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ"

(سورۃ المؤمنون آیت ۱۱)

کیا تم نے یہ گمان کیا ہے کہ ہم نے تمہیں عبث اور بیکار پیدا کیا ہے، اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے؟

انسانی زندگی کا مقصد:

اس آیت کریمہ سے ہمیں معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بیکار پیدا نہیں فرمایا بلکہ ہماری پیدائش اور زندگی کا کوئی مقصد ہے، وہ مقصد کیا ہے؟ اللہ تبارک وتعالیٰ دوسرے مقام پر اس مقصد کو یوں بیان فرمایا ہے:

"وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ."

(سورۃ الذاریات آیت ۵۶)

یعنی ہماری زندگی کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بندگی کا مفہوم بہت ہی وسیع ہے، مگر افسوس کہ ہم نے بندگی کو بہت ہی محدود کر رکھا ہے، چنانچہ کسی نے نماز پڑھ لی اور سمجھ لیا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی بندگی کا حق ادا کر دیا ہے۔

اسی طرح کوئی روزہ رکھ کر یا حج ادا کرنے کے بعد کہتا ہے کہ میں نے بندگی کا حق ادا کر دیا ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص بندگی کو ان عبادت میں محدود کرتا ہے تو یقیناً

خسارہ میں ہے۔

اسی طرح علماء کرام مخصوص دینی خدمات یا عبادت کر کے یہ کہیں کہ ہم نے بندگی کا حق ادا کر دیا ہے تو یہ بھی غلط ہے!

بندگی کیا ہے؟

جب کہ بندگی قرآن کریم اور احادیثِ نبویہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) سے مستنبط احکامات پر عمل کرنے کا نام ہے، اللہ تعالیٰ نے "یومِ عرفہ" کے موقع پر یہ آیت نازل فرمائی:

"اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ
نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔"

(سورۃ المائدہ آیت ۳)

حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں دو صیغے استعمال فرمائے گئے ہیں: (۱) "اکمال" (۲) "اتمام" کسی شئی کا اکمال یہ ہے کہ اس کے اندر وہ تمام چیزیں جمع ہو جائیں جن پر اس کا وجود موقوف ہے۔

"اتمام" اس کو کہتے ہیں کہ اس چیز کے اندر وہ تمام اجزاء پائے جائیں جو تحسین وتزئین کے واسطے ضروری ہوں، گویا اللہ رب العزت نے اس دین کو "وجود" اور "تحسین وتزئین" کے اعتبار سے مکمل کر دیا ہے، دین کا یہ حسین ومزین وجود قرآن کریم، احادیث نبویہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام)

اور ان دونوں سے مستنبط احکامات کا نام ہے اور یہی مسلمان کی زندگی کا صحیح اور اصل قانون ہے۔

علماء اور طلباء کی عملی زندگی کا مقصد!

اب علماء اور طلباء اپنی عملی زندگی کے مقصد پر غور کریں اور سوچیں کہ ہماری زندگی کا جو حصہ پڑھنے اور پڑھانے میں صرف ہوتا ہے اس کا مقصد کیا ہے.....؟ دراصل اس دنیا میں دو قسم کے لوگ ہیں۔

(۱)..... وہ لوگ جن کو سمجھ بوجھ نہ ہو یعنی پاگل اور مجنون ہوں، قول وفعل تو ان سے بھی صادر ہوتے ہیں مگر یہ لوگ اس طرح اعمال کرتے ہیں کہ ان کے سامنے کوئی مقصد نہیں ہوتا۔

(۲)..... وہ لوگ جو عقل اور سمجھ رکھتے ہیں، ہم انہیں "مکلف" کہتے ہیں، وہ کوئی بھی قول وفعل یا عمل کرتے ہیں تو ان کے سامنے ایک مقصد ہوتا ہے کہ یہ کام فلاں مقصد کے لئے کر رہے ہیں۔

اس مختصر سے اصول کی روشنی میں اب اس بات کا جائزہ لیجیے کہ ہم درس وتدریس میں جو اوقات خرچ کرتے ہیں، مثلاً کوئی ناظرہ پڑھنے والا ناظرہ مکمل کرتا ہے، یا حفظ کرنے والا پورا قرآن کریم حفظ کر لیتا ہے، یا کوئی "درسِ نظامی" کا طالب علم درجہ اولیٰ سے دورۂ حدیث تک اپنا تعلیمی سفر مکمل کرتا ہے، تو سوال یہ ہے، کہ ہمارا مقصد اس سے کیا ہے؟ آیا ان مرحلوں سے گزر کر صرف ان درجوں کی تکمیل ہمارا مقصود ہے یا ہمارے پیشِ نظر کوئی دوسرا مقصد ہے.......؟

عزیز طلباء.....!

جس مقصد کے حاصل کرنے کے لئے ہم ان مراحل سے گزر کر تکمیل تک پہنچتے ہیں، یہ تکمیل مقصود بالذات نہیں ہے، بلکہ مقصود بالذات ایک دوسری چیز ہے

جس کے حصول کیلئے یہ مراحل راہ گزر کی حیثیت رکھتے ہیں........ ہم نے اساتذہ کرام سے سنا ہے کہ دنیا میں رائج علوم دو طرح کے ہیں

(۱)......علوم آلیہ

(۲)......علوم عالیہ......

(۱)......علوم عالیہ......یہ وہ علوم کہلاتے ہیں جو بالذات مقصود نہ ہوں، مثلاً علم صرف ونحو، ادب، کلام منطق اور فلسفہ وغیرہ، یہ علوم بالذات مقصود نہیں ہیں، یہ مقصد حاصل کرنے کے لئے اسباب وذرائع ہیں تا کہ ان کے توسط سے قرآن وحدیث کے سمجھنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے قرآن کریم اور نبی ﷺ کے فرامین واحکام کو سمجھنے، سمجھانے کے لئے ہم ان علوم کو پڑھتے پڑھاتے ہیں یہ مقصود بالذات نہیں ہیں، بلکہ مقصود بالتبع ہیں، اس لئے ان کے پڑھنے پڑھانے پر اجر وثواب بھی تبعاً ہے نہ کہ اصالۃً......

(۲)......علوم عالیہ:......یہ وہ علوم کہلاتے ہیں جو بالذات مقصود ہوتے ہیں مثلاً قرآن کریم کا علم، احادیث نبویہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کا علم، تفسیر، فقہ، اصول فقہ اور اصول حدیث وغیرہ، یہ علوم مقصود بالذات ہیں ان پڑھنے پڑھانے پر اجر وثواب ہے۔

علوم عالیہ پڑھنے پڑھانے کا مقصد:

''علوم عالیہ'' میں شامل تمام علوم پڑھنے پڑھانے کی ''غرض وغایت'' سعادۃ الدارین...... (دونوں جہان) دنیا وآخرت کی کامیابی ہے۔

یعنی دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے اور آخرت میں بھی اس کی رضا حاصل ہو جائے، طالب علم تحصیل علم کے جو بھی مراحل طے کر رہا ہو، چاہے

علوم عالیہ کے ہوں یا علوم آلیہ! کے، ان سب سے طالبعلم کے پیش نظر اللہ رب العزت کی رضاء جوئی ہونی چاہئے......

نظام الملک اور مقصد نا آشنا طلباء:

دنیا گمنام عبدالملک (ابو المعالی عبدالملک بن الامام محمد عبداللہ بن یوسف ضیاء الدین الشافعی) کو امام الحرمین کے نام سے یاد کرتی ہے......امام الحرمین......امام الائمۃ......اہل شرق وغرب انکی امامت پر متفق ہیں، چار سال ''حرمین شریفین'' میں رہنے کی وجہ سے ''امام الحرمین'' کے لقب سے مشہور ہوئے، جب یہ حجاز سے لوٹ کر نیشاپور آئے تو نظام الملک نے ان کے لئے ایک عظیم الشان مدرسہ بنایا، یہی وہ مدرسہ ہے جو امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ جیسے یکتائے روزگار کی مادر علمی رہا ہے......اس مدرسہ کی کیا شان وشوکت ہوگی......؟ جس میں امام الحرمین جیسے استاد ہوں......اور امام غزالی جیسے طالب علم ہوں......؟

بہر حال ایک مرتبہ نظام الملک طوسی رحمۃ اللہ بھیس بدل کر خاموشی سے اس مدرسہ میں آئے، دیکھا کہ طلباء پڑھ رہے ہیں......ایک طالب علم سے پڑھنے کی غرض معلوم کی......تو اس نے کہا کہ میرے والد فلاں علاقے میں ''قاضی القضاۃ'' کے منصب پر فائز ہیں، میں پڑھ کر ان ان کے منصب کو سنبھالوں گا، اسی طرح اس نے یکے بعد دیگر دوسرے طالب علموں سے پڑھنے اسی طرح اس نے یکے بعد دیگرے دوسرے طالبعلموں سے پڑھنے کی غرض معلوم کی، تو سب نے تقریباً اس سے ملتا جلتا جواب دیا کہ میں فلاں منصب سنبھالوں گا......میں فلاں منصب سنبھالوں گا......یا کہ اپنے باپ کی جگہ

سنبھالوں گا...... نظام الملک ان طلباء کے مقاصد وعزائم سن کر حیران ہوا، اور اس نے محسوس کیا کہ اس مدرسہ پر جو سالانہ وماہانہ خرچ ہو رہا ہے، یہ فضول ہے، کیونکہ ان میں سے کسی کا مقصد حصول دین اور رضائے الٰہی نہیں ہے، بلکہ ان کے سامنے دنیوی مقاصد، صدارت اور وزارت ہے، چنانچہ اس نے فیصلہ کرلیا کہ اس مدرسہ کو بند کر دیا جائے۔

مقصد شناس طالب علم!

اسی اثناء میں جب نظام الملک طوسی واپس لوٹنے لگے تو انہوں نے دروازے کے پاس ایک طالب علم کو مطالعہ کرتے ہوئے دیکھا، انہوں نے سوچا کہ اس طالب علم سے بھی پوچھ لیتا ہوں کہ اسکا مقصد تعلیم کیا ہے؟ جب انہوں نے اس طالب علم سے سوال کیا کہ تم یہ تعلیم کیوں حاصل کر رہے ہو؟ تو اس نے جواب دیا کہ مجھے پتہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اور وہی معبود حقیقی ہے، اس ذات نے ہمیں اپنی بندگی کے واسطے پیدا فرمایا ہے، میں یہ علوم نبویہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) اس لئے پڑھ رہا ہوں کہ میں یہ معلوم کرسکوں کہ کون سی باتیں ایسی ہیں جو میرے رب کی بندگی کا حصہ ہیں؟ اور وہ کون سے اعمال ہیں جن سے میرا خدا راضی ہوتا ہے؟ اور وہ کون سے اعمال ہیں جن سے میرا خدا ناراض ہوتا ہے؟ اس طالب علم کا یہ جواب سن کر نظام الملک طوسی نے اطمینان کا سانس لیا اور کہا کہ اس مدرسہ کی بقاء کے جواز کے لئے یہ ایک طالب علم ہی کافی ہے، اس طرح اس نے اپنے ارادے کو تبدیل کر دیا......

اخلاص کے ثمرات!

آپ جانتے ہیں کہ وہ طالب علم کون تھا؟...... وہ وقت کا امام...... تمام علوم وفنون کا ماہر...... امام غزالیؒ تھا...... جن کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں نیک نام شہرت عطا فرمائی تھی اور دنیا کی ان نعمتوں سے نوازا جن کا انسان تصور بھی نہیں کرسکتا...... اور جو طلباء دنیوی مناصب کیلئے پڑھ رہے تھے آج کوئی بھی نہیں جانتا کہ وہ کون تھے؟...... کہاں چلے گئے؟...... حقیقت یہ ہے کہ اگر ہم رضائے الٰہی کو مقصود بنائیں گے تو اللہ رب العزت شہرت، دولت، منصب اور ضروریات زندگی ان لوگوں سے بہتر عطا فرمائیں گے جو ان نعمتوں کے حصول کے لئے بھاگ رہے ہیں......

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ اگر ہم طالب علمی کے زمانے میں محنت ومشقت سے پڑھیں اور مقصود صرف رضائے الٰہی ہو تو نتیجہ یہ ہوگا کہ ہمارا علم، علم نافع ہوگا، اس میں برکت ہوگی...... اللہ تعالیٰ تمام نعمتیں اور شہرتیں بھی عطاء فرمائیں گے

...... علم بابرکت ونفع مند کب ہوتا ہے!

علم میں برکت اور اس کے نفع مند ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ طالبعلمی کا زمانہ...... جو اس کی تربیت کا زمانہ ہے... غفلت سے نہ گزرے، اس لئے کہ اگر کسی نے اس زمانہ میں نماز، تکرار، مطالعہ، عبادات اور دیگر لازمی معمولات کی پابندی نہ کی تو کل فراغت کے بعد بھی وہ اسی حالت، غفلت پر جمار ہے گا۔

ایک دور تھا کہ حضرات اکابرؒ، طلباء کو بیعت نہیں کیا کرتے تھے کیونکہ طالبعلمی کا زمانہ یکسوئی کا زمانہ ہوتا ہے، اس زمانے میں طالب علم کا ایک ہی مقصد ہو تو منزل تک پہنچ جاتا ہے، اب جب کہ یکسوئی نہ رہی، صلاحیتیں ماند پڑ گئیں، نت نئے فساد کھڑے ہو گئے...... اور کئی بیماریاں اور خرابیاں پیدا ہو گئیں تو اکابرین نے طلباء کو بیعت کرنا شروع کر دیا۔ آج کے دور میں طالبعلم کا کسی اللہ والے سے تعلق ہونا بھی ضروری ہے تاکہ طالبعلم زمانہ طالبعلمی میں ہی اچھی عادات و خصائل سے متصف ہو جائے، کیونکہ اگر اس دور میں بری عادات، وخصائل سے متصف ہو گیا تو آئندہ کبھی بھی اس سے بچنا ممکن نہیں ...... اگر کوئی کہے کہ فلاں پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ گیا ہے، تو یہ بات مانی جا سکتی ہے، لیکن اگر کوئی یہ کہے کہ فلاں نے اپنی عادات و خصائل کو تبدیل کر لیا ہے، تو یہ بات غیر متیقن ہے، اس لئے کہ شیطان اسے آج کل کی ادھیڑ بن میں تو پھنسائے رکھے گا، مگر اسے بری عادتوں سے کنارہ کشی اور توبہ نہیں کرنے دیگا۔

ہر شب گویم کہ فردا ترک این سودا کنم
باز چوں فردا شود امروز را فردا کنم

شرعی معمولات اور دینی معاملات میں غفلت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے دور میں اپنے عمال کو سب سے زیادہ نماز کی تاکید کیا کرتے اور یوں فرماتے:

"ان اهم امور کم عندی الصلوٰۃ من حفظها و حافظ علیها حفظ دینه ومن ضیّعها فهو لما سواها اضیع۔"

(مشکوٰۃ المصابیح ج:۲ ص:۵۹)

یعنی نماز تمہارے اہم ترین کاموں میں سے ہے، جس نے اس کی حفاظت و محافظت کی، اس نے اپنے دین کی حفاظت کی اور جس نے اسے ضائع کیا، وہ دوسری دینیات کو بطریق اولیٰ ضائع کرنے والا ہوگا......

طالب علم کو چاہئے کہ نماز باجماعت کی پابندی کرے...... چاہئے تو یہ تھا کہ طلباء خود پابندی کرتے لیکن معاملہ اس کے برعکس ہے کہ ان کو نماز باجماعت کیلئے اٹھایا جاتا ہے، مگر پھر بھی وہ پابندی نہیں کرتے...... اگر ابھی سے ہم نے نماز باجماعت کی پابندی نہ کی تو فراغت کے بعد بھی یہ بری عادت ہم سے چمٹی رہے گی اور نماز باجماعت کی توفیق نصیب نہ ہوگی۔

اسی طرح اگر طالب علم کی عادات، خصائل، عبادات اور دوسرے معاملات صلحاء کی طرح نہ ہوں...... لباس، داڑھی اور وضع قطع صلحاء کی طرح نہ ہو تو ہم مفت میں اللہ تعالیٰ کی لعنت کے مستحق بنیں گے اور عام آدمی بھی طلباء وعلماء سے متنفر ہو جائیگا۔

طلباء کے اندر سرایت کرتی ہوئی ایک بری خصلت، جو ایک عام آدمی کے لئے بھی باعث عار ہے، یہ ہے کہ وہ طالب علم ہو کر بھی خدانخواستہ جوتے وغیرہ چوری کر لے۔

ایک مرتبہ دار العلوم دیوبند میں جوتے چوری ہونے کی شکایت آئی تو حضرت مولانا رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ طالب علم چور نہیں ہو سکتا بلکہ چور طالب علم کا لبادہ اوڑھ کر مدرسہ میں گھس آیا ہوگا۔

علم کی زکوٰۃ:

علم کے ساتھ ساتھ طالب علم کے لئے اس پر عمل کرنا بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے علم کی زکوٰۃ دیا کرے۔ حضرت بشر بن الحارث الحافی، امام احمد بن حنبلؒ کے ہم عصر تھے وہ جب امام احمدؒ کے حلقہ درس سے گزرتے، جہاں پچاس ہزار یا لاکھ طلبہ کا مجمع ہوتا تو ان سے فرماتے: اے حاملین حدیث!

"ادوا زکوٰۃ علمکم"......

(یعنی اپنے علم کی زکوٰۃ ادا کیا کرو) ایک دن احمد بن حنبل رحمۃ اللہ نے پوچھا کہ علم کی زکوٰۃ کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ اگر کسی نے چالیس احادیث پڑھی ہوں تو کم از کم ایک پر تو عمل کرلیا کرے، یہ علم کی زکوٰۃ ہے......

(وفی روایۃ: اعملوا من کل مائتی حدیث خمسۃ احادیث، مقدمہ ابن خلدون ص:۱۲۵)

یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کو سات لاکھ یا چھ لاکھ احادیث یاد تھیں، پوچھا گیا کہ آپ نے اتنی احادیث کس طرح یاد کیں؟ فرمایا کہ جو حدیث ہم پڑھتے تھے تو فوراً اس پر عمل شروع کر دیتے، یوں وہ حدیث ہم کو یاد ہو جاتی، رٹہ لگانے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔

بہترین عالم بننے کی ضمانت:

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا جو

طالب علم تین باتوں پر عمل کرے میں اس کے بہترین عالم ہونے کی ضمانت دیتا ہوں۔

۱...... پہلی بات یہ ہے کہ طالب علم سبق پڑھنے سے قبل اس سبق کا مطالعہ کرے، بعض طلباء مطالعہ کے وقت نہ سمجھنے کی شکایت کرتے ہیں کہ جی! ہم مطالعہ کرتے ہیں لیکن سبق سمجھ میں نہیں آتا، حالانکہ مطالعہ کے وقت سبق کا صحیح سمجھنا ضروری نہیں ہے، طالب علم کا مطالعہ صرف اسلئے ہوتا ہے کہ مطالعہ سے اس کو پتہ چلے کہ کل کے سبق میں اس کو کتنی باتیں سمجھ میں آتی ہیں اور کتنی نہیں، اور یہ کہ سبق کتنی باتوں پر مشتمل ہے۔

۱:...... دوسری بات یہ ہے کہ جب استاد سبق پڑھائے تو طالب علم سبق میں ذہناً، قلباً، اور جسماً حاضر ہو، بعض طلباء تو استاد کے سبق میں حاضر ہی نہیں ہوتے اور جو حاضر ہوتے ہیں ان میں سے بعض یہ سمجھتے ہیں کہ ہم سبق سننے کے لئے آئے ہوئے ہیں اور ہم نے حاضر ہو کر استاد پر احسان کیا ہے۔

بہر کیف جس طرح جسماً حاضر ہے قلباً بھی حاضر رہے...... یہ استاد کی مسند کی کرامت ہے...... جب اللہ تعالیٰ آپ کو بھی یہ، سند عطا فرمائیں گے تو آپ بھی یہ جان لیں گے...... کہ استاد کو سب معلوم ہو جاتا ہے کہ کونسا طالب علم سن رہا ہے اور اور کون سا نہیں...... اور کون سا طالب علم سمجھ رہا ہے اور کون سا نہیں......

۳...... تیسری بات یہ ہے کہ جو سبق استاد پڑھائے کم از کم تین مرتبہ اس سبق کا

کرار کرلے، حضرت تھانوی رحمہ ا...... فرماتے ہیں کہ میرا ہمیشہ یہ معمول رہا ہے، اور اب بھی ہے، جو ان باتوں پر عمل کرلے گا میں اس کو بہترین عالم بننے کی ضمانت دیتا ہوں۔

علم کسے ملتا ہے؟

ایک بات یہ ہے کہ اللہ رب العزت علم اس کو عطا فرماتے ہیں جس کے اس شکر کی نعمت ہو، اور اس کے دل میں اس کی عظمت ہو...... جس کا کام ''زندہ باد'' ''مردہ باد'' کے نعرے لگانا ہو اس کو علم نہیں ملے گا...... اور وہ ہدایت کا کام نہیں کر سکے گا، حصول علم کے واسطے قلت تعلقات ضروری ہے، یعنی دوران تعلیم کسی سے نہ دوستی ہو اور نہ دوشمنی ہو، اور نہ کسی سیاسی یا مذہبی تنظیم کے ساتھ طالب علم کا کوئی تعلق ہو، اس لئے کہ مشہور ''مقولہ'' ہے:

''لکل شیء افۃ و للعلم افات''

یہ طالب علمی کا زمانہ علم کا زمانہ ہے، آج اگر علم کی قدر نہ کی جاتی تو کل پھر ہاتھ میں ڈاڑی ہوگی اور یہ کہتا پھرے گا کہ میرے علم کی کسی نے قدر نہ کی، ارے بھائی تو نے کچھ پڑھا ہی نہیں تو تیرے علم کی قدر کیا ہوگی؟

و آخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

جہنم اور جنت کے اعمال

وقت:...... بعد نماز عصر

تاریخ:...... مارچ ۲۰۰۰ء

مقام:...... جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی۔

جہنم اور جنت والے اعمال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

امابعد......!

فقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

عن ابی ھریرة قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اکثر مایدخل الناس الجنة قال تقوی اللہ وحُسن الخلق وسئل عن اکثر مایدخل الناس النار قال الفم والفرج۔

(جامع الترمذی، ابواب البر والصلة عن رسول اللہ باب ماجاء فی حسن الخلق)

یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔ سنن ترمذی میں ان سے منقول ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ

عام طور پر وہ کونسی چیزیں ہیں جو انسان کو جہنم پہنچادیتی ہیں۔ گویا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جہنم کے اسباب کے متعلق پوچھا گیا کہ

وہ کون سے اسباب ہیں......؟

جو اسباب انسان کو جہنم میں پہنچادیتے ہیں اور انسان کو جہنم کا مستحق قرار دیتے ہیں۔

اس حدیث میں یہ منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

انسان کے دو اعضاء ایسے ہیں اگر انسان اپنے ان دو اعضاء کو قابو میں رکھے تو فرمایا کہ

ہر انسان جہنم سے بچ جاتا ہے۔

اس حدیث میں یہ منقول ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جب پوچھا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ

ایک چیز انسان کی زبان ہے۔ یہ زبان انسان کو جہنم میں پہنچادیتی ہے اور فرمایا کہ

ایک انسان کی شرم گاہ ہے۔ کہ یہ شرم گاہ انسان کو جہنم میں پہنچاتا ہے۔

زبان کے متعلق صحیح بخاری شریف میں یہ حدیث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے

"عن عبداللہ بن عمرؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ"

(کتاب الایمان ،باب المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ صحیح بخاری)

آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ

کامل مسلمان وہ انسان ہے کہ جس کی زبان کی ایذا (ضرر) سے اور ہاتھ کی ایذا (ضرر) سے دوسرے مسلمان محفوظ ہیں۔

زبان کی حفاظت:

یہاں اس حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان کی ایذا کو مقدم بیان فرمایا کہ

کامل مسلمان وہ ہے کہ جس کی زبان کی ایذا سے اور ہاتھ کی ایذا سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

تقدیم زبان کی وجہ:

محدثین فرماتے ہیں کہ

زبان کی تقدیم کی وجہ یہ ہے کہ ایک تو زبان کی ایذا بہت عام ہے۔ ہاتھ سے انسان فقط ان لوگوں کو ایذا پہنچا سکتا ہے جو سامنے موجود ہوں۔

ایک انسان آپ کے سامنے موجود ہے اگر آپ اس کو ہاتھ سے نقصان پہنچانا چاہیں تو پہنچا سکتے ہیں۔ لیکن سامنے اگر وہ انسان جو موجود نہیں ہے تو اس صورت میں اس کو ہاتھ سے ایذا پہنچانا، ہاتھ سے نقصان پہنچانا یہ ممکن نہیں ہوگا۔ لیکن زبان کے متعلق فرماتے ہیں کہ

زبان ایسی چیز ہے کہ اس کی ایذا اور نقصان بہت عام ہے۔ زبان کے ذریعے ہم اس انسان کو بھی تکلیف پہنچا سکتے ہیں جو سامنے ہو اور اس انسان کو بھی نقصان پہنچا سکتے ہیں جو سامنے نہ ہو غائب ہو۔

اس انسان کو بھی تکلیف پہنچا سکتے ہیں جو اس دنیا میں موجود ہے اور اس انسان کو بھی نقصان پہنچا سکتے ہیں جو اس دنیا سے جا چکا ہے۔

اس کی غیبت کر کے...... اس کی برائی کر کے...... اس پر تہمت لگا کر...... اس کو گالی دے کر۔

بلکہ محدثین تو یہ فرماتے ہیں کہ

زبان کے ذریعے انسان ان لوگوں کو بھی تکلیف پہنچا سکتا ہے جن کا اس دنیا میں ابھی وجود بھی نہیں آیا۔ مثلاً

کسی انسان کی اولاد کو...... یا کسی کی آنے والی نسل کو انسان گالی دے اسی بناء پر

اس حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ

ان اعضاء میں سے ایک عضو جو انسان کو جہنم پہنچا دیتا ہے وہ انسان کی زبان ہے اور حقیقت یہ ہے کہ

انسان اگر اپنی زبان پر قابو پا لے تو بہت سارے گناہوں سے انسان محفوظ ہو جاتا ہے۔ اسی لئے ایک حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ منقول ہے کہ ایک صحابی نے آپؐ سے وصیت کے لئے کہا کہ

اے اللہ کے پیغمبر! مجھے وصیت فرما دیجئے

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

"اَمسِک علیک لسانک"

(جامع ترمذی)

فرمایا کہ اپنی زبان کو قابو کر لو

شرمگاہ کی حفاظت:......

اگر زبان پر قابو کر لو گے تو بہت سارے گناہوں سے بچ جاؤ گے۔

اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرو کہ

انسان کو عذاب جہنم میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ جہنم میں ڈلوا دیتے ہیں۔

شرم گاہ کنایہ ہے خواہش نفس سے

عموماً وہ گناہ جو بے حیائی کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ وہ گناہ انسان خواہش نفس کے تحت کرتا ہے اور خواہش نفس یہ کنایہ ہے یعنی تعبیر ہے خواہش نفس۔

اور حقیقت یہ ہے کہ انسان کا نفس انسان کی دشمنی میں اور اس کو تباہ و برباد کرنے میں اس کا حصہ شیطان سے کم نہیں

"وما ابرئ نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء"

(سورۂ یوسف۔۵۳)

جو قرآن کریم میں ارشاد فرمایا اسی کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ نفس امارہ یعنی وہ نفس جو انسان کو بار بار برائیوں اور گناہوں میں مبتلا کرتا ہے اور اسکا حکم کرتا ہے۔

انسان کی نفس پر محنت نہ ہو۔اپنے نفس پر محنت کر کے اپنے نفس کو قابو نہ کرلیں۔

انفاس انبیاء:......

ایک تو انبیاء علیہم السلام کا نفس ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کا تابع بنایا ہے۔لیکن عام انسانوں کا نفس یہ تب قابو میں آتا ہے جب انسان اس پر محنت کریں۔

خواہش نفس کا علاج:۔

اور ظاہر ہے کہ یہ محنت کس طریقے سے ہوگی؟

یہ اس طریقے سے ممکن ہوگی کہ وہ اللہ والے کے پاس جائے جس کا اپنے نفس قابو میں ہو اور جو نفس کا علاج جانتا ہو۔تو اس کے طریقے سے اور اس کی ہدایت کے مطابق انسان اپنے نفس پر محنت کرے تو تب انسان کا نفس قابو میں آتا ہے۔

ورنہ یہ نفس انسان کا اتنا بڑا دشمن ہے۔جیسا کہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہمارا

نفس یہ فرعون کے نفس سے کم نہیں ہے۔

جس طرح اس نے دعویٰ کیا تھا کہ

"انا ربکم الاعلیٰ"

(سورۃ النازعات ۲۴)

اس کے پاس اس دعویٰ کے اسباب تھے لیکن ہمارے پاس اسباب نہیں ہیں اس لئے ہم یہ دعویٰ نہیں کرتے ہیں۔

ورنہ انسان کا نفس یہ ایسی عجیب چیز ہے کہ انسان کو نچلا بھی بیٹھنے نہیں دیتا۔

انسان کو مجبور کرتا ہے

غرض یہ کہ ایک خواہش نفس ہے اور ایک انسان کی زبان ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ یہ دو چیزیں ایسی ہیں جو اکثر انسان کو جہنم کی آگ میں داخل کرتے ہیں۔

حدیث کا دوسرا حصہ:......

اور حدیث کا دوسرا جملہ یہ ہے کہ

"وسئل عن اکثر مایدخل الناس الجنۃ"

آپ سے پوچھا گیا کہ اکثر کونسی چیزیں انسان کو جنت میں داخل کرتی ہیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو چیزیں ہیں

"تقوی اللہ وحسن الخلق"

کہ اللہ کا تقویٰ، خوف اور ڈر ہے اور اچھے اخلاق ہیں۔

یہ دو چیزیں وہ ہیں جو انسان کو اکثر جنت میں داخل کرتی ہیں۔

احکام دو قسم کے ہیں:

انسان کے ساتھ جن احکام کا تعلق ہے یعنی ہم جن احکام کے مکلف ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو احکام ہمارے لئے ضروری قرار دیئے ہیں تو علماء کرام فرماتے ہیں کہ یہ دو قسم کے احکام ہیں۔

ایک قسم کے احکام تو وہ ہیں جن کا تعلق اللہ تبارک وتعالیٰ کے حقوق سے ہے حقوق اللہ ہیں۔

اور دوسرے قسم کے احکام وہ ہیں جو بندوں کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں یعنی حقوق العباد ہیں۔ یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد۔

تقویٰ اللہ:

تو یہ تقویٰ (اللہ کا ڈر) جو ہے یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے حقوق کے ادائیگی میں انسان کو مجبور کر دیتی ہے اور اللہ کا تقویٰ، اللہ کا خوف اور ڈر یہ انسان کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی نافرمانی سے روکتی ہے۔

انسان جب یہ فکر اپنے دماغ میں جمالے اور یہ خیال اس کے دل میں بیٹھ جائے کہ میں جو کچھ کرتا ہوں، میں اپنے رب کے سامنے ہوں اور میرا رب مجھے دیکھ رہا ہے۔

اور یہ جو کچھ میں کر رہا ہوں وہ اللہ تعالیٰ کے پاس جا کر محفوظ ہو جاتا ہے اور کل اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں ان اعمال پر مجھ سے مواخذہ (پکڑ) ہوگا...... پوچھ گچھ کی جائے گی اور مجھے جواب دینا ہوگا۔

یہ خیال اور یہ فکر جب انسان میں پیدا ہو تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تقویٰ انسان کو گناہوں سے روک دیتی ہے۔

وحُسن الخلق:

اچھے اخلاق یہ انسان کے لئے حقوق العباد کی ادائیگی میں معین ہوا کرتا ہے بندوں سے جو تعلق ہوتا ہے اچھے اخلاق اس میں مددگار ہوتے ہیں۔

کہ انسان بندوں کے حقوق اور بندوں سے تعلق صحیح طریقے سے قائم کریں۔

اس لئے احادیث مبارکہ میں حسن اخلاق کی بہت تاکید منقول ہے۔

افضل آدمی کون ہیں؟

بعض روایات میں یہاں تک منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ

"ان من اخبر کم احسنکم خلقًا"

(صحیح بخاری کتاب الادب باب لم یکن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاحشًا ولامتفحشًا)

تم میں سے افضل آدمی وہ ہے جن کے اخلاق سب سے اچھے ہوں یعنی تم سے وہ آدمی بہتر ہے جو حسن اخلاق یعنی اچھے اخلاق کا مالک ہو۔

یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ

حسنِ اخلاق یہ اسلام کے مطابق معاشرتی زندگی گزارنے کا نام ہے۔

حسن اخلاق یہ نہیں کہ انسان اللہ تبارک وتعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کرے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف ورزی کرے۔

حسن اخلاق نام ہے اس چیز کا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عام معاشرتی زندگی کے جو احکام بیان فرمائے انہیں انسان ان احکام کے مطابق اپنی زندگی گزاریں ۔وہ حسن اخلاق ہے۔ بد خلق نہ ہو...... بد اخلاق نہ ہو...... جیسے کہ قرآن کریم میں عبادالرحمن کی صفات بیان فرمائی کہ

"وعبادالرحمن الذین یمشون علی الارض ھونًا"

(الفرقان ۶۳)

یہی صفات حسنِ اخلاق کہلاتے ہیں۔ یہی صفات معاشرتی احکام کے اجزاء بھی ہیں اور حصہ بھی ہیں۔

نصائح حضرت لقمانؑ:......

حضرت لقمان علیہ السلام نے جو نصیحتیں اپنے بیٹے کو کی ہیں قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ

یبنی اقم الصلوۃ وأمر بالمعروف ونہ عن المنکر ،واصبر علی مااصابک ان ذالک من عزم الامور ولاتصعر خدک للناس ولا تمش فی الارض مرحًا ان اللہ لایحب کل مختال فخورا واقصدفی مشیک واغضض من صوتک ،ان انکر الاصوات لصوت الحمیر ۔

(سورۃ لقمان ۱۷، ۱۸، ۱۹)

"یبنی اقم الصلوۃ"

اے میرے بیٹے ،نماز پڑھا کر

"وأمر بالمعروف"

اور اچھی باتوں کی نصیحت کیا کر

"وانہ عن المنکر"

اور برے کاموں سے منع کیا کر

"واصبر علی مااصابک"

اور جو مصیبت تجھ پر پڑے اسی کو برداشت کر

"ان ذالک من عزم الامور"

یقین مان یہ کام بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہیں۔

"ولاتصعر خدک للناس"

اور لوگوں سے بے رخی کا برتاؤ نہ کر

"ولاتمش فی الارض مرحًا"

اور زمین پر تکبرانہ چال سے نہ چلا کر

"ان اللہ لایحب کل مختال فخور"

بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ کسی تکبر کرنے والے، کسی شیخی مارتے والے کو پسند نہیں کرتا

"واقصد فی مشیک"

اور اپنی چال میں میانہ روی اختیار کر

"واغضض من صوتک"

اور اپنی آواز کو نیچا رکھ

"ان انکر الاصوات لصوت الحمیر"

بے شک آوازوں میں سے بدترین آواز گدھوں کی آواز ہے۔

یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے احکام ہیں حسن اخلاق کے متعلق اس حدیث میں ہمارے لئے تعلیم ہے کہ

دو چیزیں ایسی ہیں جو انسان کو جہنم میں داخل کرا دیتی ہیں ایک زبان، جب اللہ تبارک وتعالیٰ کے احکام کے خلاف چلے۔

اور دوسرا انسان کی شرم گاہ یعنی خواہش نفس جب وہ انسان قابو میں نہ کرے۔

تو یہ انسان کو جہنم میں داخل کرنے کا سبب بنتی ہیں۔

جنت میں داخل کرنے والی چیزیں:

اور دو چیزیں ایسی ہیں جو جنت میں داخل کرنے کے اسباب ہیں جو انسان کو جنت میں داخل کر دیتی ہیں۔

فرمایا کہ

ایک تقویٰ......

اور دوسرا حسن اخلاق ......

یہ اوصاف اگر پیدا ہو جائیں تو فرمایا کہ

یہ انسان کو جنت میں داخل کر دیتی ہیں۔

اب آپ دیکھ لئے کہ

مختصر سی بات کہ انسان اپنی زبان پر محنت کرے......

اور زبان پر محنت یہ کہ اس کو قابو کرلے......

لایعنی (فضول) گفتگو سے پرہیز کرے......

مؤمن کی صفات:

جیسے کہ قرآن کریم میں ارشاد فرمایا گیا کہ

"قدافلح المؤمنون الذین هم فی صلوٰتهم خاشعون والذین هم عن اللغومعرضون"

(سورۃ المؤمنون ۔۱،۲،۳)

یقیناً وہ ایمان والے کامیاب ہو گئے جو اپنی نماز میں اظہار عجز و نیاز کرنے والے ہیں اور جو بے کار لغو اور بیہودہ قسم کی گفتگو سے بچتے ہیں

بے کار اور بے ہودہ گفتگو کو ہم سب جانتے ہیں کہ نہ تو اس میں دنیا کا جائز فائدہ ہو اور نہ آخرت کا کوئی فائدہ ہو۔

ایسی گفتگو جب انسان کرتا ہے تو کثرتِ کلام بھی انسان کو گناہ میں مبتلا کر دیتی ہے۔

جب انسان کثرتِ کلام کا عادی بن جائے تو پھر انسان کو اپنی زبان پر قابو نہیں ہوتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق شمائل میں مذکور ہے کہ

(عن الحسن بن علی رضی الله عنهما قال قال الحسین بن علی سالت ابی عن عن سیرة النبی صلی الله علیه وسلم فی جلسائه فقال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم دائم البشر سهل الخلق لین الجانب لیس بفظ ولاغلیظ ولاصخاب ولافحاش ولاعیاب ولامشاح

يتغافل عما لايشتهي ولايؤس منه ولايجيب فيه قدترك نفسه من ثلاث المراء والاكبار ومالايعنه الخ

(شمائل ترمذی باب ماجآء فی خلق رسول الله صلی الله علیه وسلم)

حضرت حسینؓ نے کہا کہ میں نے اپنے والد حضرت عثمان غنیؓ سے حضورؐ کا اپنے اہل مجلس کے ساتھ کا طرز عمل پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ

آپؐ ہمیشہ خندہ پیشانی اور خوش خلقی کے ساتھ متصف رہتے تھے یعنی چہرہ انور پر تبسم اور بشاشت کا اثر نمایاں ہوتا تھا۔ آپؐ نرم مزاج تھے۔ آپؐ سخت گو تھے نہ سخت دل تھے، نہ آپؐ چلا کر بولتے تھے نہ فحش گوئی اور بدکلامی فرماتے تھے، نہ عیب گیر تھے کہ دوسرے کے عیب پکڑیں، نہ زیادہ مبالغہ سے تعریف کرتے نہ زیادہ مذاق کرنے والے تھے اور نہ بخیل تھے)

"کان رسول الله صلی الله علیه وسلم نذر الکلام طویل الصمت"

آپؐ کم گو اور زیادہ تر خاموش رہنے والے تھے۔

"ولایعنبه"

اور آپ ناپسند بات سے اعراض کرتے تھے، بلاضرورت اور لایعنی بات آپ نہیں کرتے تھے۔

اور بعض روایات میں اس کی مدح کی گئی ہے کہ

انسان اپنے آپ کو سکوت کا عادی بنائے اور چپ رہنا اس کی عادت ہو حدیث میں بھی حضورؐ کے بارے میں منقول ہے۔

اس لئے انسان کو چاہئے کہ وہاں پر گفتگو کرے جہاں پر گفتگو کی ضرورت ہو۔

انسان اللہ تبارک وتعالیٰ کا بندہ ہے خواہش نفس کا بندہ نہیں ہے جیسے کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ

"افرأيت من اتخذ الهه هواه"

(سورۃ الجاثیہ آیت ۲۳)

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے پیغمبر کو فرماتے ہیں کہ

تم نے خواہش نفس کو اپنے لئے معبود بنایا ہے جیسے انسان اللہ کی عبادت کرتا ہے تو اس کو معبود سمجھ کر اس کے احکام کے مطابق چلتا ہے۔ ایسے ہی اگر انسان خواہش نفس کی بندگی کرے اور اس کے منشاء کے مطابق چلے۔

تو گویا وہ خواہش نفس کو خدا بنالیتا ہے۔

اللہ ہم سب کو زبان کی اور خواہش نفس کی مفسدات سے بچائیں۔ آمین یارب العالمین۔

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمین

دولت قرآن کی قدر و عظمت

وقت:...... بعد نماز ظہر

تاریخ:...... اکتوبر ۲۰۰۲ء

مقام:...... جامع مسجد اللہ اکبر سیدو شریف ضلع سوات۔

دولت قرآن کی قدر و عظمت

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

امابعد!

فاعوذ بالله من الشیطن الرجیم

بسم الله الرحمن الرحیم

انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون

(سورۃ الحجر آیت ۹)

وقال الله تبارک وتعالی

"وقال الرسول یا رب ان قومی اتخذوا هذا القرآن مهجورًا"

(سورۃ الفرقان آیت ۳۰)

صدق الله العظیم وصدق رسوله النبی الکریم

وقال النبی صلی الله علیه وسلم

من قرأ القرآن واستظهره واحل حلاله وحرّم حرامه ارسله الله الجنّة وشفّعه فی عشرة من اهله کلهم قدوجبت له النار او کما قال علیه الصلوٰة والسلام۔

(مسند احمد ج ۱ ص ۱۴۸۔۱۴۹) (ترمذی شریف فضائل قرآن باب ماجاء فی فضل قاری القرآن)

انبیاء کی بعثت کا مقصد:

میرے قابل قدر علماء کرام اور میرے مسلمان بھائیو......!

تمام انبیاء کرام حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء اس لئے مبعوث کیے گئے کہ انسانوں کو اللہ کی عبادت کا طریقہ بتائیں۔

اور اسی طرح جو کتابیں ان انبیاء پر اتاری گئیں۔تو ان تمام کتابوں کے احکامات کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے اپنی اس مخلوق کو بندگی کے احکام اور آداب بتلائے ہیں۔

قرآن کریم اللہ کریم کی وہ کتاب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اس لئے اتارا کہ دنیا سے جہالت کی تاریکی ختم ہو اور اسلام اور ہدایت کی روشنی پھیل جائے۔

ہدایت...... اور اسلام...... تمام ادیان پر غالب ہو جائیں کیونکہ اسلام کے علاوہ جو ادیان ہیں وہ دنیا کے تقاضوں کو پورا نہیں کر سکتے اور باطل بھی ہیں۔

اور مقبول ترین دین اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ اسلام ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

"ومن یبتغ غیر الاسلام دینًا فلن یقبل منه"

(سورۃ آل عمران آیت ۸۵)

جس نے اسلام کے علاوہ دوسرا راستہ تلاش کیا اور اس پر چل پڑا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کا یہ راستہ قبول نہیں کرے گا۔

قرآن کریم حبل اللہ ہے:

محترم سامعین......!

حدیث شریف میں آتا ہے سنن ترمذیؒ نے اس کو ذکر کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے متعلق فرماتے ہیں کہ

"ھو حبل الله المتین وھو الصراط المستقیم"

قرآن کریم میں آپ لوگوں نے یہ آیت کئی بار علماء کرام سے سنی ہوگی کہ

"واعتصموا بحبل الله جمیعًا ولا تفرقوا"

(سورۃ آل عمران آیت ۱۰۳)

کہ اللہ کریم کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور تفرقہ بازی نہ کرو

اللہ کی وہ رسی کیا ہے......؟

"ھو حبل الله المتین"

کہ یہ قرآن کریم ہی اللہ تعالیٰ کی وہ مضبوط رسی ہے۔

نماز میں ہم بار بار پڑھتے ہیں کہ

"اھدنا الصراط المستقیم"

کہ اے اللہ ہمیں سیدھی راہ دکھا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ

"ھو الصراط المستقیم"

یہ قرآن کریم ہی وہ سیدھی راہ ہے۔

وہ سیدھی راہ......جس کے ایک سرے پر بندہ اور دوسرے سرے پر اللہ

کریم کی رضا ہے۔

اگر انسان اس سرے پر چلنا شروع کرے تو یہ سیدھا اللہ تعالیٰ کی رضا تک ہی پہنچے گا۔

سرے کی ابتداء انسان سے ہوتی ہے اور انتہاء اللہ تعالیٰ کی رضاء پر ہوتی ہے۔

یعنی اس رسی کا ایک سر اللہ تعالیٰ نے زمین پر اتارا ہے جو انسان کے ہاتھ میں ہے اور دوسرا سرا اللہ کریم کے ہاتھ میں ہے۔

اب اگر انسان اس سرے پر چلنا شروع کردے تو دوسرے سرے پر اللہ تعالیٰ تک پہنچے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ قرآن غالب تھا...... حاکم تھا...... مغلوب اور محکوم نہیں تھا۔

خیر القرون میں قرآن حاکم تھا:

خیر القرون میں بھی یہ دین اور غالب اور حاکم تھا۔ لیکن اب ہماری جو زندگی گزر رہی ہے اس میں قرآن مغلوب ہے...... محکوم ہے...... اسلام مغلوب ہے...... محکوم ہے......

مغلوب کے کیا معنیٰ ہیں......؟

آسان مثال......

ایک مثال سے اس کو سمجھ لیجئے۔

ایک شخص کے ہاں فوتگی ہوئی۔ والد مر گئے۔ اب علاقہ کا عالم دین اس کو کہے کہ

غم کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ یہ تھا اور اللہ جل جلالہٗ عم نوالہٗ اس موقع پر یہ فرماتے ہیں۔

لہٰذا اس اسلامی طریقے سے اس کو دفن کرو۔ لیکن یہ شخص کہتا ہے کہ

نہیں میری برادری کی روایات یہ نہیں ہیں۔ اگر اپنے والد کو اس سادہ طریقے سے دفن کروں تو لوگ کہیں گے کہ

والد سے تنگ تھا اس لئے یہ عمل اس کے ساتھ کیا۔

اب اس شخص کی ذاتی زندگی میں دین مغلوب اور محکوم ہے...... غالب نہیں ہے یہ روایات کو قرآن کریم...... اور دین پر اہمیت دے رہا ہے۔

تو ہماری یہ زندگی بعثتِ نبویؐ کے خلاف گزر رہی ہے۔

قرآن کریم کی آیت ہے......

"وقال الرسول"

پیغمبر کہے گا......

یارب

اے میرے رب

"ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجوراً"

(سورۃ الفرقان آیت ۳۰)

بے شک میری اس امت نے اس کو قرآن کو چھوڑ دیا تھا

مهجور بمعنی متروک......

اور لفظِ متروک اردو میں بھی استعمال ہوتا ہے اور عربی میں بھی...... معنی ہے چھوڑا گیا۔

یہ کوئی فلسفہ نہیں ہے...... ذرا غور وفکر کی ضرورت ہے...... ہر ایک کو سمجھ آئیگا۔

قرآن کریم میں چند قسم کے احکام ہیں:

ایک قسم کے وہ احکام ہیں جن کا تعلق ذاتی زندگی کیساتھ ہے۔ اگر میں پاکستان میں بیٹھا ہوا ہوں تو بھی اس پر عمل کرسکتا ہوں اگر انڈیا میں بیٹھا ہوا ہوں تو بھی اس پر عمل کرسکتا ہوں۔

اور اگر نیویارک میں ہوں تو بھی اس پر عمل کرسکتا ہوں

اگر مدینہ اور مکہ مکرمہ میں ہوں تو بھی اس پر عمل کرسکتا ہوں

اگر اسرائیل میں بیٹھا ہوں تو بھی اس پر عمل کرسکتا ہوں، کوئی پابندی نہیں ہے۔

نماز پڑھنا ہے......

روزہ رکھنا ہے......

زکوٰۃ دینا ہے......

حج کرنا ہے......

اگر آپ کسی بھی ملک میں ہوں اور ان پر عمل کرنا چاہے تو کوئی بھی آپ کو منع نہیں کرتا۔ ایک قسم کے احکام تو یہ ہیں۔

اب یہ کبھی نہیں ہوا ہوگا کہ مسلم قوم نے ایک ساتھ نماز چھوڑ دی ہو۔

یا ایک ساتھ روزہ رکھنا چھوڑ دیا ہو......

یا ایک ساتھ حج کرنا چھوڑ دیا ہو......

ہر مسلمان، کسی نہ کسی وقت میں اس کو ضرور کرتا ہے۔

اب اس کو ایک ساتھ چھوڑ دیا گیا ہو یہ کبھی نہیں ہوا ہے۔

قرآن کریم کے دوسرے قسم کے احکام وہ ہیں جن کا تعلق ذاتی زندگی سے نہیں، بلکہ اجتماعی زندگی کیساتھ اس کا تعلق ہے۔

اجتماعی زندگی سے مراد یہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کی دو قسم کی مخلوق ہیں۔

ایک قسم کی مخلوق تو وہ ہے جب بھی ان کا آمنا سامنا ہو تو ایک دوسرے پر حملہ کرتے ہیں جیسے۔

کتے......

شیر......

جنگل کے وحشی درندے......

جب بھی ان کا آمنا سامنا ہوتا ہے تو ایک دوسرے پر حملہ کرتے ہیں۔

انسان اُنس سے ہے:

لیکن انسان یہ ''اُنس'' سے ہے، اُنس کے معنی...... اس کی خمیر میں اللہ نے یہ وصف رکھا ہے کہ یہ مل جل کر زندگی گزارتا ہے اور جب بھی اپنے ہم جنس کو دیکھتا ہے تو خوش ہوتا ہے۔ ناراض نہیں ہوتا اور نہ ہی اس پر حملہ کرتا ہے۔

اسی وجہ سے انسانوں کے گاؤں آباد ہیں۔

شہر آباد ہیں......

ممالک آباد ہیں......

اور کسی نے یہ نہیں سنا ہوگا کہ

کتوں نے ملک بنایا ہو......

گیدڑوں نے ملک بنایا ہو......

شیروں نے ایک ملک بنایا ہو......

سانپ نے ملک بنایا ہو......

ایسا کبھی ہوا بھی نہیں اور ہو بھی نہیں سکتا۔

تو اس کی یہ زندگی یہ اجتماعی اور اصل زندگی ہے۔انفرادی زندگی نہیں ہے

اللہ تعالیٰ نے انسان کی اس اجتماعی زندگی کے لئے بھی اس قرآن کریم میں احکام بیان کیے ہیں۔

جیسا کہ پشتو محاورہ ہے کہ......

گھر میں برتن بھی ٹکراتے ہیں ۔ایک اپنی جگہ رہ جاتا ہے اور دوسرا گر جاتا ہے۔

یہ اجتماعی زندگی ہے۔دو اشخاص کے درمیان جھگڑا ہوا اب اس کا فیصلہ کیسے ہوگا......؟

ایک نے دوسرے کو قتل کیا۔اب طاقتور نے اس کو مارا اور بات ختم ہوگئی ......اس سے کچھ پوچھا نہیں جا رہا ہے تو یہ انسانوں کی زندگی نہیں۔ بلکہ جنگلی جانوروں

کی زندگی ہے۔

اگر شیر بکری کا شکار کرے......

گیدڑ کا شکار کرے......

کسی اور جانور کو شکار کرے تو بات ختم ہو جاتی ہے کوئی اس سے پوچھ گچھ نہیں کر سکتا کہ

تم نے ایسا کیوں کیا......؟

اس قسم کی زندگی جانوروں کی زندگی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ایسی زندگی کی ترغیب نہیں دی ہے۔

علامہ اقبال اس لئے فرماتے ہیں کہ

تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے
ہے جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات

اجتماعی زندگی کے لئے قرآنی احکام:

محترم سامعین......!

اس اجتماعی زندگی کے لئے قرآن کریم میں احکام ہیں۔

اگر ایک شخص نے دوسرے شخص کو مارا، ہاتھ وغیرہ توڑ دیا۔تو قرآن کریم میں اس کا حکم موجود ہے۔

دانت توڑ دیا......اس کا حکم موجود ہے۔

آنکھ پھوڑ دی......اس کا حکم موجود ہے۔

کان کاٹ لیا......اس کا حکم موجود ہے۔

پیر کاٹ لیا...... اس کا حکم موجود ہے۔

بے عزتی کی ...... اس کا حکم موجود ہے۔

مار دیا قتل کیا...... اس کا حکم موجود ہے۔

کسی نے بدکاری کی ...... اس کا حکم موجود ہے۔

چوری کی...... اس کا حکم موجود ہے۔

اب اجتماعی زندگی کے ان احکام پر ہم عمل کرتے ہیں......؟

نہیں کرتے نا......

تو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کہیں گے کہ......

"یارب"

اے میرے پروردگار

"ان قومی"

بے شک میری اس امت نے

"اتخذوا هذا القرآن مهجورًا"

(سورۃ الفرقان آیت ۳۰)

اس قرآن کریم کو چھوڑ دیا تھا

اب سمجھو کہ وہ کون سے احکام ہیں جو ہم نے چھوڑ دیئے ہیں۔

اجتماعی زندگی کے تمام احکام ہم نے چھوڑ دیئے ہیں بلکہ پوری مسلم امہ نے چھوڑ دیئے ہیں۔

سوات میں نہیں ہیں......

دیر باجوڑ میں نہیں ہیں......

پشاور اور لاہور میں نہیں ہیں......

افغانستان میں نہیں ہیں......

مصر میں نہیں ہیں......

سعودی عرب میں نہیں ہیں......

قرآن کریم کے جو اجتماعی احکام، دراصل یہ ہی راہ ہدایت تھی۔

اس سے معاشرہ ٹھیک ہو سکتا تھا

معاشرے کی اصلاح ممکن تھی۔

لیکن اجتماعی احکام کہیں بھی نافذ نہیں ہیں۔

دعائیں کیوں قبول نہیں ہوتیں:

ہمارے سامنے افغانستان کا مسئلہ گزر چکا۔ سب قوم نے ملکر دعائیں مانگیں لیکن قبول نہیں ہوئیں...... لوگ کہتے ہیں کہ دعائیں قبول نہیں ہوئیں۔

تو یہ امت من حیث الامت اجتماعی طور پر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مبتلا ہے۔

اس کی دعا قبول کیسی ہو سکتی ہے

قرآن کریم لاریب کتاب ہے:

علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ......

فطرت انداز سے اغماض تو کرلیتی ہے
لیکن کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف

تشریح:.......

قانونِ فطرت تو انفرادی طور پر کسی سے اغماض تو کرتی ہے لیکن جب امت من حیث الامت یعنی پوری امت ایک گناہ میں مبتلا ہو تو اس کو کبھی معاف نہیں کرتی۔ پھر اللہ تعالیٰ کے عذاب آتے ہیں، اللہ کریم کی رحمتیں نہیں آتی۔

اس وجہ سے اللہ کریم فرماتے ہیں کہ

"ذالک الکتاب لاریب فیہ"

(سورۃ البقرۃ آیت ۱)

اس کتاب میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے

کسی اور جگہ فرماتے ہیں کہ

"ھدی للناس"

(سورۃ البقرہ آیت ۱۸۵)

کہ قرآن کریم لوگوں کے لئے راہ ہدایت ہے۔ یعنی یہ قرآن وہ راستہ ہے جس پر ایک شخص اللہ تک پہنچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا تک پہنچ جاتا ہے۔

قرآنی حقوق کے معانی کیا ہیں......؟

میرے عزیزو......!

خلاصہ یہ کہ ہمارے ذمہ قرآن کریم کے حقوق ہیں۔

جیسے کہ......

والدین کے حقوق ہیں......

پڑوسیوں کے حقوق ہیں......

اسی طرح اللہ تعالیٰ کی کتاب کے بھی کچھ حقوق ہیں۔

قرآن کریم کا پہلا حق:

قرآن کریم کا سب سے پہلا حق یہ ہے کہ......

اس پر ایمان لانا۔

اور ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ تم یہ تسلیم کرو کہ اس قرآن میں الحمد سے لیکر والناس تک جو کچھ بھی ہے یہ سب حق ہے۔

اگر میری زندگی میں قرآن کے کسی حکم پر عمل کرنے کا موقع آیا تو میں اس پر عمل کروں گا۔ کیونکہ یہ حق ہے اور اس کے علاوہ جو کچھ بھی ہے وہ باطل ہے لیکن ہمارا ایمان ایسا...... نہیں ہے۔

کیونکہ ہماری زندگی میں

رسم ورواج......

قومی طریقے......

آبائی روایات......

پشتونیت......

کو اوّلیت حاصل ہے جو قرآن کے حکم کو حاصل نہیں۔

آپ خود فیصلہ کریں کہ جب ہماری زندگی میں پشتونیت (قومیت) اور اللہ کے حکم کا مقابلہ آجائے تو ہم کس پر عمل کرتے ہیں......؟

قومیت کو ترجیح دیتے ہیں یا اللہ کے حکم کو......؟ (قومیت کو)

قومیت کو ترجیح دیتے ہیں اور یہ ایمان نہیں ہے۔

پشتونیت کیا ہے......؟

اب پشتونیت (پختونولی) کسے کہتے ہیں......؟

پشتونیت میں دو چیزیں تھیں۔

ایک انسانی فطرت......

دوسری شرعی غیرت......

یہ دو چیزیں ہیں جو پشتون قوم میں موجود تھیں اور اس کو پشتونیت کہی جاتی تھی۔

یہ سب بکھر رہ گئے۔اب ہم نے قومی روایات......اور جہالت کو پشتونیت کا نام دیا ہے، جو ہمیں اللہ کے راستے سے دور لے جاتی ہیں۔

تو قرآن کریم کا پہلا حق یہ ہے کہ

ہم اس پر ایمان لائیں

قرآن کریم کا دوسرا حق:

دوسرا حق یہ ہے کہ

قرآن کے الفاظ کی صحیح ادائیگی اور تلفظ کو سیکھیں اور قرآن کریم کو صحیح ادائیگی اور صحیح تلفظ کیساتھ پڑھنا۔

اب تبلیغ کے کام سے کچھ کام ہو گیا ہے۔

اس سے نماز کے الفاظ کے ادائیگی اور تلفظ کسی حد تک صحیح ہو گئے ہیں۔ایک دوسرے سے سنتے ہیں اور جس کسی کا تلفظ غلط ہوتا ہے تو اس سے پوچھتا ہے کہ

بھئی تم نے نماز کس سے سیکھی تھی......؟

جواب میں وہ کہتا ہے کہ میں نے اپنی دادی سے یا اپنی لماں سے سیکھی تھی

شکر ہے کہ اس حد تک تو سیکھا تھا، اس پر والدین کو بھی اللہ اجر دے گا لیکن غلط تھا۔اب الحمدللہ تلفظ قدرے بہتر ہو گیا۔

پہلے زمانے میں یہاں کوئی حافظ نہیں تھا، لاکھوں میں بھی ایک ہوا کرتا تھا اور اللہ کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ

ان مدارس کی وجہ سے لڑکے بھی حافظ بن گئے اور لڑکیاں بھی قرآن کریم کی حافظ بن گئیں۔

جو کہ صحیح تلفظ اور صحیح ادائیگی کیساتھ قرآن کریم پڑھتے ہیں۔

قرآن کریم کا تیسرا حق:

تیسرا حق یہ ہے کہ

جب تم نے قرآن پڑھنا سیکھا تو اب اس کی تلاوت کرو گے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

"یتلو انه حق تلاوته"

(سورۃ البقرہ آیت ۱۲۱)

قرآن کریم کا چوتھا حق:

چوتھا حق یہ ہے کہ

قرآن کے معنی اور احکام سے اپنے آپ کو باخبر رکھنا کہ اس کتاب میں اللہ تعالیٰ نے میرے لئے کیا فرمایا ہے۔

ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے تم پر ایسی کتاب نازل کی ہے کہ

"فیہ ذکر کم"

(سورۃ انبیاء آیت ۱۰)

کہ اس کتاب میں تمہارا ذکر ہے، ہر کسی کا ذکر ہے۔

قرآن کریم کا پانچواں حق:

پانچواں حق یہ ہے کہ

جب معنی اور احکام سے باخبر ہو گئے تو اب دوسروں کو سکھاؤ گے

قرآن کریم کا چھٹا حق:

چھٹا حق یہ ہے کہ

ان احکام پر خود عمل کرو گے۔

قرآن کریم کا ساتواں حق:

ساتواں حق یہ ہے کہ

اس معنی، مفہوم اور حکم...... اس کو غالب کرو گے یہ قرآن کا حق ہے۔

میں آپ لوگوں کو یہ بتادوں کہ

اس سے بڑی کوئی خوشی ہو ہی نہیں سکتی کہ کسی کا بچہ قرآن کریم کا حافظ بن جائے میرے نزدیک تو بالکل نہیں ہو سکتی

الحمد للہ میرے تین بچے اور پانچ بچیاں ہیں جو کہ الحمد للہ سب کے سب قرآن کریم کے حافظ ہیں۔

مبارک اور سعید دن:

تو اس دن سے مبارک اور خوشی کا کوئی اور دن نہیں آ سکتا یہ بہت بڑی خوشی کی بات ہے اور یہ ختم قرآن والا دن بہت مبارک اور سعید دن ہے۔

حافظ قرآن کا مقام:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ

جب کسی کا بچہ حافظ بن جائے تو اس کے سر پر اللہ تعالیٰ تاج رکھے گا

"البس والداہ تاجا یوم القیامۃ ضوءہ احسن من ضوء الشمس فی بیوت الدنیا لو کانت فیکم فما ظنکم بالذی عمل بھذا"

(مستدرک حاکم۔ کنز العمال ج ۱ ص ۵۲۱، ابو داؤد ج ۱ ص ۵)

والدین کو تاج پہنایا جائیگا اور وہ تاج...... جس کا ایک موتی روشنی میں سورج سے زیادہ چمکدار ہوگا جب یہ سورج کسی کے گھر میں اتر آئے تو اتنی تیز روشنی ہوگی۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ

"من قرء القرآن واستظھرہ"

جب کسی نے قرآن پڑھا اور

واستظھرہ ای حفظہ

پھر یاد کیا...... اور

"واحل حلالہ وحرم حرامہ"

قرآن کریم کے حلال کو حلال جانا اور اس پر عمل کیا، اور قرآن کریم کے حرام کو حرام جانا اور اپنے آپ کو اس سے بچایا۔

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ

"ادخلہ اللہ الجنۃ"

اللہ تعالیٰ اس حافظ کو جنت میں داخل کرے گا۔

اور آگے فرمایا کہ

"وشفعه فی عشرة من اهله"

اور اللہ تعالیٰ اس کے خاندان اور کنبے سے اس حافظ کی سفارش قبول کرے گا۔

اور دس میں سے ہر ایک اپنے عمل کی وجہ سے جنت کا حقدار اور مستحق ہوگا

لیکن اس حافظ قرآن کی سفارش سے اللہ تعالیٰ ان کو جنت میں لے جائے گا۔

حافظ قرآن کو جنت کے دس ویزے:

ایک حافظ خود اور دس دیگر افراد، تو ان گیارہ افراد کو جنت مل گئی صرف قرآن کریم کی وجہ سے۔

اب اگر ایک گھر والوں کو سعودی عرب کے گیارہ ویزے مل جائیں تو وہ گھر والے کتنے خوش ہوں گے......؟

اور اگر امریکہ کے ویزے مل جائیں......؟ تو کتنے خوش ہوں گے۔

تو اس قرآن کریم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ جنت کے پورے گیارہ ویزے دیتے ہیں۔ یہ سنن ترمذی کی صحیح حدیث ہے۔

تو اس سے زیادہ اور خوشی کوئی نہیں ہے۔

میری یہی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان بچوں کو ان کے اساتذہ اور منتظمین اور والدین سب کو دین دنیا کی کامیابی عطا فرمائیں۔ آمین۔

واخر دعواان الحمد لله رب العالمين

جہاد کے بدولت دین غالب ہوا

وقت:...... بعد نماز ظہر

تاریخ:...... سنہ ۲۰۰۰ء

مقام:...... ضلع سوات۔

جہاد کے بدولت دین غالب ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھدان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشھدان سیدنا وحبیبنا ومولانا محمداً عبدہ ورسولہ ارسلہ بالحق بشیراً ونذیراً وداعیاً الیہ باذنہ وسراجاً منیراً، اما بعد ....!

فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون"

(سورۃ صف آیت ۹)

صدق اللہ العظیم

میرے قابلِ احترام علماء کرام اور عزیز مجاہد ساتھیوں اور بچوں!

تخلیق انسانیت کا مقصد:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانوں کو اس دنیا میں ایک مقصد کیلئے پیدا کیا اور وہ مقصد خود قرآن کریم میں بیان فرمایا کہ

"وماخلقت الجن والانس الا لیعبدون"

(الذاریات آیت ۵۶)

ارشاد فرمایا کہ میں نے جنات کو اور انسان کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری بندگی کریں یعنی جنات اور انسان، ان کی تخلیق اور ان کی پیدائش کا مقصد یہ ہے کہ اللہ کی بندگی اور مکمل بندگی کریں یہاں پر یہ بات سمجھنے کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی جس کیلئے اللہ تعالیٰ نے ہماری تخلیق کی اور ہمیں پیدا کیا اللہ کی اس بندگی کا مقصد کیا ہے۔

عبادت کے متعلق اور اللہ تعالیٰ کی بندگی کے متعلق لوگوں کے ذہنوں میں عام طور پر کچھ قصور ہے اور وہ قصور یہ ہے کہ ایک طبقہ یہ سمجھتا ہے کہ اگر کسی شخص نے نماز پڑھ لی تو وہ سمجھتے ہیں کہ نماز پڑھنے سے اللہ کی عبادت اور اللہ کی بندگی کا حق ادا ہوگیا۔ کچھ لوگ اس سے آگے بڑھ کر یہ سمجھتے ہیں کہ ایک شخص نے نماز پڑھ لی، روزہ بھی رکھا اور حج کی ادائیگی بھی کی اور صاحب استطاعت ہونے کی صورت میں زکوۃ بھی ادا کی تو اب وہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کی جتنی حدود تھیں تو گویا اللہ تعالیٰ کی بندگی کا حق ہم نے ادا کرلیا اور اب اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی بندگی کی کوئی حد باقی نہ رہی، یہ سوچ ہے چاہے کوئی شخص اسکا اظہار کرے یا نہ کرے۔ لیکن یہ سوچ ہمارے ذہنوں میں، علمائے کرام کے ذہنوں میں اور عام لوگوں کے ذہنوں میں اسی طرح سے یہ سوچ راسخ ہے کہ سب یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی ان چند عبادات میں ہے اور جب ہم اس کو ادا کرلیں گے تو گویا ہم اللہ تعالیٰ کی بندگی کا حق ادا کرچکے ہیں۔ اس چیز کو آپ ایک دوسرے پہلو سے دیکھ لیں، ہمارے اس معاشرے میں، مسلمانوں کے

معاشرے میں مثلاً ایک آدمی ہے جو نماز نہیں پڑھتا بے نمازی ہے، اسی بے نمازی سے جب آپ پوچھیں گے کہ بھائی تم نماز کیوں نہیں پڑھتے؟ تو وہی بے نمازی اپنے قصور کا اعتراف کرے گا، اپنے آپ کو گنہگار سمجھے گا۔ کہیں بھی یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک بے نمازی اپنے بے نمازی ہونے پر فخر کرتا ہو، نہیں وہ اپنے آپ کو قصوروار سمجھے گا، گنہگار سمجھے گا، اسی طریقے سے رمضان المبارک کے روزے ہیں، ہمارے کتنے مسلمان ہیں جو رمضان المبارک کے روزے نہیں رکھ پاتے ہیں لیکن اگر آپ ان سے پوچھ لیں تو وہ لوگ جو رمضان المبارک کے روزے نہیں رکھ پاتے وہ بھی اپنے آپ کو قصوروار سمجھتے ہیں، یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ہمارا قصور ہے اور ہم گنہگار ہیں۔

دوسرے لوگ بھی انکو گنہگار سمجھتے ہیں اور وہ خود بھی اپنے آپ کو گنہگار سمجھتے ہیں کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر عمل نہیں کیا اور وہ حکم یہ تھا کہ رمضان المبارک کے روزے ہم پر فرض کئے تھے اسی طریقے سے آپ آگے بڑھکر دیکھ لیجئے کہ اگر کوئی صاحب استطاعت شخص زکوۃ ادا نہیں کرتا تو وہ اپنے آپ کو گنہگار سمجھتا ہے، حج ادا نہیں کرتا تو اپنے آپ کو گنہگار سمجھتا ہے لیکن اس سے آگے بڑھ کر یہ دیکھ لیں کہ قرآن مجید میں جہاں اللہ تبارک وتعالیٰ نے نماز کی فرضیت بیان فرمائی تھی، قرآن کریم میں جہاں اللہ تعالیٰ نے روزے کی فرضیت بیان فرمائی تھی، قرآن کریم میں جہاں پر اللہ تعالیٰ نے حج کی فرضیت اور زکوۃ کی فرضیت بیان فرمائی تھی وہی پر قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ

"السارق والسارقة فاقطعوا ایدیهما جزاء بما کسبا نکالا من الله"

(سورۃ المائدہ آیت ۳۸)

فرمایا کہ چور مرد ہو یا عورت ہو جب ان سے چوری کا ارتکاب ہو اور اس گناہ کا ارتکاب یہ کر بیٹھے مخصوص مقدار کی چوری جو فقہاء کرام نے بیان فرمائی ہے کہ اتنی مقدار کی چوری کرلے، خود اسکا اعتراف کرلے یا گواہوں کے ذریعے ان پر چوری کا ثبوت ہو تو اب قرآن کریم کا حکم یہ ہے کہ

"فاقطعو ایدیهما"

(سورۃ المائدہ آیت ۳۸)

امر کا صیغہ ہے مسلمانوں کو خطاب ہے کہ تم انکا ہاتھ کاٹ دو اور یہ ہاتھ کاٹنا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ عبرت کے لئے ہے اور سزا ہے اللہ تعالیٰ کی جانب سے، میں آپ کا ذہن اس طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ اب آپ دیکھئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اللہ تعالیٰ نے جس امر کے ذریعے سے اقیموا الصلوٰۃ کہہ کر نماز فرض کی جس امر کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے

"اتوا الزکوۃ"

(سورۃ بقرہ ۴۳)

کہکر زکوۃ فرض کی، جس امر کے ذریعے

"کتب علیکم الصیام"

(سورۃ بقرہ ۱۸۳)

کہکر روزے فرض کیے تھے اسی طرح چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ

"فاقطعو ایدیهما"

لیکن میں یہی بات عرض کر رہا تھا کہ نماز نہ پڑھنے والا تو اپنے آپ کو گنہگار سمجھتا ہے۔

روزہ نہ رکھنے والا تو اپنے آپ کو گنہگار سمجھتا ہے،

زکوۃ کی ادائیگی نہ کرنے والا تو اپنے آپ کو گنہگار سمجھتا ہے،

حج کی ادائیگی نہ کرنیوالا تو اپنے آپ کو گنہگار سمجھتا ہے،

اور امت نے اللہ تعالیٰ کے اس اجتماعی فریضے کو ترک کر دیا ہے۔

اور کتنا عرصہ گزرا، سینکڑوں سال گزر گئے، دنیا میں اسوقت اسلامی ممالک کی تعداد پچاس سے زیادہ ہیں لیکن شاید کسی حد تک سعودی عرب میں اور امارت اسلامیہ افغانستان کے علاوہ اس فریضے پر کہیں بھی عمل نہیں ہو رہا ہے لیکن عمل نہ ہونا یہ ایک الگ بات ہے۔

بندگی کے مفہوم میں غلطی:

میں جس بات کی طرف آپکو متوجہ کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ

ہمارے دل میں یہ ندامت ہی نہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر عمل کیوں نہیں کر پا رہے ہیں اور اپنے آپکو اسوجہ سے گنہگار بھی نہیں سمجھتے، نماز نہ پڑھنے والا تو خود کو گنہگار سمجھتا ہے کیونکہ اسکے ذہن میں اللہ تعالیٰ کی بندگی صرف اتنی ہے۔

اگر وہ یہ سمجھتا کہ قرآن کریم میں وہ مسائل جو نماز، روزے کے علاوہ ہیں یہ بھی اللہ تعالیٰ کی بندگی کا حصہ ہیں، اللہ تعالیٰ کی بندگی کا جزء ہیں تو اسی طریقے سے ہم اپنے آپ کو ان احکام کے ترک پر گنہگار سمجھتے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو گنہگار نہیں سمجھ رہے ہیں۔

بندگی کے مفہوم سمجھنے میں کوتاہی

یہ وہ قصور ہے بندگی میں، یا بندگی کے مفہوم سمجھنے میں وہ کوتاہی اور کمزوری ہے جو ہم سے واقع ہو رہی ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی بندگی یہی سمجھتے ہیں نماز پڑھ لی،

روزہ رکھ لیا......

زکوۃ ادا کی......

حج ادا کیا......

اب ہم سمجھتے ہیں کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی بندگی کے سارے حدود پار کر لئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بندگی کا ہم نے حق ادا کر لیا حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ نماز اللہ تعالیٰ کی بندگی کا ایک حصہ ہے لیکن یہ کل بندگی نہیں۔ اسی طریقے سے روزہ یہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کا ایک حصہ ہے۔

لیکن یہ کل بندگی نہیں، زکوۃ کی ادائیگی یہ بھی اللہ تعالیٰ کی بندگی کا ایک حصہ ہے لیکن کل بندگی نہیں اسی طریقے سے حج، عمرہ اور وہ تمام احکام تو عبادات کے قبیل سے ہیں وہ اللہ کی بندگی کے حصے اور اجزاء تو ہیں لیکن یہ کل بندگی نہیں یہ وہ قصور ہے جو امت کے دماغوں میں پیدا ہوا اور اس قصور نے جہاد کے راستے سے اور اسلام کے غلبے کے راستے سے ہمیں دور کیا یہ وہ کمزوری ہے، وہ فطری کمزوری ہے کہ اس فطری کمزوری اور فطری کوتاہی کیوجہ سے امت جہاد سے بھی دور ہوگئی اور اللہ تعالیٰ کے دین کے غلبے کی جو محنت تھی کہ اللہ تعالیٰ کا دین اس دنیا میں غالب ہو اس محنت سے امت دور ہوگئی کیونکہ امت نے صرف یہی سمجھا کہ بندگی صرف نماز میں ہے بندگی صرف روزے میں ہے بندگی صرف زکوۃ میں ہے بندگی صرف حج میں ہے اس حد تک وہ

بندگی سمجھتے ہیں۔ لیکن جہاد کے حکم پر عمل کرنا، چور کے ہاتھ کاٹنے کے حکم پر عمل کرنا، زانی کو سنگسار کرنے کے حکم پر عمل کرنا اور اسی طرح حلال وحرام دیگر احکام جو قرآن مجید میں ہیں یا احادیث مبارکہ میں جناب نبی اکرم ﷺ سے منقول تھے ہمارے ذہنوں ہی سے یہ نکل چکی کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی بندگی کے احکام ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بندگی کا حصہ ہے۔

یہ بات ہمارے ذہن سے نکل چکی ہے تو سمجھنے کی بات یہ ہے کہ ہم اپنے ذہنوں کی اپنی سوچ کی اور اپنی فکر کی اصلاح کرلیں اور یہ ذہن بنالیں کہ اللہ کی بندگی امت مسلمہ کے سامنے بھی اس چیز کو پیش کردیں کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی صرف نماز تک خاص نہیں، اللہ تعالیٰ کی بندگی صرف روزے تک خاص نہیں اللہ تعالیٰ کی وہ بندگی کہ جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیا کہ

"وما خلقتُ الجنَّ والانس الّالیعبدون"

(سورۃ الذاریات ۵۶)

کہ میں نے جنات اور انسان کو پیدا کیا تاکہ وہ میری عبادت اور بندگی کریں۔

بندگی کا مفہوم ہمیں خود سمجھنے کی ضرورت ہے، لوگوں کو سمجھانے کی ضرورت ہے کہ بھائی بندگی صرف نماز کو نہیں کہتے، بندگی صرف روزہ رکھنے کو نہیں کہتے، زکوٰۃ اور حج ادا کرنے کو نہیں کہتے بلکہ قرآن کریم کے وہ احکام جو جہاد کے متعلق ہیں، قرآن کریم کے وہ احکام جو حلال وحرام کے متعلق ہیں، قرآن کریم کے وہ احکام جو حدود کے متعلق ہیں، قصاص کے متعلق ہیں، عدل کے نظام کے متعلق ہیں یہ بھی اللہ تعالیٰ

کی بندگی کا حصہ ہیں۔

یہ بات جب امت کے ذہن میں آجائیگی تو جیسے کہ نماز نہ پڑھنے والا اپنے آپ کو گنہگار سمجھتا ہے اسی طرح جہاد کے فریضے میں اگر کسی سے کوتاہی ہو رہی ہو تو آپ کو کوئی حجت پیش کرنے کی ضرورت نہیں وہ آدمی خود اپنے قصور کا اعتراف کریگا اور اپنے آپکو گنہگار سمجھے گا۔ جب اسکے ذہن میں یہ بات ڈالی جائے کہ اللہ کی بندگی صرف نماز تک نہیں جہاد کا حکم بھی اللہ تعالیٰ کی بندگی کا حصہ ہے اس طرح یہ صورتحال جو آپ دیکھ رہے ہیں امت مسلمہ میں پوری دنیا میں کہ جہاد کا حکم یہ امت اسکو بھول چکی، اسی طریقے سے احکام کا وہ حصہ جس کا تعلق عدل کے نظام کے ساتھ تھا، حدود کے ساتھ، قصاص کیساتھ جس کا تعلق تھا اور دیگر سزاؤں کیساتھ اسکا تعلق تھا یہ حصہ جو امت فراموش کرچکی ہے امت اس کو بھلا چکی ہے۔ یہ حصہ پھر سے دوبارہ ذہنوں میں زندہ ہوگا کہ امت کے افراد اپنے آپ کو گنہگار سمجھیں گے کہ ہم چور کا ہاتھ کیوں نہیں کاٹ رہے ہیں، ہم غیر شادی شدہ زانی کو کوڑے کیوں نہیں لگا رہے ہیں اور شادی شدہ زانی کو ہم سنگسار کیوں نہیں کررہے ہیں حالانکہ یہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کے وہ احکام اور فرائض ہیں کہ جو قرآن وسنت میں موجود ہیں اور ہم تے انفرادی طور پر اور اجتماعی طور پر ان احکام کو ترک کررہے ہیں اور اب یہ ہماری سمجھ کی کمی ہے کہ ہم اپنے آپ کو گنہگار بھی نہیں سمجھتے ہیں اس کی ضرورت ہے کہ اسی طریقے سے امت میں یہ سوچ اور بیداری پیدا ہو کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کا مفہوم کیا ہے؟

جس کیلئے اللہ تعالیٰ نے ہماری تخلیق کی ہے اور جس کیلئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا فرمایا ہے ہمیں اسی سوچ کی ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا کہ

"ھو الّذی ارسل رسولہ باالھدیٰ"

(سورۃ الصف آیت ۹)

اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ذات ہے جس نے اپنے پیغمبر کو بھی ہدایت کے ساتھ، "ودین الحق" اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا۔

علماء فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس آیت میں ایک تو باالھدیٰ کا لفظ ذکر کیا ہدایت کا اور ایک دین الحق کا ذکر کیا۔ اصل بات یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت جب ہوئی، تو نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے دنیا میں دو نظام جاری تھے۔

ایک نظام وہ تھا کہ جو فارس والوں کے ہاں جاری تھا اور فارس والے اس نظام کے مطابق اپنی زندگی گزارتے تھے یہ دنیا کی ایک طاقت تھی،

دوسری جانب دنیا کی دوسری بڑی طاقت جو رومیوں کی طاقت تھی۔ ان کے پاس ایک نظام تھا جسکے مطابق انکی زندگی گزرتی تھی اور جن کے مطابق ان کی حکومت چلتی تھی ایک ثقافت تھی ان کی ایک تہذیب تھی جنکے مطابق وہ چلتے تھے یہ صورتحال تھی، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ہدیٰ کا جو لفظ ذکر کیا انہیں دو نظاموں کے متعلق ذکر کیا یہ بات بتلانے کے لئے کہ ہمارے پیغمبر (ﷺ) کو جو پیغام اور ہدایت ہم دے چکے ہیں، جو نظام ہم دے چکے ہیں یہ ہدایت کا ہے اسکے مقابلے میں فارس والوں کا جو نظام ہے یا روم والوں کے پاس جو نظام ہے وہ ہدایت سے خالی ہے، اس میں ہدایت نہیں ہے۔

"دین الحق" کا لفظ ذکر فرمایا، علماء فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے پہلے دین کے حوالے سے یہودی موجود تھے، عیسائی موجود تھے، اسی طریقے سے اس دین کے حوالے سے اس دنیا میں مجوسی موجود تھے، مشرکین مکہ موجود تھے اور ان کا یہ دعویٰ تھا کہ ہم ملتِ ابراہیمی یعنی حضرت ابراہیمؑ کے دین اور ملت پر ہیں۔

اسلام دین حق ہے

اللہ تعالیٰ نے اس پسِ منظر میں اپنے پیغمبر ﷺ کو بھیجا اور یہ پیغام دیا کہ

"ھو الّذی ارسل رسولہ باالھدیٰ و دین الحق"

جس کا مطلب یہ ہے کہ یہودیت اب حق پر باقی نہیں رہا، عیسائیت ونصرانیت کے اندر حق باقی نہیں رہا، مجوسیوں کے پاس اور مشرکینِ مکہ کے پاس اب حق نہیں ہے۔

حق دین وہ ہے جو ہم اپنے پیغمبر ﷺ کو دے چکے ہیں اور یہ دین اور ہدایت ہم نے اس لئے دی تاکہ لیظھرہ علی الدّین کلہ، کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اور اس کے لائے ہوئے دین کو دنیا میں غالب کردیں۔

اگلی بات یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو دین حق اور ہدایت کے ساتھ بھیجا اور اس لئے بھیجا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ پیغمبر کو اور پیغمبر کے لائے ہوئے دین کو دنیا میں غالب کردیں۔

آپ جانتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نبوت کے بعد اور وحی کے عطا ہونے کے بعد اس دنیا میں تئیس سال رہے اور اس تیرہ سال کی زندگی آپ ﷺ کی مکہ میں گزری اور دس سال کی زندگی مدینے میں گزری مکہ مکرمہ میں جب آپ ﷺ اور مسلمان تھے تو آپ کو یہ حکم تھا کہ کفار کی جانب سے جتنے بھی مظالم ہوں آپ ﷺ

ان مظالم کو برداشت کئے جائیں، لیکن ان مظالم کو روکنے کے لئے کفار پر ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہیں تھی۔

دفاعی اور اقدامی جہاد

نبی اکرم ﷺ اسی حکم کے مطابق زندگی گزارتے رہے، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین بھی اسی حکم کے مطابق زندگی گزارتے رہے، اور ان کو کہا گیا کہ یہ مظالم برداشت کئے جائیں اور جن لوگوں میں ان مظالم کو برداشت نہ ہو تو وہ حبشہ کی طرف ہجرت کر جائیں اور انکو ہجرت کی اجازت دی گئی لیکن جب یہ صورتحال ختم ہو گئی اور حضور ﷺ کو ہجرت کی اجازت ملی اور ہجرت کر کے جب آپ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب سے ابتداء میں دفاع کی اور پھر اقدامِ جہاد کی اجازت ملی اور جب جہاد کی اجازت ملی تو حضور ﷺ خود بہ نفسِ نفیس میدان میں نکلے۔

کبھی بدر میں......

کبھی احد میں......

اور اس کے بعد دیگر تقریباً ستائیس غزوات میں خود بہ نفسِ نفیس میدان میں نکلے اور بعض غزوات یعنی سرایا میں آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو بھیجا۔

جہاد کا نتیجہ

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دس سال بعد جب آپ ﷺ اس دنیا سے تشریف لے جا رہے تھے تو پورا جزیرۃ العرب جو ہزاروں میلوں پر مشتمل ہے وہ پورے کا پورا کفر سے خالی

ہو چکا تھا، یہودیت سے خالی ہو چکا تھا، عیسائیت سے خالی ہو چکا تھا، مشرکین کے وجود سے ختم ہو چکا تھا۔

اور جب نبی اکرم ﷺ حج کیلئے تشریف لے جا رہے تھے تو اس سے ایک سال پہلے حج میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ذریعے سے یہ اعلان کیا کہ آج کے بعد کوئی مشرک حج کیلئے نہ آئے، اس کا مطلب یہ تھا کہ اب سرزمینِ عرب میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا دین حاکم اور غالب ہے اور کفر مغلوب ہو چکا ہے تو اس لئے اب کسی مشرک و کافر کو یہ اجازت نہیں کہ اس سال کے بعد وہ حج کیلئے آئیں۔

میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے دین کے غلبے کی صورت جس کی پوری تاریخ ہمارے سامنے ہے اور جس کی وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ کا دین جزیرۃ العرب میں غالب ہوا ظاہر ہے کہ اسکے لئے سبب صرف جہاد تھا نبی اکرم ﷺ کا، اسکا سبب وہ جہاد تھا جو صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ کی معیت میں یہودیوں، عیسائیوں، مشرکین مکہ اور دیگر اقوام سے کیا اور اسی کا نتیجہ تھا کہ جزیرۃ العرب میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا دین غالب ہوا اور

"لیظھرہ علی الدین کلہ"

کہ اللہ تبارک وتعالیٰ پیغمبر کو اور پیغمبر کے لائے ہوئے دین کو غالب کر دے اسکا عملی نمونہ اور عملی نظارہ جو دنیا میں نظر آیا تو وہ جہاد کی بدولت تھا۔

غالب ہونے کا آسان نسخہ

جہاد کے سبب اور جہاد کی بدولت دنیا میں دین غالب ہوا اس لئے صحیح صورت اب یہی ہے کہ دنیا کے کسی بھی خطے میں، کسی بھی حصے میں اللہ تعالیٰ کا دین

غالب رہے، مغلوب نہ رہے، مقہور نہ رہے اور مسلمان اس دنیا میں مظلوم نہ رہیں اگر ہم یہ چاہتے ہیں تو انکا واحد راستہ اور ایک ہی راستہ ہے اور وہ جہاد کا راستہ ہے۔

آج دنیا میں مسلمانوں کی جو حالت اور کیفیت ہے وہ اس طرح ہے کہ گویا کوئی لاش بغیر کفن اور بغیر قبر بیابان میں پڑی ہو اور جنگل کے تمام جانور اس کی بے حرمتی کرتے ہوں اور اس کو بھنبھوڑتے ہوں آج مسلمان کی حالت یہ ہے، چیچنیا میں آپ دیکھ لیں کہ مسلمانوں کی یہی حالت ہے اور امریکہ اور روس دونوں مل کر مسلمانوں کا وجود اس سرزمین سے ختم کرنا چاہتے ہیں۔

روس جو معاشی طور پر بالکل تباہ ہو چکا ہے جو اپنا خرچہ برداشت نہیں کر سکتا تو چیچنیا میں کیسے برداشت کریگا لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس پوری جنگ کا خرچہ امریکہ برداشت کر رہا ہے اور امریکہ یہ چاہتا ہے کہ اس خطے سے مسلمانوں کو ختم کیا جائے تاکہ دنیا میں کسی دوسری جگہ بنیاد پرست مسلمان، دین کو جاننے والے مسلمان، دین کے صحیح نقوش پر چلنے والے مسلمان، افغانستان کی طرح کہیں دوسری جگہ غالب نہ آسکیں اسی لئے امریکہ اور یہودیوں کا پیسہ خرچ ہو رہا ہے اور روس کے آدمی اس میں استعمال ہو رہے ہیں اور مسلمانوں کی نسل کشی چیچنیا میں ہو رہی ہے اور اس کا واحد سبب یہ ہے کہ وہ مسلمان کیوں ہیں؟ اور مسلمان کی حیثیت سے وہ دنیا میں زندہ کیوں رہنا چاہتے ہیں؟ اسی طرح

کشمیر میں ہندو بنیے مسلمانوں کو کچل رہے ہیں......

ختم کر رہے ہیں......

مسلمان عورتوں کی عصمت دری اور بے عزتی کر رہے ہیں......

صرف اسلئے کہ وہ مسلمان کیوں ہیں......؟

اور آزادی کیوں چاہتے ہیں......؟

اسی طرح عرب ممالک میں یہودی فلسطینی مسلمانوں سے یہی کچھ کر رہے ہیں۔

جہاد اور اسلام دشمن قوتیں

اگر یہ ارادہ ہو کہ دنیا میں مسلمان عزت وعظمت کے ساتھ زندہ رہیں اور کہیں ان پر ظلم نہ ہو تو اسکا واحد راستہ صرف یہی ہے کہ جہاد ہو۔ آج دنیا میں کفر کی جتنی قوتیں ہیں خواہ وہ یہودیوں کی شکل میں ہوں، خواہ وہ عیسائیوں کی شکل میں ہوں، خواہ وہ مشرکوں کی شکل میں ہوں، خواہ وہ کمیونسٹوں کی شکل میں ہوں ان سب کو مشترکہ طور پر جس چیز سے خدشہ ہے اور جس چیز سے خوف ہے وہ یہ ہے کہ مسلمان نوجوانوں میں اور مسلمانوں میں جہاد کا نام کیوں لیا جا رہا ہے؟ اس واسطے سے وہ مسلمانوں کو بنیاد پرست اور مذہبی مجنوں اور مذہبی پاگل کہتے ہیں ورنہ نماز تو مسلمان پہلے بھی پڑھتے تھے اور اب بھی پڑھتے ہیں لیکن نماز پڑھنے کی وجہ سے مسلمانوں کو مذہبی جنونی یا مذہبی پاگل کوئی نہیں کہتا، روزے کی وجہ سے کوئی نہیں کہتا، زکوۃ یا حج کی وجہ سے کوئی نہیں کہتا اگر کہتا ہے تو صرف اس لئے کہ یہ جہاد کا نام کیوں لے رہے ہیں جہاد کا نام ان کے لئے خوف کا باعث ہے کیونکہ اس سے کفر پر ضرب پڑتی ہے اور کفر پر جب اسکی ضرب پڑتی ہے تو کفر کو اس کی قوت اور طاقت معلوم ہے۔

ہمارے بہت سے مسلمان ایسے ہیں جن کو جہاد کی قوت اور طاقت معلوم نہیں ہے، ان کو جہاد کی حقیقت معلوم نہیں ہے کہ جہاد کسے کہتے ہیں لیکن کفر کے خلاف جب جہاد کی ضرب پڑتی ہے تو وہ اسکی حقیقت جان جاتے ہیں۔

الحمدللہ جہادی تنظیموں کی برکت ہے کہ انہوں نے قوم کے ذہن کو اس بارے

میں بیدار کیا ہے اور اس قوم میں جہاد کا جذبہ پیدا کیا حالانکہ یہ حقیقت شائد آپ لوگوں کے علم میں نہ ہو لیکن بڑے حضرات اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ ایک وقت ایسا بھی تھا جب جہادِ افغانستان ابتدائی مرحلے میں تھا کہ مدارس میں جب یہ مجاہدین جاتے تھے تو مدارس والے ان کو مدرسے میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیتے تھے وہ کہتے تھے کہ تم ہمارے طلباء کو پڑھنے نہیں دیتے ہو، پڑھنے سے نکال دیتے ہو، آوارہ گرد بنا دیتے ہو۔

جہاد کی حقیقت اس وقت کسی پر نہ کھلی، لیکن اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے ان حضرات کو کہ ان کی برکت سے الحمدللہ جہاد کا ایسا چرچہ ہوا کہ ہر مساجد میں، مدارس میں اور ہر گھر کے مسلمانوں میں جہاد کا نام اور چرچا ان کے ذہنوں میں موجود ہے اور جہاد کا نام ہر مسلمان لیتا ہے یہ سب ہماری ان جہادی تنظیموں کی محنتوں کا نتیجہ ہے۔

آپ اپنی جماعت کے ساتھ یا جس جماعت کے ساتھ آپ کا دل لگے اس کیساتھ کام کریں ورنہ وہ قوتیں جو جہاد کے مخالف ہیں وہ آپ کے اختلافات سے فائدہ اٹھا کر جہاد کے بارے میں منفی پروپیگنڈا کریں گے اور اس سے فائدہ اٹھا کر اور موقع نکال کر آپ پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کریں گے اور آپ کے ذریعہ سے کشمیر کے مظلوم مسلمانوں کو یہ پیغام ملے گا کہ یہ ہماری مدد نہیں کرسکیں گے کیونکہ یہ تو خود آپس میں لڑ رہے ہیں۔

اسی طرح چیچنیا کے مظلوم مسلمانوں کو اور فلسطین کے اندر مظلوم ماؤں اور بہنوں کو بھی پیغام ملے گا چنانچہ اس موقع پر آپ سے یہی عرض ہے کہ آپ بالکل یکسو ہو کر جہاد کے کاز کیلئے کام کریں غیبتیں کرنا، تنقیدیں کرنا وغیرہ یہ سارے معاملات

آپ اس وقت بالکل چھوڑ دیں۔

اس عمل سے خود جہاد کے کاز کو اور جہاد کے نظریہ کو نقصان پہنچے گا یہی بات میں نے آپ کے سامنے عرض کرنی تھی، اب وقت ویسے بھی مغرب کا ہوا، اللہ تعالیٰ مجھے بھی عمل کی توفیق عطا فرمائے اور آپ کو بھی، مثبت طریقے سے آپ کام کریں ہم انشاء اللہ تعالیٰ آپکے شانہ بشانہ ہوں گے، اور جو خدمت ہم سے ہو سکے گی وہ ہم آپ کے ساتھ کریں گے لیکن ایسی کوئی حرکت نہ کریں جس سے مجاہد تنظیموں پر حرف آئے اور جس سے جہاد کے کاز کو نقصان پہنچے اور دین کے دشمنوں کو جہاد کا کام کرنے والوں پر ہاتھ ڈالنے کا موقع ملے ایسا ہرگز کوئی کام نہ کریں۔

اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔

"وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین"

دینی مدارس، دین اسلام کے قلعے

وقت:......صبح ۱۱ بجے

تاریخ:...... ۲۰۰۲ء

مقام:......مدرسہ ضیاء العلوم سپر ہائی وے کراچی۔

دینی مدارس، دین اسلام کے قلعے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ نحمدہ و نستعینہ و نستغفرہ و نؤمن بہ و نتوکّل علیہ و نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیّات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ و من یضللہ فلا ھادی لہ و نشھدان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و نشھدانّ سیدنا و حبیبنا و مولانا محمداً عبدہ و رسولہ ارسلہ بالحق بشیراً و نذیراً و داعیاً الیہ باذنہ و سراجاً منیراً

اماّ بعد......!

فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یاایھا الذین امنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یأتی اللہ بقومٍ یحبونھم و یحبّونہ اذلۃ علی المؤمنین اعزّۃٍ علی الکافرین یجاھدون فی سبیل اللہ و لایخافون لومۃ لائم ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشآء و اللہ واسع علیم ۔

(سورۃ المائدہ آیت ۵۴)

وقال اللہ تبارک وتعالیٰ

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ و کفی باللہ شھیدًا

(سورہ فتح آیت نمبر ۲۸)

صدق اللہ العظیم وصدق وبلّغ رسولہ النبی الکریم ونحن علی ذالک من الشاھدین والشاکرین والحمدللہ رب العالمین ۔

قابل صد احترام علماء کرام اور میرے عزیز مسلمان بھائیو......

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو اس دنیا کے اندر اپنی بندگی کے لئے پیدا کیا ہے کہ یہ انسان اللہ تعالیٰ کی بندگی کریں اور بندگی کر کے یہ اپنے دنیا کی زندگی گزاریں۔

وماخلقت الجن والانس الالیعبدون .

(سورۃ الذاریات ۵۶)

کہ میں نے انسان کو اور جنات کو پیدا نہیں کیا...... مگر اس مقصد کے لئے کہ وہ میری عبادت اور میری بندگی کریں۔

کیفیت عبادت:

اب یہ ہے انسان کی پیدائش کا مقصد کہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا صحیح بندہ بن جائے اور دنیا کی زندگی اللہ تبارک وتعالیٰ کی بندگی کر کے وہ گزاریں۔ لیکن اب یہ جاننے کی ضرورت ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی وہ بندگی کس طریقے اور کس کیفیت کیساتھ کی جائے۔ اس لئے کہ یہودی جو اللہ تعالیٰ کے اس دنیا میں مبغوض ترین مخلوق ہیں وہ بھی اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی بندگی کر رہے ہیں۔ عیسائی جن کے متعلق قرآن کریم میں یہ موجود ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان پر لعنت کی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو اپنی رحمت سے دور کر دیا وہ بھی اس بات کی دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اللہ تبارک وتعالیٰ کی بندگی کر رہے ہیں۔

تو اس بات کی سمجھنے کی ضرورت ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بندگی کس طریقے سے کی جائے...... کس کیفیت کیساتھ کی جائے جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہو...... جو

اللہ تبارک وتعالیٰ کو مقبول ہو۔

اس لئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم کچھ لوگوں کی حالت یہ بیان فرمائی کہ اس دنیا کے اندر کچھ لوگ اپنے آپ کو تھکائیں گے۔ اپنے آپ کو تھکا کر سمجھیں گے کہ ہم بہت کچھ عبادت کر چکے لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب اللہ تبارک وتعالیٰ کے پاس وہ پہنچیں گے تو پتہ چلے گا کہ جتنا کچھ کیا تھا اس میں کوئی بھی عمل اللہ تبارک وتعالیٰ کے دربار میں مقبول نہیں ہوا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی بندگی اور اپنے احکام سکھانے کے لئے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا آخری پیغمبر بنا کر اس دنیا میں بھیجا اور ارشاد فرمایا کہ

"محمد رسول الله"

(سورۃ فتح آیت ۲۹)

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تبارک وتعالیٰ کے رسول ہیں۔

آپؐ کے آنے کا مقصد ذکر کیا۔

کہ اس دنیا میں دین کو غالب کر دیں۔ تاکہ اس دنیا کے اندر لوگ اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کے احکامات اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے مطابق گزاریں۔ یہی بعثت کا مقصد ہے۔

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آخری حج کے موقع پر عرفات کے میدان میں تھے تو یہ اعلان فرمایا کہ

"الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا"

(سورۃ المائدہ آیت ۳)

فرمایا کہ آج کے دن میں نے تمہارے دن کو تمہارے لئے مکمل کیا...... اپنی نعمتیں تم پر پوری کردیں اور اسلام کو دین کی حیثیت سے ...... طریقہ زندگی کی حیثیت سے تمہارے لئے پسند کیا اور اب اس کے علاوہ کوئی اور طریقہ بندگی ...... کوئی اور طریقہ زندگی اگر کوئی شخص اس دنیا کے اندر اختیار کرے گا تو فرمایا کہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں قبول نہیں ہوگا۔

"ان الدین عند اللہ الاسلام"

(سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۹)

کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک مقبول دین ...... مقبول طریقہء بندگی صرف اور صرف اسلام ہے۔

اب یہودیت کا دور نہیں رہا......

اب عیسائیت کا دور نہیں رہا......

اب صرف اسلام کا دور ہے......

اور یہ اعلان فرمایا...... کہ

اسلام کے علاوہ کوئی دین قابل قبول نہیں:

"ومن یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منہ"

(سورۃ آل عمران آیت نمبر ۸۵)

جو اسلام کو چھوڑ کر کوئی اور دین اختیار کرے گا...... کسی اور دین کے مطابق اس دنیا میں اپنی زندگی گزارے گا تو وہ ہرگز ہرگز اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں قبول نہیں ہوگا۔

خلاصہ اس کا یہ ہوا کہ۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو اس دنیا کے اندر اپنی بندگی کے لئے پیدا کیا اور بندگی کا طریقہ اور بندگی کے احکام اللہ تبارک وتعالیٰ کتاب میں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں موجود ہیں

یہی طریقہء بندگی ہے......

یہی بندگی کے احکام ہیں......

یہی بندگی کے آداب...... اور طور طریقے ہیں۔

اب یہ سمجھنے کی بات ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد۔ جس کے لئے آپ کو مبعوث کیا گیا کہ۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا دین غالب ہو۔

بعثت نبوی کا مقصد پورا ہوا......؟

مقصد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حاصل کیا یا نہیں...... آپ کی بعثت کا وہ مقصد پورا ہوا یا نہیں۔

ہمارا ایمان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے جس مقصد کے معبوث کیا گیا تھا۔ آپ کی حیات مبارکہ میں ...... اور آپ کے جانے کے بعد آپ کے خلفائے راشدین نے اس مقصد کو حاصل کیا اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا دین اس دنیا کے اندر غالب کیا۔

اب سمجھنے کی بات یہ ہے کہ۔

جس مقصد کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کو دنیا میں بھیجا تھا وہ مقصد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس راستے پر چل کر...... کس طریقے سے وہ مقصد حاصل کیا......؟

جب آپؐ کی حیات مبارکہ اور سیرت مبارکہ کو ہم دیکھتے ہیں تو ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ

بعثت کے بعد تیئس سال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں رہے تیرہ سال مکہ مکرمہ میں رہے اور دس سال مدینہ منورہ میں رہے۔

مکی دور اس کے لئے وقف تھا کہ آپؐ اللہ کی توحید اپنی رسالت کی دعوت دیتے تھے، جنت وجہنم کا عقیدہ سمجھاتے تھے۔ قرآن اللہ کی نازل کردہ کتاب ہے۔ اس کو ان کے دلوں میں راسخ کرنے کے لئے آپ کی محنت جاری رہی۔

اور مدینہ منورہ پہنچ کر پہلے سال کے آخر میں دفاعی جہاد کا حکم ہوا۔ کہ

دین کے سامنے حائل رکاوٹوں کو ختم کرو اور شریعت کی اصطلاح میں اس کا نام جہاد ہے۔

آپؐ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مرتدین کے ساتھ جہاد کیا اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رومیوں کے ساتھ جہاد کیا۔

فارس والوں کے ساتھ جہاد کیا......

مجوسیوں کے ساتھ جہاد کیا......

اور اسلامی حکومت کے حدود سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں کابل اور ملتان اور پوری وسط ایشیا کے ریاستوں تک تھے، سرحدیں تھیں۔

ایک بات کو ایک مسلمان کی حیثیت سے سمجھنے کی یہی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے دین کو دنیا میں غالب کرنا یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد ہے نمبر دو یہ بعثت کا یہ مقصد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس راستے سے حاصل کیا تھا اس کو جہاد کہتے ہیں۔

آج بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اس مقصد کو اس دنیا میں اگر کوئی حاصل کرے گا تو جہاد کے سوا کوئی راستہ نہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے دین اعلاء (سربلندی) ہو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا دین غالب ہو۔ یہی واحد راستہ ہے...... اس راستے کے سوا کوئی راستہ نہیں۔

نمبر تین یہ کہ یہ

ہمارے ایمان کا حصہ ہے......

اللہ تبارک وتعالیٰ کی کتاب کا حصہ ہے......

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا حصہ ہے......

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے...... کہ

کسی ظالم کا ظلم اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس عذاب کو نہیں روک سکے گا۔

اس کو ختم نہیں کر سکے گا۔

آج دنیا کے اندر ظالموں کے جتنے ظلم ہیں۔ یہ سمجھ لینا چاہئے کہ یہ ابتلاء (امتحان وآزمائش) کا ایک درمیانی دور ہے۔

اگر اس ابتلاء میں سے ہم سرخرو ہو...... ہم کامیاب ہو کر نکلے۔

پھر آپ دیکھیں گے کہ۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی نصرتیں آئیگی......

اللہ تبارک وتعالیٰ کی مدد آئیگی......

اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے وہ انعامات اور وہ احسانات آئیں گے جس کا ہم تصور نہیں کر سکتے۔

اس ابتلاء میں مایوس ہونا...... اور یہ سمجھنا کہ اب وہ کام ہی ختم ہو گیا یہ ایک طرح کا ارتداد ہے...... یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے دین سے ایک طرح کی واپسی ہے۔

اور قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ اعلان کیا ہے کہ

"من یرتدمنکم عن دینه"

جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پیچھے ہٹے گا

"فسوف یأتی الله بقومٍ یحبونهم ویحبونه"

اللہ تبارک وتعالیٰ اس قوم کو پیدا کریں گے جن سے اللہ محبت کرتے ہیں اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں اور آج کام یہ ہو گا کہ

"یجاهدون فی سبیل الله"

اللہ کے دین کے غلبے کے لء جہاد کریں گے اور

"ولایخافون لومة لائم"

وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہیں کریں گے

یہ بات سمجھنے کی ہے کہ

اگر ہم پر مایوسی طاری ہوگئی......

اگر ہم اس راستے کو چھوڑ بیٹھیں......

ہم اگر اس راستے سے پیچھے ہٹ گئے......

تو پھر اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق اللہ تبارک وتعالیٰ کسی اور قوم کو پیدا کریں گے جو اللہ تبارک وتعالیٰ کے دین کی اس خدمت کو جاری رکھے گا۔

یاد رکھو...... کہ

ہمیں اللہ تبارک وتعالیٰ کے ...... دین کی ضرورت ہے

ہمیں اللہ تبارک وتعالیٰ کی ...... تعلق کی ضرورت ہے

ہمیں اللہ تبارک وتعالیٰ کی ...... رضا کی ضرورت ہے

اللہ تبارک وتعالیٰ کا دین...... ہمارا محتاج نہیں

اللہ تبارک وتعالیٰ...... ہمارا محتاج نہیں......

لہٰذا ہر مسلمان کو یہ بات سمجھنی چاہئے کہ

ہم اللہ تبارک وتعالیٰ کے دین کو غالب کرنے کے لئے جو راستہ...... اور جو طریقہ جہاد کا...... جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعین کر دیا تھا ہم زندگی کی آخری سانس تک۔

آخری لمحے تک۔

ہم اس کو نہیں چھوڑیں گے۔ چاہے دنیا کے جتنے ظالم اور جابر آئے اور وہ جتنے مظالم اور کر دیں۔ ہم اللہ کے دین کو چھوڑ نہیں سکتے۔

ہم نماز...... کو نہیں چھوڑ سکتے......

ہم روزے...... کو نہیں چھوڑ سکتے......

ہم زکوٰۃ...... کو نہیں چھوڑ سکتے......

ہم حج...... کو نہیں چھوڑ سکتے......

جہاد بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کا ایک حکم ہے...... ہم اس کو بھی نہیں چھوڑ سکتے۔

اور اہم بات یہ کہ

جہاد کب اور کہاں ہوگا

جہاد کب ہوگا......؟

کہاں ہوگا......؟

کن لوگوں سے ہوگا......؟

یہ کسی حکمران کے...... فرمان کے تابع نہیں

یہ علماء ہی جانتے ہیں کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے شارح اور نمائندے علماء ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں...... کہ

جہاد کب ہو......؟

کہاں اور کس سے ہو......؟

اور جب علماء فتویٰ دیں گے تو شرعی جہاد ہوگا۔

اور یہ بات اب سمجھنے کی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ دین، جس کے احکام کے مطابق زندگی گزارنا یہ بندگی ہے۔ اس دین کی تعلیم اور اس دین کی حفاظت وہ کہاں ہوتی ہے......؟

ظاہر ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس دین کی تعلیم...... اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس دین کی حفاظت...... کسی مارکیٹ میں نہیں ہوتی۔

کسی حکومتی ادارے میں نہیں ہوتی۔

یہاں اللہ تبارک وتعالیٰ کے دین کی تعلیم اگر ہوتی ہے...... حفاظت اگر ہوتی ہے تو یہ فقط اس دینی مدارس کے اندر ہوتی ہے۔

آج پوری دنیا کے اندر یہودی بھی...... عیسائی بھی...... امریکہ بھی...... ہندو بھی...... دنیا بھر کے جتنے دین دشمن اور کافر ہیں۔ وہ ان دینی مدارس کے خلاف پروپیگنڈہ کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کا یورپی ممالک کا دورہ:

ہمارے جامعۃ العلوم الاسلامیہ (علامہ بنوری ٹاؤن) کے مہتمم حضرت مولانا عبدالرزاق اسکندر ابھی ابھی یورپ کے دورے پر گئے تھے۔ انہوں نے ہمیں کہا کہ وہاں پر اخبارات میں بش کا ایک بیان چھپا جو یہاں نہیں چھپا...... امریکہ کا صدر بش وہ بیان دیتا رہتا ہے کہ۔

برصغیر کے اندر دینی مدارس یہ گندگی کے تالاب ہیں...... اس کے اندر مچھر پیدا ہوتے ہیں...... لوگوں کو تکلیف پہنچاتے ہیں...... اور اس گندگی کے ان تالابوں کو ختم کرنا ہماری ذمہ داری ہے...... امریکہ کی یہ ذمہ داری ہے۔

امریکہ کا یہ پروگرام ہے اور امریکہ کے پروگرام کو ہمارے بے دین حکمران اللہ تبارک وتعالیٰ کے دین کو ختم کرنے کے لئے ان کے پروگرام پر چل رہے ہیں۔

کبھی دین داری کے متعلق یہ آرڈیننس......

کبھی وہ آرڈیننس......

کبھی فلاں پابندی......

اس کا مقصد کیا ہے......؟

ہم آزاد ہیں:

یہ بات ان حکمرانوں کو بھی سمجھتے چاہتے اور ان حکمرانوں کے جو بڑے ہیں ان کو بھی یہ بات سمجھنی چاہئے کہ

دینی مدارس کی آزادی......

علماء کی تحریر وتقریر کی آزادی......

حق بولنے کی آزادی......

یہ آزادی کسی حکمران نے عطیے یا ہدیے کے طور پر ہمیں نہیں دی ہیں۔

اس آزادی کے پیچھے ہمارے اکابر کی طویل قربانیاں اور شہادتیں ہیں۔ اُن قربانیوں کے نتیجے میں ہم نے یہ مقام حاصل کیا ہے کہ

ہم آزاد رہیں گے۔

ہمارے دینی مدارس آزاد رہیں گے۔

ہم کسی کی پابندی قبول نہیں کریں گے اور نہ ہی ہمارے یہ اپنے مدارس کسی حاکم کے حکم کے پابند ہوں گے۔

مدارس ختم کرنے کا خیال دل سے نکال دیں:

یہ خیال اگر ان کو ہے کہ ہم دینی مدارس کو ختم کریں گے تو اس آرزو کے پوری کرنے کے لئے انشاء اللہ خود بھی تباہ وبرباد اور ذلیل ہوں گے...... اور ان کے وہ آقا یہودی اور عیسائی، وہ بھی خوار اور ذلیل ہو کر ختم ہو جائیں گے۔ لیکن ان کی یہ آرزو پوری نہیں ہوگی۔ یہ مدارس ختم نہیں ہوں گے۔ (انشاء اللہ)

اللہ تبارک وتعالیٰ کے دین کو اس دنیا میں غالب کرنے کے لئے اس بات کی ضرورت بھی ہے کہ

دین، مدارس کی وجہ سے محفوظ ہے:

اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ دین محفوظ شکل وصورت میں موجود ہو اور محفوظ شکل وصورت میں موجود، یہ تعلیم وتعلم کے نتیجے میں ہوتا ہے۔ وہ مدارس کے خدمات کے نتیجے اللہ تبارک وتعالیٰ کا دین اپنی اصلی شکل وصورت میں آج ہمارے سامنے محفوظ ہے...... اور آج اللہ تبارک وتعالیٰ کے دین کا ایک چھوٹے سے چھوٹا حکم بھی نہیں...... ضائع نہیں ہوا۔

یہودیوں کے دین کے طرح یا عیسائیوں کے دین طرح ضائع نہیں ہوا۔

یہ کیوں محفوظ ہے......؟

سند دین کا حصہ ہے:

اس لئے کہ

"الاسناد من الدین"

سند دین کا حصہ ہے...... اور دین ہم نے اساتذہ کرام سے حاصل کیا ہمارے اساتذہ نے اپنے اساتذہ سے حاصل کیا...... اور یہ سلسلہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا...... اور ہم سے آگے یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہے گا...... اور انشاء اللہ یہ دین دینی مدارس کے خدمات کے صلے میں محفوظ ہوگا۔

علماء صحیح رہبر ہیں:

آج یہودی اور امریکہ اور یہودیوں کو ان دینی مدارس سے پریشانی اس لئے

ہے کہ ان دینی مدارس کے اندر صحیح علماء پیدا ہوتے ہیں۔ وہ امت کی صحیح رہبری اور صحیح رہنمائی کرتے ہیں...... اور ان کی رہبری اور رہنمائی کے نتیجے میں یہ امت کو گمراہ نہیں کرپاتے...... اس لئے ان کو طیش آرہا ہے...... اس لئے ان کو ان دینی مدارس پر غصہ آرہا ہے۔

خلاصہ کلام:

میں آخر میں پھر وہ تین باتیں دہراتا ہوں کہ

اللہ تبارک وتعالیٰ کی بندگی یہ ہماری پیدائش کا مقصد ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کے بندگی کے احکام قرآن پاک میں اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں ہیں...... اور بندگی کے ان احکام وآداب کا نام ''اسلام'' ہے اور اسی اسلام کو غالب کرنا یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی مقصد تھا...... اور اللہ تعالیٰ کے ان احکام بندگی کی حفاظت ان مدارس کے اندر ہوتی ہے...... جہاد اور دینی مدارس یہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔

جن لوگوں کو یہ تکلیف ہورہی ہے کہ ان دینی مدارس کے اندر نصاب تبدیل ہو...... یہاں جہاد کا جذبہ پیدا نہ ہو...... یہاں جہاد کا نام نہ لیا جائے...... یہ تو ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کا کتاب نہیں رہے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا کتاب رہے گا تو یہ سب کچھ رہے گا۔

یہ سب باتیں یاد کرنے کی ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطاء فرمائیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

دینی مدارس اور نیو ورلڈ آرڈر

وقت:...... بعد نماز مغرب

تاریخ:...... ۲۶ اکتوبر ۲۰۰۰ء

بمقام:...... جامعہ مدینہ گلشن اقبال کراچی۔

دینی مدارس اور نیو ورلڈ آرڈر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھدان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشھدان سیدنا وحبیبنا ومولانا محمداً عبدہ ورسولہ ارسلہ بالحق بشیراً ونذیراً وداعیاً الیہ باذنہ وسراجاً منیراً

اما بعد......!

فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"ھو الذی ارسلہ رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون"

(سورۃ صف آیت ۹)

وقال اللہ تبارک وتعالیٰ فی مقام آخر......

"ولن ترضیٰ عنک الیھود ولا النصاریٰ حتیٰ تتبع ملتھم"

(سورۃ البقرۃ آیت ۱۲۰)

"صدق اللہ العظیم"

قابل صد احترام علمائے کرام ومعززین شہر اور میرے عزیز مسلمان بھائیو......!

یہ کانفرنس حضرت مولانا مفتی محمودؒ نور اللہ مرقدہ کے نام نامی، اسم گرامی سے منسوب ہے۔ حضرت مفتی محمودؒ نور اللہ مرقدہ کا پاکستان بلکہ اگر کہا جائے کہ دنیا کی سیاست میں ایک مقام رہا ہے تو یہ مبالغہ نہیں۔

ہمارے ہاں اپنے اکابر کو یاد کرنا، اپنے اکابر کے افکار پر گفتگو کرنا اور ان کی خدمات کا تذکرہ کر کے ان کی خدمات سے راہنمائی حاصل کرنا یہ ہمارے دین کا حصہ ہے اسی لئے ان اکابر کے نام سے اور ان اکابر کے افکار کے حوالے سے جو اجتماعات ہوتے ہیں وہ یقیناً دینی اجتماعات ہیں میں مختصر سی تین چار باتیں آپ کے سامنے عرض کرنا چاہتا ہوں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ حضرت مولانا مفتی محمودؒ نور اللہ مرقدہ کا تعلق علماء کے طبقے سے تھا، اور دینی مدارس سے ان کا تعلق تھا اور انہی مدارس نے حضرت مفتی صاحبؒ کی شخصیت بنائی اور انہی مدارس سے وہ ایک فکر لے کر میدان عمل میں نکلے تھے۔

دینی مدارس کی خلاف کوششیں:

آپ نے بھی آج مجھ سے پہلے سنا کہ پاکستان میں علماء کے خلاف، دینی مدارس کے خلاف اور جہادی تنظیموں کے خلاف ایک فضا بنانے کی کوشش کی جارہی ہے، ہمارے اس ملک کے اندر اور اس ملک کے باہر ایک فضا بنائی جارہی ہے جس کے ذریعے امت مسلمہ کو یہ بتایا جارہا ہے اور انہیں یہ باور کرایا جارہا ہے

کہ اس وقت امت مسلمہ جن مشکلات میں مبتلا ہے...... ان مشکلات میں مبتلا ہونا دینی مدارس کی وجہ سے، علماء کرام کی وجہ سے اور دین کے تعلق کی وجہ سے ہے۔

انگریزی اخبارات اور علماء دشمنی:

خود ملک کے اندر اور ملک سے باہر اور ابلاغ و نشریات کے ذرائع جو یہود کے قبضے میں ہیں یا یہود نواز قوتوں کے قبضے میں ہیں، وہ مسلسل دین کے خلاف، علماء کرام کے خلاف، جہادی تنظیموں کے خلاف، دینی مدارس کے خلاف ایک فضا بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

خود ہمارے ملک کے اندر یہاں انگریزی میڈیا اور انگریزی اخبارات جو ہمارے ہاں چھپتے ہیں شاید ہی ایک روز ایسا ہو جس میں دین کے خلاف، اہل دین کے خلاف، جہادی تنظیموں کے خلاف اور دینی مدارس کے خلاف مضمون نہ چھپتا ہو۔

یہ جو کراچی سے ڈان (Dawn) اخبار چھپتا ہے اسی طرح دی نیوز (The News) اور فرنٹیر پوسٹ (Phrinteir Post) اور دیگر جو اخبارات ہمارے ملک کے اندر چھپتے ہیں ان اخبارات کو اگر آپ دیکھیں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ یہودی میڈیا یا یہودی نواز میڈیا کس ذریعے سے دین کے خلاف، جہادی تنظیموں کے خلاف اور دینی مدارس کے خلاف ایک فضا بنا رہے ہیں۔

وہ یہ چاہتے ہیں کہ مسلمان مدارس کے ساتھ تعاون نہ کریں، مدارس کے ساتھ ان کا تعلق نہ ہو وہ یہ چاہتے ہیں کہ عالم اور عام آدمی کے درمیان تعلق

کٹ جائے اور ان کے درمیان تعلق نہ رہے۔ اس لئے وہ یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ اس دنیا میں جتنی اور خصوصاً اس خطے کے اندر دہشت گردی ہوتی ہے، اس دہشت گردی کے پیچھے دینی مدارس ہیں اور دینی مدارس کے اندر پڑھنے والے لوگ دہشت گرد ہیں، دینی مدارس کے اندر دہشت گرد پیدا ہو رہے ہیں، دینی مدارس کے اندر دہشت گردی سکھلائی جاتی ہے، انہی مدارس میں فرقہ واریت سکھلائی جارہی ہے اور انہی دینی مدارس کے اندر ایک ایسی نسل تیار کی جارہی ہے جو کسی اختلاف کو برداشت کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہیں اور جب ان کو اختلاف کیلئے کہا جاتا ہے تو وہ مرنے مارنے پر تل جاتے ہیں، وہ کاٹ کھانے کو دوڑتے ہیں...... اس وقت امت مسلمہ کو یہی باور کرایا جارہا ہے۔

پروپیگنڈہ کے مذموم مقاصد:

میں آپ سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس پروپیگنڈے کے پیچھے اور اس طوفانی بدتمیزی کے پیچھے مذموم مقاصد ہیں...... وہ کیا ہیں؟

حقیقت یہ ہے کہ آج سے ساڑھے تین سو، چار سو سال پہلے یہودی اس دنیا کے اندر، پوری دنیا میں غلام تھے، دنیا کے کسی خطے پر ان کی حکومت قائم نہ تھی اور کہیں پر وہ برسراقتدار نہ تھے لیکن ان کے دانشور اور ان کے قومی لیڈر اس وقت جمع ہوئے اور انہوں نے یہ سوچنا شروع کیا کہ کس طرح پوری دنیا پر ہم اپنا تسلط جمائیں اور کیسے پوری دنیا پر ہمارا تسلط قائم ہو۔

اس وقت ان کے دانشوروں نے اور ان کے بڑوں نے اس کام کیلئے

جو تجاویز مرتب کیں وہ تجاویز پروٹوکول کے نام سے دنیا میں سامنے آئیں اور وہ راز ایک خاتون کی وجہ سے افشاء ہوا اور آج واقعتاً یہودیوں نے دنیا میں وہ حیثیت حاصل کر لی ہے کہ آج وہ اپنی مرضی کے مطابق، اپنے منشا کے مطابق پوری دنیا کو چلانا چاہ رہے ہیں، پوری دنیا کی دولت پر یہودیوں کا قبضہ ہے کیونکہ دنیا کے اندر جتنے مغربی ممالک کے بڑے مالیاتی ادارے ہیں، بڑے بڑے نامور ادارے ہیں دنیا کے ہر حصے سے وہاں سمٹ کر جاتے ہیں اور وہاں جمع ہوتے ہیں، وہ تمام ادارے یا مکمل یہودیوں کی ملکیت میں ہیں یا ان اداروں کے اکثر حصص یہودیوں کے پاس ہیں چنانچہ اس وقت پوری دنیا کی دولت یہودیوں کے قبضے میں ہے، یہودیوں کے پاس ہے ساری دنیا کی دولت اور وہ دولت جو کہ مسلمانوں کی دولت ہے۔

یہودی بینکوں میں مسلمانوں کے اثاثے:

آپ تعجب کریں گے کہ اس وقت دنیا کے مالیاتی اداروں میں اور خصوصاً یہودیوں کے بینکوں میں مسلمانوں کے اور مسلمان ممالک کے تقریباً آٹھ سو بلین ڈالرز جمع ہیں اور اس وقت تک عالمی بینک نے، آئی ایم ایف اور دیگر مالیاتی اداروں نے مسلمان ممالک کو جو قرضہ دیا ہے وہ تقریباً چھ سو بیس بلین ڈالرز ہیں، ایک سو اسی بلین ڈالرز زیادہ مسلمانوں کے ان کے پاس پڑے ہوئے ہیں۔

اس کے باوجود آپ ان کے تسلط کو دیکھئے، ان کے مکر کو دیکھئے، ان کی تدابیر کو دیکھئے کہ وہ ہم پر اپنی شرائط مسلط کرتے ہیں لیکن ہم ان سے اپنی

کوئی بات نہیں منوا سکتے، یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہماری دولت تمہارے پاس ہے اور اس دولت کو تم ہمارے خلاف استعمال کرتے ہو، کیوں کرتے ہو؟

اس طریقے سے دنیا کے میڈیا پر اور نشریات کے جتنے ادارے ہیں ان تمام پر یہودیوں کا قبضہ ہے اور دنیا کے بڑے بڑے ٹی وی چینلز اور ابلاغ کے بڑے بڑے ادارے ان کے پاس ہیں اور وہ ان ذرائع سے مسلمانوں کے خلاف، اسلام کے خلاف، علماء کے خلاف، جہادی تنظیموں کے خلاف ایک ذہن دینا چاہتے ہیں اور ایک پروپیگنڈے کے ذریعے پوری دنیا اور خصوصاً مسلم ممالک کو ان مدارس سے بدظن کر رہے ہیں۔

درحقیقت یہودیوں کا جو پروٹوکول تھا اور اس پروٹوکول کے اندر جو تجاویز انہوں نے مرتب کی تھیں وہ تمام تجاویز آج نیو ورلڈ آرڈر (NEW WORLD ORDER) یعنی نئے عالمی بندوبست کی صورت میں دنیا پر مسلّط ہے۔

یہ جو امریکہ کا نیو ورلڈ آرڈر یعنی نیا عالمی بندوبست تھا اور دنیا کے سامنے انہوں نے جو پیش کیا تھا حقیقت یہ ہے کہ یہ یہود کا نظریہ ہے اور اس کے پیچھے یہود کی سوچ کارفرما ہے۔ یہود کی وہ سوچ کہ جو پروٹوکول کے ذریعے دنیا کے سامنے آیا تھا آج وہ نیو ورلڈ آرڈر کے نام سے دنیا پر مسلط کرنے کیلئے امریکہ کا سہارا لے رہے ہیں اس لئے کہ اس وقت امریکہ مکمل طور پر یہودیوں کے قبضے میں ہے، امریکہ کا کوئی صدر اس وقت تک منتخب نہیں ہوسکتا جب تک امریکہ میں رہنے والے یہودی اس کی حمایت نہ کریں۔

دینی مدارس ...... نیو ورلڈ آرڈر کی راہ میں رکاوٹ:

آج سے چند دن پہلے امریکہ میں جو نئے انتخابات ہوئے ہیں، آپ نے اخبارات میں پڑھا ہوگا کہ الگور اور بش کے درمیان جو مباحثہ تھا اس مباحثے میں ہر کسی نے یہ کوشش کی کہ وہ یہودیوں کی حمایت حاصل کریں، یہودیوں کی حمایت حاصل کرنے کے لئے وہ بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے تھے اس لئے کہ یہ بات ان کے ہاں مسلّم ہے کہ کوئی صدر امریکہ میں اس وقت تک منتخب نہیں ہوسکتا جب تک کہ امریکہ میں رہنے والے یہودی اس کی حمایت نہ کریں۔

اب جو شخص یہودیوں کی حمایت سے منتخب ہوکر اوپر آتا ہے تو پھر ظاہر ہے کہ وہ دنیا پر یہودی سوچ مسلّط کرنا چاہتا ہے، یہودیوں کے مفادات کے لئے وہ پوری دنیا کو استعمال کرنا چاہتا ہے اب اس وقت جو نیو ورلڈ آرڈر یا یہودیوں کا جو پروٹوکول ہے جو وہ دنیا کے اوپر مسلّط کرنا چاہتے ہیں اس وقت اگر ان کے سامنے کوئی رکاوٹ ہے تو وہ برصغیر کے ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش اور افغانستان کے مسلمان ہیں اور دینی مدارس ہیں۔

یہاں کے یہ علماء جن کے پاس یقیناً وسائل نہیں ہیں، جن کے پاس کوئی قوت نہیں ہے، جن کے پاس کوئی طاقت نہیں ہے لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کے دین کے ساتھ ان کا تعلق مضبوط ہے اور ہر صورت میں وہ امت کے سامنے حق بیان کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جو امریکہ کے نیو ورلڈ آرڈر یا یہودیوں کے اس پروٹوکول کے سامنے رکاوٹ ہیں۔

اس رکاوٹ کو ختم کرنے کے لئے، اس رکاوٹ کو ہٹانے کے لئے پوری دنیا میں مدارس کے خلاف، دینی جماعتوں کے خلاف اور جہادی تنظیموں کے خلاف جو پروپیگنڈہ ہے اس کی بنیادی وجہ یہی ہے اور اس کے پیچھے یہی مقصد ہے کہ جس کیلئے وہ یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔

میں آپ کی خدمت میں ایک بات اور عرض کردوں کہ یہودی اپنے اس مقصد تک پہنچنے کیلئے کہ دنیا پر ان کا تسلط ہو اور ان کے سامنے جو رکاوٹ ہے وہ رکاوٹ دور ہوجائے......

علماء کرام کی صورتمیں......

طلباء کی صورت میں......

دینی مدارس کی صورت میں......

دینی جماعتوں اور جہادی تنظیموں کی صورت میں......

جو رکاوٹ ہو وہ رکاوٹ ان کے سامنے سے دور ہوجائے۔

اس کے لئے جتنے بیرونی ذرائع تھے وہ سارے کے سارے ذرائع انہوں نے استعمال کئے لیکن الحمد للہ برصغیر کے اندر علماء کی قوت کو وہ ختم نہیں کرسکے، یہاں جو علماء کی قوت ہے وہ قوت امارت اسلامیہ افغانستان کے قائم ہونے کے بعد مزید ترقی پذیر ہے۔

اب وہ سمجھتے ہیں کہ امارت اسلامیہ افغانستان کو استحکام حاصل ہوا تو اس کے ذریعے برصغیر کے علماء کو مزید استحکام حاصل ہوگا، دینی مدارس کو استحکام ہوگا اور جب اس قوت کو ختم کرنے کیلئے جتنی بیرونی کوششیں تھیں وہ ساری کی

ساری ناکام ہوگئیں تو اب ان کی کوشش یہ ہے کہ علماء کے اندر بلکہ علماء دیوبند کے اندر ایسے لوگ اور ایسے چہرے پیدا کریں کہ وہ دانستہ یا دانستہ طور پر ان کے مفادات کے لئے استعمال ہوں۔

وہ چاہتے ہیں کہ دینی مدارس کے اندر ایسی فضا قائم کی جائے، ایسی صورتیں پیدا کی جائیں کہ جس کی وجہ سے ان کا یہ پروپیگنڈا صحیح ثابت ہو جائے کہ دینی مدارس میں حربی تعلیم دی جاتی ہے یا ان مدارس کے اندر واقعتاً دہشت گردی ہوتی ہے اور ان کو ان دینی مدارس کے اوپر ہاتھ ڈالنے کا موقع مل جائے۔

اسی طریقے سے وہ چاہتے ہیں کہ جہادی قوت کو، دینی مدارس کی قوت کو، علماء کی قوت کو جہاد کے نام پر ایسی جگہ استعمال کی جائے کہ یہ قوت ہی ختم ہو جائے اور خود پاکستان کے مفادات کے خلاف امارت اسلامیہ افغانستان کے مفادات کے خلاف یا یوں سمجھے کہ دنیائے اسلام کے مفادات کے خلاف ان کو استعمال کیا جائے، جہاد کے نام سے اور غلبہ اسلام کے نام سے ان کو استعمال کریں۔

لمحوں کی غلطی صدیوں تک بھگتنا ہوگی:

اس وقت اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ علمائے وقت، برصغیر کے علماء، وہ علماء جو کہ دیوبند سے نسبت اور تعلق رکھتے ہیں ان کے لئے یہ وقت کھڑے امتحان کا ہے، سخت آزمائش کی ہے کہ اگر خدانخواستہ ان کی فکر نے لغزش کھائی یا ان کی فکر نے غلطی کی اس موقع پر تو یہ غلطی ایسی ہوگی کہ صدیوں تک ہم اس غلطی کی تلافی نہیں کر سکیں گے۔

اس لئے کہ الحمدللہ، اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں جو قوت عطا فرمائی ہے، وہ قوت کہ جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے استحکام بخشا اور اس قوت کے نتیجے میں، جہاد کے نتیجے میں اور مسلمانوں کی قربانیوں کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے جو ایک حکومت عطا فرمائی امارت اسلامی افغانستان کی صورت میں، تو اگر ایسی کوئی حرکت کی جائے کہ جس سے امارت اسلامی افغانستان کے استحکام کو نقصان ہو تو یقین کریں یہ نقصان ایسا ہوگا کہ ہم اسکی تلافی نہیں کر سکیں گے۔

اور آج حقیقت یہ ہے کہ یہودیوں کی ساری قوت، عیسائیوں کی ساری قوت، ہندوؤں کی ساری قوت اس بات پر جمع ہیں کہ کسی طریقے سے امارت اسلامی افغانستان کو ختم کیا جائے۔

طالبان کی حکومت، علماء کی حکومت اور اس حکومت کے ذریعے برصغیر کے علماء کو جو قوت حاصل ہوئی ہے یہ قوت کسی طریقے سے ختم ہو جائے، دینی مدارس کی قوت ختم ہو جائے اور علمائے کرام کا جو مقام معاشرے میں ہے اس مقام کو ختم کیا جائے ...... تو وہ ایسا منصوبہ بنا رہے ہیں کہ علمائے دیوبند کی اس قوت کو......

علمائے حق کی اس قوت کو......

دینی جماعتوں کی اس قوت کو......

وہ اختلاف کا شکار بنا دیں......

اس قوت کو ٹکڑوں میں بانٹ کر ختم کر دیں۔

مختلف قسم کی سازشیں اور مختلف قسم کے اختلافات ابھارے جا رہے ہیں یا آئندہ اس کام کے لئے ابھاریں جائیں گے، یہ میری عرض ہے کہ ایک

تو علماء اور دوسرے دینی مدارس کے طلباء کو اس بات پر نظر رکھنی چاہئے۔

حکمران طبقہ کبھی بھی اسلام سے مخلص نہیں رہا......

دوسری بات جو میں نے آپ کے سامنے مختصراً عرض کرنی ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے اس ملک میں ہمارے اس پاکستان میں ہم پر جو حکومت مسلط ہے، اس سے پہلے جو حکومتیں ہم پر رہی ہیں ابھی مجھ سے پہلے استاد محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب ارشاد فرما رہے تھے کہ یہ جتنی حکومتیں ہیں یہ دین کے ساتھ، اہل دین کے ساتھ، علماء کے ساتھ اور دینی مدارس کے ساتھ مخلص نہیں رہیں۔

کوئی بھی حکومت ہو چاہے وہ سیاسی حکومت ہو یا وہ فوجی حکومت ہو، ہر حکومت کی یہ کوشش رہی ہے کہ علماء کا وقار اور دینی مدارس کی قوت کو کسی طریقے سے ختم کیا جائے ...... لیکن ہمیں موجودہ حکومت کو بھی اور آئندہ حکومتوں پر یہ بھی بات واضح کر دینی چاہئے۔

علماء وطلباء دوسرے درجے کے شہری نہیں:

اپنے اپنے مقام پر ہر عالم مسلمانوں کے سامنے اس بات کا تذکرہ کرے کہ اس ملک کے اندر پاکستان کے اندر...... علماء، دینی مدارس کے طلباء اور جہادی تنظیموں کے طلباء کسی طور پر بھی دوسرے درجے کے شہری کے طور پر رہنا پسند نہیں کریں گے کہ ہمیں دوسرے درجے کا شہری بنا دیا جائے اور وہ جو چاہیں ہم پر مسلط کریں اور نہ ہم اس کے لئے تیار ہیں اور نہ ہی ہم ان

کے اس رویئے کو قبول کریں گے اس لئے کہ یہ بات ہم ان کو کھل کر بتانا چاہتے ہیں کہ اس ملک کے اندر جتنے حقوق کسی سیاسی لیڈر کے ہو سکتے ہیں، جتنے حقوق پیپلز پارٹی، مسلم لیگ یا کسی اور پارٹی کے لیڈر کے ہو سکتے ہیں یا جتنے حقوق کسی فوجی جرنیل کے ہو سکتے ہیں الحمدللہ اتنے ہی حقوق اس ملک کے اندر ہمارے لئے بھی ہیں۔

اس لئے کہ برصغیر کی آزادی کے لئے آج تک جتنی بھی تحریکیں چلی ہیں ...... ۱۸۵۷ء سے لیکر اب تک جتنی بھی تحریکیں چلی ہیں۔ علماء نے، دینی مدارس کے طلباء نے اور دینی طبقے نے ان تمام تحریکوں کے اندر قائدانہ حصہ لیا ہے۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں جسکو آج تک یہ لوگ غدر کہتے ہیں، ہزاروں علماء بلکہ لاکھوں علماء پھانسی پر چڑھائے گئے اور سولی پر لٹکا گئے۔

تحریک پاکستان میں علماء کا کردار:

برصغیر میں جنگ آزادی کی تحریک کے بعد پاکستان کی آزادی کی تحریک چلی ...... پاکستان کی آزادی کی تحریک جب چلی تو اس تحریک میں ......

علماء کرام کا حصہ......

مولانا شبیر احمد عثمانی کا حصہ......

مولانا مفتی محمد شفیع کا حصہ......

مولانا اشرف علی تھانوی کا حصہ......

مولانا ظفر احمد عثمانی کا حصہ......

اور دوسرے ہمارے علماء اور اکابر کا حصہ کسی بھی محمد علی جناح اور کسی بھی لیاقت علی خان سے کم نہیں ہیں۔

اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ جتنے حقوق اس ملک میں کسی کے ہو سکتے ہیں، کسی فوجی جرنیل کے ہو سکتے ہیں، کسی لیڈر کے ہو سکتے ہیں تو اتنے ہی حقوق بلکہ اس سے زیادہ حقوق اس ملک کے اندر الحمدللہ ہمارے ہیں۔ اس ملک کی آزادی کے لئے علماء نے محنتیں کی ہیں...... برصغیر کی آزادی کے لئے جتنی بھی تحریکیں چلی ہیں علماء نے اس میں حصہ لیا ہے۔

اس لئے ہمارے دینی مدارس کو، ہماری اپنی قوتوں کو منظم ہونا ہوگا اور ان لوگوں کو ہماری قوت کو، علماء کی قوت کو، دینی مدارس کی قوتوں کو، دینی جماعتوں کی قوت کو، جہادی تنظیموں کی قوت کو، جہادی جماعتوں کی قوت کو انہیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ اس ملک میں برابر کے حصہ دار ہیں یہ بھی اس ملک میں اتنے ہی حقوق رکھتے ہیں جتنا کہ کوئی جرنل رکھتا ہے، جتنا حق اس ملک میں کوئی سیاسی لیڈر رکھتا ہے، جتنا حق کوئی حکمران رکھتا ہے اتنا ہی حق اس ملک میں ایک عالم کا ہے ایک دینی مدرسے کے طالب علم کا ہے، جتنا حق یہاں ایک سیاسی کارکن کا ہے اتنا ہی حق یہاں ایک جہادی جماعت کے کارکن کا بھی ہے۔

دینی قوتوں کو مت چھیڑیں:

اس لئے یہ بات ہم نے ان کو کھل کر سمجھانی چاہئے کہ اگر تم نے یہ غلطی کی کہ دینی قوتوں کو چھیڑا، دینی مدارس پر ہاتھ ڈالنا چاہا یا ہماری جہادی تنظیمیں جو کام کر رہی ہیں ان جہادی تنظیموں پر تم نے ہاتھ ڈالنا چاہا تو یقین کیجئے کہ ہم

کبھی بھی اس کی اجازت نہیں دیں گے بلکہ وہ لادینی قوتوں کو اس ملک سے ختم کرنے کا آخری وقت ہوگا۔ (نعرہ تکبیر...... اللہ اکبر)

اس لئے یہ بات ہر عالم کو کھل کر کرنی چاہئے کہ اس ملک کے اندر ہم کسی احساس کمتری کا شکار نہیں ہیں...... ہم کسی بھی احساس کمتری میں مبتلا نہیں ہیں کہ اگر تم کہو گے کہ ہم دینی مدارس کو یوں سے یوں بنادیں گے، جہادی تنظیموں کو اس کا پابند کریں گے، اُس کا پابند کریں گے یہ کریں گے، وہ کریں گے...... تو...... وہ یہ بات یاد رکھیں گے کہ ہم کسی احساس کمتری کا شکار نہیں ہیں اسلئے اگر اس ملک کے اندر ایسی کوئی کوشش کی گئی جو کہ دینی قوتوں کو ختم کرنے کی ہو، دینی مدارس کو ختم کرنے کی ہو، علماء اور جہادی قوتوں کو ختم کرنے کی ہو تو یقین کریں کہ اس ملک کا ایک ایک مسلمان لڑے گا اور اگر انہوں نے ایسی کوئی غلطی کی تو اسلامی انقلاب جو کہ اس ملک کا مقدر ہے وہ جلد اس ملک کے اندر آجائیگا...... پانچ دس سال کے بعد جس اسلامی انقلاب نے آنا ہے اگر انہوں نے کوئی بے وقوفی کی تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ وہ انقلاب پہلے آکر رہے گا۔

یہی دو چار باتیں تھیں جو کہ میں نے اشارات میں آپ کے سامنے عرض کردیں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں قوت عطا فرمائیں اور...... جہاں بھی ہمارے مسلمان بھائیوں پر مظالم ہو رہے ہیں، فلسطین میں یہودی اس وقت جو کچھ کر رہے ہیں، چیچنیا کے اندر یہودیوں کی دولت اور روس کی قوت جو کچھ کر رہی ہے یا کشمیر کے اندر یہودیوں کی دولت اور ہندؤوں

کی مسلح قوتیں جو کچھ کر رہی ہیں ان تمام چیزوں سے بھی ہمیں غافل نہیں ہونا چاہئے۔

مظلوم کی حمایت جاری رکھیں گے:

ہم علی الاعلان یہ بات کرتے ہیں بغیر کسی خفت اور بغیر کسی جھجک کے یہ بات کرتے ہیں کہ دنیا کے اندر جہاں بھی ہمارے مسلمان بھائی پر ظلم ہوگا یا جہاں بھی ہمارا مسلمان بھائی مظلوم ہوگا یا جہاد میں مصروف ہوگا ہم اس ملک کے اندر انشاء اللہ ان کے تعاون کے لئے آواز اٹھائیں گے ہم سے ہو سکا تو ہم جا کر ان کے شانہ بشانہ لڑیں گے بھی اور ہم سے جو بھی مالی و اخلاقی تعاون ہو سکے گا وہ ہم کر کے رہیں گے اسلئے کہ ہم امت مسلمہ کے افراد ہیں۔ وہ امت مسلمہ جس کے لئے رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ ”مسلمان جسد واحد کی طرح ہے، ایک جسم کی طرح ہے اگر جسم کے ایک حصے کو تکلیف ہو تو جسم کے سارے حصے اس کو محسوس کرتے ہیں۔ اس بناء پر ہم اس چیز کو بھی برداشت نہیں کر سکتے۔

ابھی چند دنوں پہلے روسی صدر کا ایک ایلچی آیا اور اس نے ہمارے فوجی حکمرانوں کے ساتھ کچھ باتیں کی جس کے نتیجے میں اس ملک کی تمام ایجنسیوں کا اجلاس ہوا اور انہوں نے مشورہ کیا کہ یہاں پر اس وقت جتنے چیچنیا اور شیشان کے مسلمان موجود ہیں اور جو یہاں کے مسلمانوں سے تعاون حاصل کرنا چاہتے ہیں تو انہوں نے منصوبہ بنایا کہ ان سب کو پکڑ لیں اور پکڑ کر ان کو گرفتار کر کے روس کے حوالے کر دیا جائے .... یہ ابھی چند دنوں پہلے کی بات ہے لیکن الحمدللہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو انکی اس تدبیر سے محفوظ رکھا

اور اب بھی وہ محفوظ ہیں اور وہ محفوظ ہاتھوں میں چلے گئے۔

لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح کی کوششیں جو لوگ کر رہے ہیں اور پاکستان کو امت مسلمہ سے کاٹنے کی جو کوششیں کر رہے ہیں یہ یہودیوں کی خدمت ہے۔

اور جو لوگ یہودیوں کی خدمت کریں گے تو اللہ تبارک وتعالیٰ ان پر اپنا غضب اور اپنی لعنتیں نازل فرمائے گا۔

پرویز مشرف پیش رو سے سبق پکڑیں:

آج پرویز مشرف کی حکومت نواز شریف کی حکومت سے زیادہ مستحکم نہیں ہے یا ان سے پہلے جو حکومتیں گزری ہیں ان سے زیادہ مستحکم نہیں ہے، ان حکومتوں نے اگر دینی قوتوں پر ہاتھ ڈالنا چاہا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے انکو ختم فرما دیا۔

یہ حکومت بھی یہ جان لے کہ اگر وہ دینی قوتوں پر ہاتھ ڈالنا چاہیں گے تو ایک دن اللہ تعالیٰ ان کو بھی ذلیل کر دے گا۔ .... اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے (امین)

”وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین“

دینی مدارس کے خلاف عالمی سازشیں

وقت:......شام چار بجے

تاریخ:......۲۰۰۰ء

جمعیت طلبہ اسلام کے زیراہتمام پیغام انقلاب کانفرنس

سہراب گوٹھ کراچی۔

دینی مدارس کے خلاف عالمی سازشیں

الحمدلله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ باالله من شرور انفسنا ومن سيئٰت اعمالنا من يهده الله فلامضل له ومن يضلله فلاهادى له ونشهدان سيدنا وسندنا وحبيبنا ومولانا محمداً عبده ورسوله ارسله بالحق بشيراً ونذيراً وداعيًا اليه باذنه وسراجًا منيرًا ،

امابعد......!

فاعوذبالله من الشيطن الرجيم

بسم الله الرحمن الرحيم

”واعدولهم ماستطعتم من قوةٍ ومن رباط الخيل ترهبون به عدوالله وعدوكم “

وقال الله تعالىٰ......

” ولاتهنوا ولاتحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين “

صدق الله العظيم وصدق رسوله الكريم

دنیائے کفر اسلام کے خلاف متحد ہے!

قابل صد احترام علماء کرام اور عزیز طلباء......!

مجھ سے پہلے آپ کے سامنے علماء کرام اور خصوصاً حضرت مولانا فضل محمد صاحب دامت برکاتہم تفصیلی خطاب فرما چکے ہیں میں آپ حضرات کے سامنے

چند باتیں عرض کروں گا، سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ دور، جس میں ہم زندگی گزار رہے ہیں یہ بہت اہم اور نازک دور ہے اہم اس وجہ سے کہ مسلمانوں کے اندر اور اللہ تعالی کے فضل وکرم سے جہاد افغانستان کی برکت سے ایک ایسی بیداری پیدا ہو چکی ہے کہ جس کو دنیا کی کوئی طاقت ختم نہیں کر سکتی۔

اور نازک اس اعتبار سے ہے کہ اس وقت پوری عالم کفر اسلام اور عالم اسلام کے خلاف متحد ہے وہ یہودیوں کی شکل میں ہو......

یا عیسائیوں کی صورت میں ہو......

یا ہندؤوں کی وجود میں ہو......

غرض یہ کہ اس وقت دنیائے کفر اسلام کے خلاف اور مسلمانوں کے خلاف بالکل متحد ہے۔ اس لئے میں آپ کے سامنے ابتدا میں عرض کیا کہ یہ دور اہم بھی ہے اور نازک بھی ہے۔

اس وقت سے سب سے اہم بات ہمارے لئے یہ ہے کہ اس وقت ہمارے نوجوان اور خصوصا وہ نوجوان جن کا تعلق دینی مدارس سے ہیں علوم دینیہ سے ہیں دو باتیں سمجھنا ان کے لئے نہایت ضروری ہے۔

دشمن کی چال اور طریقے کو سمجھنا!

ایک بات یہ کہ جو انتہائی ضروری ہے وہ یہ کہ

اس وقت دشمن جو چال چل رہا ہے، اسلام کے خلاف مسلمانوں کے خلاف

دشمن کے چال کو سمجھنا......

اور اس کے حملے کے طریقے کو سمجھنا......

اور حملے کے سمت کو سمجھنا...... کہ وہ کہاں سے حملہ آور ہو رہا ہے اور پھر اس کے بعد دوسری چیز جس کو سمجھنے کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ اس حملے کے نتیجے میں وقت کا تقاضا کیا ہے......؟

ہم کیا کریں......؟ اور دفاع کی ہم کیا صورت اختیار کر لیں......؟ یا اقدام کے لئے ہم کیا صورت اختیار کر لیں......؟

سب سے پہلی بات جو میں نے عرض کی کہ

دشمن کے چال کو سمجھنا کہ دشمن اس وقت اسلام کے خلاف اور مسلمانوں کے خلاف کیا کرنا چاہتا ہے۔ اس وقت حقیقت یہ ہے کہ کوئی ممکن محاذ ایسا نہیں جہاں سے دشمن حملہ آور نہ ہو آپ دیکھتے ہیں کہ

چیچنیا میں......

شیشان میں......

کشمیر میں......

فلسطین میں......

سوڈان میں......

اور دنیا کے دیگر محاذوں پر مسلمان کے خلاف مسلح ہو کر لڑ رہا ہے اسی طریقے سے کفار نے اور خصوصا یہودیوں نے دنیا کی مالیاتی نظام پر قبضہ کر کے ان کو اپنے قبضے میں لیا ہے اور کوئی ممکن صورت یا ممکن راستہ آپ کے لیے ایسا نہیں چھوڑا جس کے ذریعے سے آپ اسلامی مالیاتی نظام پر عمل کر سکیں یا کہ اسلامی مالیاتی نظام کو کسی کے سامنے پیش کریں وہ جو دشمن کا قبضہ ہے دنیا کی مالیات پر اس کا ایک نقصان وہ یہ نہیں

جو میں نے عرض کیا۔ دوسرا نقصان اس کا یہ کہ اس وقت پوری دنیا میں جہاں چاہے میں جس مقام پر چاہے کہ معاشی اور اقتصادی اور مالیاتی بحران لانا چاہے ان کے لئے یہ چند منٹوں کا دور چند گھنٹوں کی بات ہے وہ دنیا کی کسی بھی خطے میں مالیاتی بحران پیدا کر سکتے ہیں۔

ملائیشیا میں مالی بحران کی وجوہات:

آپ نے دیکھا، سنا ہوگا کہ چند مہینے پہلے بلکہ سال ہو رہا ہے اتنی مدت پہلے اسلامی ممالک انڈونیشیا اور ملائشیا کے اندر خصوصی طور پر ان دونوں ملکوں کے اندر ایک عجیب قسم کا مالیاتی بحران پیدا ہوا اور اچانک اسی بحران نے ملائشیا کی اقتصادی حالت کو اور مالیاتی حالت کو بالکل تباہ کیا۔ جس وقت ملائیشیا کی مالی حالت یہ تھی کہ وہ اپنے پورے علاقے کا شیر یعنی ٹائیگر کہلاتا تھا اقتصادی لحاظ سے۔ لیکن ایک مہینے کے اندر اس کو شیر کے بجائے صفر کر دیا آپ کو پتہ ہے کہ یہ صورتحال کیا ہوئی۔

نیویارک امریکہ میں ایک سٹہ باز جو سٹے کا کاروبار کرتا ہے اور دنیا میں سٹے کا بڑا بادشاہ ہے وہ اس نے ڈالرز کے ذریعے ایسا بحران پیدا کیا کہ جس نے چند گھنٹوں کے اندر ملائشیا کی اقتصادی اور مالی حالت بالکل تباہ کر دی۔ اسی طریقے سے دنیا کی مالیات پر جو ان کا قبضہ ہے اس قبضے کے نتیجے میں یہ لوگ مسلمان ملکوں کو اقتصادی طور پر اور معاشی طور پر بالکل تباہ کر چکے اور اب اس وقت حالت یہ ہے کہ سعودی عرب جو ایک وقت میں مالدار ترین ملک تھا کہ اس وقت سعودی عرب کی اقتصادی حالت یہ ہو چکی ہے کہ سب کچھ پر یہودیوں کا قبضہ ہے اور وہ قرضہ تلے دب گیا ہے۔

مالیاتی نظام کا کنٹرول اور یہودی عزائم:

اسی طریقے سے اس مالیاتی نظام کے کنٹرول کے وجہ سے وہ دنیا کے کسی بھی ملک اور کسی بھی جگہ جس ملک کو چاہے کو گھنٹوں میں اور دنوں میں خوشحال بنا سکتے ہیں۔ اور جس ملک کو تو اس کو گھنٹوں میں اور منٹوں میں کنگال کر سکتے ہیں بالکل تباہ کر سکتے ہیں جانب دنیا میں ضرورت کی جتنی چیزیں پیدا ہوئی ہے اور جتنی صنعتی کمپنیاں ہیں دنیا کی اندر بڑی بڑی جن کو ملٹی نیشنل یعنی کثیر المقاصد کمپنیاں کہتے ہیں، اس وقت دنیا میں ملٹی نیشنل کمپنیوں کی تعداد پانچ سو کے قریب ہے اور وہ کمپنیاں ایسی ہیں کہ دنیا کی مارکیٹ پر ان کمپنیوں کا قبضہ ہے لیکن ان کمپنیوں میں ساڑھے تین سو کے قریب کمپنیاں یہودیوں کی ملکیت ہیں۔ اور یہودیوں کی ملکیت جو ہے تو دنیا میں وہ جہاں جاتے ہیں تجارت کرتے ہیں یا صنعت لگاتے ہیں تو وہ پھر اپنی پوری مہارت اور تجارت کو یہودی مقاصد کے تکمیل اور یہودی ترویج کے لئے استعمال کرتے ہیں اس محاذ پر بھی ان کا حملہ ہے۔

میڈیا پر بھی یہود کا قبضہ:

اسی طریقے سے یہ کفار اور خصوصا۔ یہود دنیا کے نشریات کے جتنے ذرائع ہیں ان تمام ذرائع پر یہودیوں نے قبضہ کیا ہے اور اس وقت دنیا میں بصری یعنی آنکھ سے دیکھی جانے والی جو میڈیا ہے یا نشریات ہیں، ٹی وی وغیرہ ان کے بڑے بڑے جو مشہور چینلز ہیں تقریبا کافی ہیں لیکن ان میں چالیس کے قریب بہت مشہور ہیں اور وہ چالیس کے چالیس یہودیوں کے قبضے میں ہیں ان پر یہودیوں کا قبضہ ہے لہذا میڈیا

کے ذریعے نشریات کے ذریعے بھی مسلمانوں پر، اسلام پر، اسلامی نظام پر، اسلامی حکومت اسلامی تہذیب پر اور اسلامی احکام پر بھی وہ اس ذریعے سے حملہ آور ہیں اور اسی کے ساتھ ساتھ دنیا کے اندر جتنے نظام چل رہے ہیں اس وقت تو آپ کے علم میں ہوگا۔

دنیا کے اندر تین نظام:

عام طور پر اس دنیا میں تین نظام ہیں۔

پہلا نظام:

ایک نظام تو وہ ہے کہ جو چین میں یا شمالی کوریا میں یا اسی طرح چند دیگر ملکوں میں ہے اور وہ ماؤ کے نظریات پر چل رہا ہے۔

دوسرا نظام:

دوسرا نظام جو اس وقت دنیا میں چل رہا ہے وہ جمہوریت کے نام پر ہے اور دنیا کے اکثر ممالک اور خصوصاً مغربی ممالک کے اکثر ملکوں میں جمہوری نظام ہے۔

تیسرا نظام:

اور تیسرا نظام جو بعض اسلامی ممالک میں ہے وہ آمریت یوں سمجھے کہ جبروتی نظام ہے جیسے سعودی عرب میں ہے یا اس قسم کے چند ملکوں میں ہے۔

اسلامی نظام کا عملی نمونہ اب صرف امارت اسلامی افغانستان میں ہے لیکن دنیا کے کسی اور اسلامی ملک میں اسکا نمونہ نہیں عجیب تعجب کی بات یہ ہے کہ دنیا کے

اکثر ممالک میں جو "سیاسی نظام چل رہے ہیں یہ دونوں سیاسی نظام بھی یہودیوں کے ہیں جمہوری نظام ہے یہ بھی یہودیوں کا ہے یہودی ہی اس کے خالق اور یہودی ہی اس کو دنیا کے سامنے پیش کرنے والے ہیں، اور اس طریقے سے یہ جو کمیونسٹ نظام تھا اس کو بھی دنیا کے سامنے پیش کرنے والے یہودی تھے تو تعجب کی بات یہ ہے کہ سیاسی نظام پر ان کا قبضہ ہے......

مالیاتی نظام پر ان کا قبضہ ہے......

دنیا نشریاتی نظام پر ان کا قبضہ ہے......

اقتصادی نظام پر ان کا قبضہ ہے......

اور اب وہ دنیا کی مارکیٹ پر، دنیا کے بازار پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔

گلوبلائزیشن کیا ہے......؟

یہ جو ایک اصطلاح ہے انگریزی کی کہ گلوبلائزیشن یعنی عالمگیریت، اس عالمگیریت کا خلاصہ یہی ہے کہ وہ چاہتے ہیں کہ اسلامی ممالک یا دنیا کے اندر جو چھوٹے ممالک ہیں ان ممالک کے اندر خود اقتصادی قوت نہ بنیں۔ اور ہم کو بازار کھلا ملے اور ہم جو اپنے ملکوں کے اندر جو کچھ پیدا کرتے ہیں وہ ان بازاروں میں لاکر فروخت کریں۔ اور ہم ہی صرف اقتصادی قوت ہوں، اور یہ لوگ اپنی کوئی فیکٹری یا کوئی کمپنی یا کوئی اقتصادی قوت نہ بنیں اس نظام کے وہ گلوبلائزیشن کے نام سے پوری دنیا میں تبلیغ کر رہے ہیں اور اس کو کامیاب کر رہے ہیں تو اس چیز کو سمجھنا کہ دشمن کس کس محاذ سے ہم پر حملہ آور ہے، میں نے اشارات چند آپ کے سامنے عرض کر دیے لیکن اس سے زیادہ محاذیں ہیں جس سے دشمن ہم پر حملہ آور ہو رہا ہے۔

اور دوسری بات جو میں نے آپ کے سامنے عرض کرنی ہے وہ یہ ہے کہ اس وقت ہمیں دفاع کی یا اقدام کی کیا صورت اختیار کرنی چاہیئے۔ وقت کا تقاضا ہم سے کیا ہے.....؟

تو مختصری بات اس وقت یہ ہے کہ دیکھئے کہ جتنی مادی قوت دشمن کے پاس موجود ہے تو ظاہر ہے اتنی مادی قوت ہمارے پاس، مسلمانوں کے پاس موجود نہیں ہے۔

جنگ جیتنے کے اسباب:

اور ہمارا ایمان یہ ہے اور دنیا کی تاریخ اور اسلامی کی تاریخ اس پر گواہ ہے کہ کبھی بھی لوگوں کے ذریعے جنگیں لڑی جاتی ہیں اور نہ جنگیں جیتی جاتی ہیں، دنیا میں مادی قوت کے علاوہ ایک اور چیز بھی ہوتی ہے جس کے بناء پر لوگ لڑتے ہیں اور اس بناء پر وہ جیتے ہیں اور غلبہ پاتے ہیں وہ چیز ہے کہ انسان جذبہ کے بنیاد پر جنگ کرتا ہے اس جذبہ کے بنیاد پر وہ لڑتا ہے اور غلبہ پاتا ہے۔ اور وہ جذبہ الحمدللہ مسلمانوں کے پاس موجود ہے اور وہ ہے ایمان کا جذبہ کہ ایمان کے جذبہ کے تحت وہ لڑتا ہے اور اسی جذبہ کے تحت وہ غلبہ حاصل کرتا ہے، تاریخ میں کثیر مثالیں اس کی موجود ہیں۔

بے سروسامانی کی حالت میں کہ ان کے پاس کچھ بھی نہیں لیکن اس نظریے اور جذبے کے تحت جب وہ لڑے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو فتح عطاء فرمایا غلبہ عطاء فرمایا۔

اب صورتحال یہ ہے کہ ہم اپنے مسلمان جوانوں کو باخبر کردیں کہ اس وقت یہودی دنیا یا کفری طاقت دنیا میں کیا چاہتی ہے اور دوسری بات یہ کہ ہم ان نوجوانوں کے اندر وہ جہادی جذبہ بیدار کردے، یہ جذبہ پیدا کریں تاکہ اس سے وہ کفر کا اور یہودیوں کے حملوں کا مقابلہ کرسکیں، کفر کی جتنی حملے ہیں ان تمام حملوں کا مقابلہ کرسکیں۔ جہادی جذبہ اور ایمانی جذبہ اس کے اندر بیدار کرنا یہ ہے اس وقت کا تقاضا۔ اور یہ ہے وہ چیز جس کے ذریعے ہم اور اپ کفر کے تمام سازشوں اور حملوں کا مقابلہ کرسکتے ہیں۔

امریکہ کے خلاف مولانا فضل الرحمٰن کا موقف:

بہت سارے لوگوں کو آپ نے دیکھا ہوگا۔ ابھی کچھ عرصہ پہلے کی بات ہے جب امریکہ نے دوبارہ افغانستان پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت مولانا فضل الرحمٰن دامت برکاتہم کو توفیق عطاء فرمائی اور اللہ تعالیٰ کے توفیق سے انہوں نے جو موقف اختیار کیا اور اس کے لئے جس طرح انہوں نے پورے ملک میں جو محنت کی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے ذریعے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان پر ایسا رعب میں محنت کی، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے ذریعہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان پر ایسا رعب ڈال دیا کہ وہ اپنے ارادہ پر عمل نہیں کرسکیں اس وقت جب یہ فضا چل رہی تھی اور مولانا کا یہ پروگرام چل رہا تھا تو آپ نے دیکھا ہوگا کہ ملک کے اخباروں میں کچھ کالم نویس کچھ مضمون نویس اس قسم کے بھی تھے کہ وہ امریکہ کے حق میں یا کہ مولانا کے اس عمل کے خلاف لکھا کرتے تھے۔ امت مسلمہ کو اس سے ڈرایا کرتے کہ یہ جو کچھ ہو رہا ہے اس کے عواقب، اس کے نتائج یہ ہوں گے، یہ تباہی آجائیگی وہ تباہی

آجائیگی، امریکہ سے لڑنا یہ کہاں کی دانشمندی ہے اوران کے پاس جو قوت ہے وہ ہمارے پاس نہیں اس قسم کی بہت سی باتیں دیکھی ہوگی، پڑھی ہوگی، سنی ہوں گی، اخبارات وغیرہ میں۔

طبقات افغانستان:

اس کی حقیقت یہ ہے کہ افغانستان کے اندر بھی انقلاب سے پہلے تین طبقے تھے ایک طبقہ تو وہ تھا کہ جب میں روسی اور کیمونسٹ فوجیں افغانستان کے اندر داخل ہوئیں توانہوں نے حالات سے سمجھوتہ کیا، یعنی ان کے ساتھ چلنے لگے۔ان کے ساتھ زندگی گزارنے لگے۔

دوسرا طبقہ وہ تھا کہ جن کے اندر ایمان کی کچھ نہ کچھ افق موجود تھی کہ وہ اس کیمونسٹ معاشرے میں اپنے آپ کو تو ڈھال نہیں سکا لیکن ان کے اندر مزاحمت کی قوت بھی نہیں تھی یہ لوگ ملک سے نکل گئے اور نکل کر پوری دنیا کے اندر پھیل گئے اور دنیا کے اندر چل کر یہ آرام سے اپنے کاروباروں میں، اپنے کاموں میں مشغول ہو گئے۔

اور تیسرا طبقہ ان کے اندر ان دیوانوں کا تھا یعنی ان دینی مدارس کے طلبہ کا، علماء کا یا ان بزرگوں سے وابستہ لوگوں کا تھا کہ انہوں یہ فیصلہ کیا کہ ہم نے مزاحمت کرنی ہے اور اس کفر کا مقابلہ ہم نے کرنا ہے، خواں اس میں ہماری جان چلی جائے، ہم شہید ہو گئے۔ظاہر ہے کہ افغانستان میں جو لوگ مزاحمت کے لئے اٹھے تھے، ان کے پاس کوئی مادی قوت نہیں تھی، آپ حضرات شاید واقف نہیں ہوں کم عمر ہیں۔لیکن ہم نے خود گروزنی کے مقام پر 1985\86 کے آس پاس مولانا جلال الدین حقانی

کے ساتھ جہاں ان کی جگہیں تھیں۔حقیقت یہ ہے کہ صحیح ،سالم بندوق بھی کسی کے پاس موجود نہیں تھی۔اب ٹینک والے جب آتے تھے تو کس طرح ٹینک کا مقابلہ کیا جائے ظاہر ہے کہ ٹینک شکن میزائیل یا اس قسم کی کوئی دوسری چیز ان کے پاس موجود نہیں تھی۔

دشمن سے مقابلے کا انوکھا طریقہ:

خود وہاں لوگوں نے بتایا کہ ہم یہ کرتے تھے کہ جب ٹینک والے فوجی آتے تو ہم اپنے چادر کو مٹی کے اندر، کیچڑ کے اندر اس کو مل لیتے تھے اور پھر جب ٹینک قریب آتا تو ایک مجاہد اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر ٹینک کے اوپر چڑھتا اور ٹینک کے شیشے پہ اس کو لیپ کرتا تھا، اوپر مجاہد کھڑا ہوتا اندر سے انکا شیشہ خراب ہو جاتا باہر ان کو کچھ نظر نہ آتا اور ان کے پاس کلہاڑی ہوتی تھی کلہاڑی لیکر یہ ٹینک کے اوپر کھڑا ہوتا تھا اور آخر وہ تنگ ہو جاتا اور باہر نکل آتا، تو جب باہر نکل آتا تو یہ مجاہد اس کے سر پر کلہاڑی مار کر ختم کر دیتا۔یہ کیا چیز ہے یہی جو میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ وہی جذبہ ہے کہ جو انسان کو کیا ضعیف سے ضعیف حیوان کو بھی شیر کے مقابلہ میں کھڑا کرتا ہے۔

ہمارے ملک کے اندر بھی تین طبقات ہیں:

ہمارے ملک کے اندر بھی اور پوری دنیا کے اندر بھی یہی تین طبقات ہوتے ہیں۔

پہلا طبقہ:

ایک طبقہ اب بھی اس ملک میں وہ موجود ہے، یہ وہ طبقہ ہے کہ جب انگریز

اس ملک کے اندر آیا تو انہوں نے انگریز کی خدمت کی اور انگریز کی خدمت کر کے انہوں نے جاگیریں بھی حاصل کیں خطابات اور القابات بھی حاصل کئے اور انگریز کے ساتھ اپنی زندگی گزارتے رہے۔ ایسا طبقہ اب بھی موجود ہے کہ اگر خدانخواستہ اس ملک کے اندر کوئی کفر کی قوت آجاتی ہے تو یہ طبقہ ہر وقت اس کو خوش آمدید یا ویلکم (well come) کہنے کے لئے موجود رہتا ہے۔ اور اپنی زندگی گزارنے کے لئے ان کی موافقت میں بالکل تیار ہے۔

دوسرا طبقہ:

دوسرا طبقہ وہ ہے جو اس ملک سے نکل جائیگا اور آرام سے دنیا کی کسی جگہ میں بیٹھے گا۔

تیسرا طبقہ:

اس ملک کی حفاظت، اور ملک کا جو نظریہ ہے اور ہمارا مذہب ہے یعنی اسلام کی حفاظت، اگر اس ملک کی حفاظت وہ کرے گا تو وہ یہی طبقہ ہے جو اپنی مدارس کی طلباء اور علماء کا ہے۔

اور اس وقت حقیقت یہ ہے۔ یہ میں کوئی مبالغہ کی بات آپ سے نہیں عرض کر رہا ہوں نہ مبالغہ مقصود ہے۔ دنیا کے اندر جتنے منصوبہ ساز ہیں کفر کی جو پوری منصوبہ بندی کرتے ہیں، منصوبہ سازی کرتے ہیں، وہ سارے کے سارے اس بات پر متفق ہیں کہ اس وقت دنیا میں ہمارے نئے عالمی بندوبست۔ نیو ورلڈ آرڈر جسے کہتے ہیں جو یہودی پروٹوکول کا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ پوری دنیا کے سامنے اگر کوئی

رکاوٹ ہے اس منصوبہ کے سامنے تو وہ برصغیر میں یہی علمائے دیوبند کے علماء اور طلباء ہیں۔

یہودی انقلاب کے سامنے رکاوٹ:

اگر یہودی انقلاب کے سامنے اگر کوئی رکاوٹ ہے۔ تو وہ سمجھتے ہیں کہ وہ یہی علماء کرام ہیں اور دینی مدارس پاکستان کے یہی طلباء ہیں اس لئے کہ آپ جانتے ہیں کہ یہاں جتنی مذہبی سیاسی تحریکیں ہیں یا جتنی جہادی تنظیمیں ہیں تو مذہبی میں سے تحریکیں جو ہیں ان کی جڑ ہی مدارس ہے اور جتنی جہادی تنظیمیں ہیں تو ان جہادی تنظیموں کی جڑیں بھی ان مدارس میں ہے دینی مدارس ہے اگر کفر کے خلاف کوئی بات کرنے والا ہے تو وہ ان مدارس کا پڑھا ہوا ہے ان مدارس سے نکلا ہوا ہے اس لئے کہ ان کی کوشش ہے کہ برصغیر سے ان مدارس کا سلسلہ ختم کیا جائے۔

یہودی منصوبے اور ہمارے حکمران:

اب اس کے لئے وہ حکومتوں کی قوتوں کو بھی استعمال کر رہے ہیں۔ بے نظیر حکومت تھی ان کے سامنے یہی منصوبہ تھا لیکن وہ کامیاب نہیں ہوسکیں۔ نواز شریف کی حکومت تھی تو ان کے سامنے بھی یہی منصوبہ تھا لیکن وہ بھی کامیاب نہ ہوسکا اور فوجی حکومت ہے تو اس فوجی کے حکومت کے سامنے بھی یہی منصوبہ ہے۔

یہ جو ہمارے ملک کا منتظم اعلیٰ ہے چیف ایگزیکٹو ہے ان کے سامنے بھی ٹیبل پر یہی منصوبہ پڑا ہے آپ کے علم میں نہیں ہوگا کہ ہمارے دینی مدارس کے علماء جب ان سے ملتے ہیں پرویز مشرف سے، وزیر داخلہ سے، ایک سے، دوسرے سے تو وہ مطمئن ہو کر واپس آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انہوں نے ہمیں یقین دہانی کی ہے

کہ وہ مدارس کے خلاف کوئی ایسا اقدام نہیں کریں گے فلاں نے ایسا بیان کیا فلاں نے ایسا بیان کیا......

لیکن آپ کو پتہ ہے کہ یہاں ہمارے ہاں جو جاگیر دار طبقہ برسرِ اقتدار طبقہ ہوتا ہے تو وہ سر سے لیکر پاؤں کے ناخنوں تک منافق ہوتا ہے۔ منافقت اس کے اندر بھری ہوئی ہوتی ہے اس فوجی حکومت نے بھی کئی علماء کرام کو یہ یقین دہانی کرائی ہے کہ نہیں جی! ہم تو یہ کرنا چاہتے ہیں وہ کرنا چاہتے ہیں۔ معلمولی تعریفوں سے یہ خوش ہوتے ہیں حالانکہ اندر سارا منصوبہ جاری ہوتا ہے۔

اماموں کے ذریعے مدارس پر گرفت کی ایک ناکام کوشش:

ایک عجیب بات ہے کہ فوجی کیمپوں میں جتنے امام ہے ان اماموں کو انہوں نے ایک فارم بھیجا ہے کہ اور فارم یہ بھیجا ہے کہ جب تم کسی مدرسے کے تم مہتمم بن جاؤ گے تو تم کیسے مدرسے کو چلاؤ گے تمہاری تجویزیں کیا ہوگی اور کیا یہ جو مدارس ہے جس سے آپ نے پڑھا ہے اس میں موجود نقائص بتائیں۔ کمزوریاں بتائیں اور اس کی اصلاح کا طریقہ بتائیں یہ ایک تجزیہ کرنا چاہتے ہیں کہ اور اس کے ذریعے ایک حقیقت تک پہنچنا چاہتے ہیں کہ ان لوگوں کے ذریعے ہمیں مدارس کے اندر کی کمزوریاں معلوم ہو جائیں تاکہ اس پر ہمیں ہاتھ ڈالنے کا موقع مل جائے تو مقصد یہی ہے کہ اس وقت دشمن کا ہدف جو ہے وہ یہی دینی مدارس ہے کیونکہ جہادی تنظیمیں، دینی تنظیمیں ساری تنظیموں کی جڑیں ان دینی مدارس کے اندر ہے اس لئے پوری دنیا میں یہودی پروپیگنڈے ان مدارس کے خلاف ہے علماء کے خلاف ہے، دینی مدارس کے خلاف ہے۔ ان کو بدنام کرنے کیلئے وہ کوئی دقیقہ فرد گذاشت نہیں کرتے کوئی موقع

نہیں چھوڑتے۔

معیشت کو دستاویزی بنانے کا مقصد:

یہ ہمارے ملک کے اندر معیشت کو جو دستاویزی شکل دینے کیلئے تاجروں کو جو فراہم بھیجے گئے ہیں اور جنہیں تاجر برادری مسترد کر چکی ہے یہ منصوبہ بھی درحقیقت دینی مدارس کے خلاف ہے اسلئے کہ اس وقت حکومت دینی مدارس کو امداد دینے والے لوگوں کا پتہ لگانا چاہتے ہیں لیکن پتہ نہیں چلتا۔ لیکن جب معیشت دستاویزی ہو جائیگی اور ہر آدمی جب ان ستر یا پچھتر سوالات کے جوابات لکھ کر بھیجے گا تو پھر وہ بالکل ننگی صورت میں حکومت کے سامنے کھڑا ہوگا۔ جب وہ آدمی اگر اپنے مال سے ایک پیسہ بھی جہادی تنظیموں کو دیگا حکومت کو پتہ چلے گا کہ اس شخص نے اتنے پیسے مدارس کو دیئے ہیں اور پھر وہ اس پر ہاتھ ڈالے گا تو یہ منصوبہ بھی درحقیقت دینی مدارس اور دینی جماعتوں کے خلاف ہے تو میرے عرض کرنے کا خلاصہ یہ ہے کہ بھئی ایک تو یہ کہ دشمن کا طریقہ کار کو سمجھنا کہ کس کس میدان میں کون کون محاذ سے ہم پر حملہ آور ہے اس کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔

اور نمبر دو یہ کہ پھر وقت کا تقاضہ اس کے مقابلے میں کیا ہے اس کو سمجھنے کی ضرورت ہے یہ مختصر سی چند باتیں تھیں اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائیں اور اللہ آپ سب کو کامیاب کریں۔ عالم باعمل بنادیں اور دنیا میں انقلاب کا کام اللہ پاک آپ سے لے لیں اور اسلامی انقلاب اس ملک میں اللہ کرے کہ آپ جمعیت طلبہ اسلام کے جوانوں کے ہاتھوں ہی آئے۔

واخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین

علمائے کرام اوران کی ذمہ داریاں

وقت:......صبح دس بجے

تاریخ:......۱۹۹۹ء

بمقام:......لانڈھی کراچی۔

علمائے کرام اوران کی ذمہ داریاں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ نحمدہ و نستعینہ و نستغفرہ و نؤمن بہ و نتوکّل علیہ و نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیّات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ و من یضللہ فلا ھادی لہ و نشھدان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و نشھدانّ سیدنا و حبیبنا و مولانا محمداً عبدہ و رسولہ ارسلہ بالحق بشیراً و نذیراً و داعیاً الیہ باذنہ و سراجاً منیراً،

امّا بعد،

فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلّہ"

(سورۃ صف آیت ۹)

وقال تبارک وتعالیٰ فی مقام آخر...... !

ان الدین عند اللہ الاسلام .

(سورۃ آل عمران آیت ۱۹)

حدثنا العباس بن الولیدبن مزید قال اخبرنی ابی قال الاوزاعی قال حدثنی حسان بن عطیۃ عن عمروبن شعیب عن ابیہ عن جدہ أن العاص بن وائل اوصیٰ ان یعتق عنہ مائۃ رقبۃ فاعتق ابنہ ھشام خمسین

رقبة فاراد ابنه عمرو ان يعتق عنه الخمسين الباقية فقال حتى اسئل رسول الله ﷺ فقال يارسول الله ان ابى اوصىٰ بعتق مائة رقبة وبقيت عليه خمسون رقبة افاعتق عنه فقال رسول الله ﷺ لو كان مسلمافاعتقتم اوصدقتم عنه اوحججتم عنه بلغه ذالک .

(سنن ابی داؤد کتاب الوصایا باب ماجاء فی وصیة الحربی یسلم لولیه ایلزمه ان ینفذها)

صدق العظیم وصدق رسوله النبی الکریم

محترم علماء کرام اور عزیز طلباء ......!

پہلی حدیث:......!

میں نے آپ کے سامنے جو حدیثیں ذکر کیں ہیں پہلی حدیث کا ترجمہ ہے کہ......

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ عاص ابن وائل نے وصیت کی تھی کہ مرنے کے بعد اس کی طرف سے سو۱۰۰ اغلام آزاد کئے جائیں۔ پس اس کے بیٹے ہشام نے ۵۰ پچاس غلام آزاد کیئے۔ اور اس کے دوسرے بیٹے ۵۰ غلام آزاد کرنیکا ارادہ کیا لیکن اس نے کہا کہ

میں یہ کام اس وقت تک نہیں کروں گا۔

"حتیٰ اسئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"

کہ جب تک نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" سے پوچھ نہ لوں۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے

پوچھا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

اس نے پوچھا کہ میرے والد نے یہ وصیت کی تھی کہ!

"میرے مرنے کے بعد سو (۱۰۰) غلام آزاد کردئے جائیں"

میرے بھائی ہشام نے پچاس آزاد کردئے ہیں......اور اب میرا ارادہ ہے کہ ان کی طرف سے پچاس غلام آزاد کردوں۔

تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ!

"اگر عاص بن وائل مسلمان ہوتے..... اور پھر تم اس کی جانب سے یہ غلام آزاد کرتے یا اس کی جانب سے صدقہ کرتے ..... یا..... اس کی جانب سے حج ادا کرتے تو اس کا ثواب اس کو پہنچ جاتا۔"

یہ سنن ابی داؤد کی روایت ہے۔

دوسری حدیث......!

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے..... "فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ!

"من قطع میراث وارثه"

کہ جس نے وارث کے میراث کو قطع کردیا......... یعنی اسے محروم کردیا تو فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس شخص کو جنت کی میراث سے محروم کردیں گے۔

ابن ماجہ اور بیہقی کی روایت ہے .... شعب الایمان میں بیہقی نے حضرت ابوہریرہؓ کی سند سے ذکر کیا ہے۔

ان احادیث سے جو بات ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ!

وصیّت کرنا سنّت ہے:

وصیّت یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی سنّت ہے...........اس لئے ارشاد فرمایا کہ ”جو شخص وصیّت کر کے مرا......یعنی وصیّت کے بعد اس کا انتقال ہوا تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ!

”مات علیٰ سبیلٍ وسنۃٍ ومات علی تقی و شھادۃ ومات مغفور لہ“

(ابن ماجہ کتاب الوصایا باب الحث علی وصیۃ)

”یہ شخص سنّت پر مرا“

یہ سبیل کے بعد سنّت کا لفظ بمنزلۂ تفسیر کے ہے............اور آگے دو جملے اور ہیں کہ اسکی موت تقویٰ اور شہادت پر ہوئی۔...... ”مغفور لہ“

یعنی اس حال میں موت آئی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب سے اس کی بخشش کر دی گئی۔

یہ بات آپ سب کو معلوم ہے کہ......!

جب کسی شخص کا انتقال ہوتا ہے تو انتقال کے بعد..........اس کے مال کے ساتھ جو حقوق متعلق ہو جاتے ہیں۔وصیّت مال کیلئے..............وصیّت عقیدہ کے لئے۔

رونے سے میّت کو عذاب دیا جاتا ہے:

حدیث شریف میں آتا ہے کہ......!

”میّت کو لوگوں کے رونے سے بھی عذاب دیا جاتا ہے“

توجیہ حدیث:

اس کی توجیہ تو محدّثین یہ کرتے ہیں کہ اس مردے کو دوسروں کے رونے اور بکاء سے جو عذاب دیا جاتا ہے..........یہ اس صورت میں ہے کہ اگر اس کو یہ معلوم ہے کہ......جس علاقے سے اسکا تعلق ہے اس علاقے کے لوگ مردوں کے اوپر نوحہ ضرور کرتے ہیں.........ناجائز قسم کا نوحہ کرتے ہیں یا جس خاندان سے اس کا تعلق ہے..........اس خاندان میں لوگ مردے پر ناجائز نوحہ کرتے ہیں۔

شقِّ جیوب (گریبانوں کے پھاڑنے کا عمل) کرتے ہیں......یا ضربِ خدود (رخساروں پر طمانچے مارنے کا عمل) کرتے ہیں۔

اور باوجود اس علم کے......اس جاننے کے......اس نے پیچھے رہ جانے والوں کو سمجھایا نہیں......وصیّت نہیں کی......ان کو تعلیم نہیں دی..........تو چونکہ یہ اس کی ذمہ داری تھی......اور اس نے اپنی اس ذمہ داری کو پورا نہیں کیا...........اس لئے یہ سب اس پر ناجائز قسم کا نوحہ کرتے ہیں..............تو اس کی وجہ سے اس کو عذاب دیا جاتا ہے۔

اور ایک اعتبار سے یہ اس کا عمل ہے کہ اس نے ان کے عقیدہ اور ان کے عمل کی تربیت نہیں کی تو اس کی بناء پر اس کو عذاب دیا جاتا ہے۔

وصیّت کے اقسام:

وصیّت کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) ایک تو یہ جس کا تعلق اس کے مال سے ہے۔

(۲) اور دوسری یہ جس کا تعلق اس کے عقیدے اور دین سے ہے۔

دوسری حدیث جو عمرو بن شعیب عن ابیه عن جدّہ کی سند سے منقول ہے........

پورا نام یہ ہے:

عمرو بن شعیب بن محمّد بن عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ۔

اس حدیث میں دو مسئلے ہیں۔

ایک مسئلہ تو اس حدیث میں یہ ہے کہ تمام اعمال کی قبولیت کے لئے ایمان بمنزلہ شرط کے ہے اور قرآن کریم نے اس کو بیان کیا ہے کہ

"من عمل صالحاًمن ذکر او انثی و ھو مؤمن"

(سورۃ النحل آیت ۹۷)

ایمان موجود ہو تو اعمال صالحہ قبول ہوں گے........ اور اگر ایمان موجود نہ ہو تو پھر اعمالِ صالحہ کا کوئی اعتبار نہیں۔

یہ اہلِ سنّت والجماعت کے نزدیک بالکل اتفاقی مسئلہ ہے کہ........

ایمان موجود ہو تو اعمال کی قبولیت اس پر موقوف ہے........ لیکن ایمان موجود نہ ہو تو اعمال قبول نہیں ہوتے۔

یہی بات اس حدیث میں بیان فرمائی گئی کہ!

جب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے والد عاص بن وائل کے متعلق پوچھا کہ!

"میں ان کی جانب سے پچاس غلام آزاد کرنا چاہتا ہوں"

تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ!

"اگر وہ مؤمن ہوتا........ مسلمان ہوتا........ تو تم غلام آزاد کرتے........ یا........ صدقہ کرتے یا اس کی جانب سے حج ادا کرتے تو اسے ثواب ملتا........ لیکن اب وہ مؤمن نہیں ہے........ اس لئے اب جو عمل تم کرو گے........ تو اس کا کوئی فائدہ اس کو نہیں ملے گا........ اس لئے کہ وہ مشرک ہے یا کافر ہے........ اور اللہ تبارک وتعالیٰ مشرک یا کافر کی مغفرت نہیں کرتے۔"

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ!

اس باب کی حدیث سے اہلِ سنّت والجماعت کا مسلک ثابت ہوتا ہے۔

اہلِ سنّت والجماعت کا مسلک یہ ہے کہ کوئی شخص نیک عمل کرے........ اور اس کا ثواب دوسرے کو بخش دے (جسے ایصالِ ثواب کہتے ہیں)........ تو ثواب پہنچ جاتا ہے........ بشرطیکہ سنّت کے مطابق ایصالِ ثواب کیا جائے۔

بعض معتزلہ، خوارج یا اس قسم کے کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہر انسان اپنے عمل کا نتیجہ بھگتے گا۔

اور اپنے عمل کا فائدہ اسے ملے گا........ دوسرے کے عمل کا کوئی فائدہ اسے نہیں ملے گا۔ بالفاظِ دیگر وہ ایصالِ ثواب کا انکار کرتے ہیں۔

"ولیس للانسان الاماسعیٰ"

(سورۃ نجم آیت ۳۹)

"انسان کے لئے وہی کچھ ہے جو وہ عمل کرے"

اس آیت سے وہ لوگ استدلال کرتے ہیں۔

لیکن اہلِ سنت والجماعت فرماتے ہیں کہ!

"ولیس للانسان الاماسعیٰ"

(سورۃ نجم آیت ۳۹)

اس آیت مبارکہ میں سعی کا تعلق سعی ایمانی سے ہے۔

حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب کا واقعہ:

یہ ایک مشہور واقعہ ہے کہ!

دارالعلوم دیوبند کے سب سے پہلے صدر مفتی جو تھے......حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن نور اللہ مرقدہٗ جن کے فتاویٰ "عزیز الفتاویٰ"...... "فتاویٰ دارالعلوم دیوبند" کے نام سے مشہور ہے۔

ان کے متعلق یہ واقعہ مشہور ہے کہ ایک رات کو ان کا دھیان اس آیت کی طرف گیا کہ!

"ولیس للانسان الاماسعیٰ"

تو سمجھ میں آیا کہ قرآن کریم سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہر آدمی کے لئے اس کی سعی اور کوشش قابلِ اعتبار ہوگی اور دوسرے کی سعی کا فائدہ اسے نہیں ملے گا...... جب کہ احادیث سے ایصالِ ثواب کا ثبوت ملتا ہے...... اب تطبیق کی کیا صورت ہوگی؟

اس پر بہت سوچا لیکن کوئی بات سمجھ میں نہیں آئی...... تو دل میں یہ بات آئی کہ اگر اس حالت میں مجھے موت آجائے...... کہ مجھے قرآن کریم اور حدیث کے درمیان کوئی تطبیق معلوم نہیں، اس میں شبہ ہے...... تو اگر اس حالت

میں موت آجائے تو کیا ہوگا؟

اسی رات کو دارالعلوم دیوبند سے پیدل گنگوہ کی طرف روانہ ہوئے......

تقریباً اٹھارہ میل یعنی پچیس کلومیٹر کا فاصلہ ہے......اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے۔

لیس للانسان الاماسعی سے سعی ایمانی مراد ہے:

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ صبح تہجد کے لئے اٹھے تھے...... کہ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پہنچ گئے سلام کیا اور اپنے مسئلے کے متعلق بتایا کہ اس لئے حاضر ہوا ہوں۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے وضوء کے دوران بیٹھے بیٹھے فرمایا کہ

......اس آیت اور احادیث میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

اس لئے کہ......

"ولیس للانسان الاماسعیٰ"

میں سعی سے مراد سعیِ ایمانی ہے...... کہ ہر آدمی کے لئے اس کی سعیِ ایمانی معتبر ہوگی...... دوسرے کا ایمان اسے کوئی فائدہ نہیں دے گا مثلاً نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایمان تھا...... لیکن ابوطالب کیلئے نافع (فائدہ مند) نہیں تھا...... وہ آپ ﷺ کے والد عبداللہ کیلئے نافع (فائدہ مند) نہیں تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ایمان تھا...... لیکن انکا ایمان ان کے والد آذر کے لئے نافع اور فائدہ مند نہیں تھا۔

حضرت نوح علیہ السلام کا ایمان تھا.......... لیکن ان کا ایمان ان کے بیٹے کنعان کے لئے نافع اور فائدہ مند نہیں تھا۔

ایصال ثواب کا تعلق عمل سے ہے:

اور احادیث میں ایصال ثواب کا جو ثبوت ہے...... اس کا تعلق ایمان سے نہیں بلکہ عمل سے ہے۔

اس لئے اہل سنت والجماعت کا مسلک یہی ہے کہ ثواب پہنچ جاتا ہے بشرطیکہ جائز طریقے سے ہو.......... اور سنت کے مطابق ہو۔

ایصال ثواب کس چیز کا پہنچتا ہے......؟

البتہ اس میں اختلاف ہے کہ ایصالِ ثواب کس چیز کا ہوتا ہے؟

احناف کے نزدیک:

احناف کے ہاں مالی صدقے کا ثواب بھی پہنچتا ہے.......... اور بدنی عمل کا ثواب بھی پہنچتا ہے۔

شوافع کے نزدیک:

اور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مسلک امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ

ان کے نزدیک فقط مالی صدقے کا ثواب پہنچتا ہے.......... عمل کا ثواب ایک آدمی دوسرے کو نہیں پہنچا سکتا۔

البتہ حج کے متعلق اتفاق ہے...... باقی اعمال میں کچھ اختلاف ہے۔

فی الجملہ اتنی بات پر اہلِ سنت والجماعت متفق ہیں کہ آدمی مالی اور بدنی عمل سے دوسرے کو فائدہ پہنچا سکتا ہے۔

چنانچہ جب کوئی دوسرے کے لئے دعا کرے تو اس کا اثر پہنچتا ہے۔

اسی طرح حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک صحابی نے اپنی والدہ کے متعلق پوچھا کہ اگر میں ان کے لئے صدقہ کروں تو کیا اس کا ثواب پہنچے گا؟

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:...... ہاں تو اس بناء پر دوسرا مسئلہ جو باب کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے.......... وہ یہ کہ دوسرے کے عمل کا ثواب پہنچ جاتا ہے...... ایصالِ ثواب جائز ہے اور باعثِ فائدہ ہے.......... بشرطیکہ سنت کے مطابق ہو اور ایمان موجود ہو۔

تیسری حدیث میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ کسی آدمی کو اس کے میراث کے حق سے محروم کرنا ناجائز ہے۔

قرآن کریم نے جہاں میراث کے احکام بیان کئے ہیں تو وہاں آگے ذکر کیا کہ!

"تلک حدود اللہ فلاتعتدوھا ومن یتعدّ حدود اللہ فاولٰئک ھم الظالمون"

(سورۃ البقرہ آیت ۲۲۹)

" کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے حدود ہیں اس سے تجاوز مت کرو اور جس نے ان حدود سے تجاوز کیا تو بس وہ لوگ ظالم ہیں"

اور اسی طریقے سے قرآن کریم نے ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا کہ!

"وتأکلون التراث اکلا لمّا وتحبون المال حُبّاً جمّاً"

(سورۃ الفجر آیت ۱۹۔۲۰)

اور تم میراث کا سارا سامان سمیٹ کر کھا جاتے ہو اور تم لوگ مال سے بہت ہی محبت رکھتے ہو۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میراث سے کسی کو محروم کرنا .... قرآن کریم نے اس کی مذمت بیان فرمائی ہے .... احادیث میں بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے اس کی ممانعت فرمائی ہے۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا تعلق "حقوق العباد" یعنی بندوں کے حقوق سے متعلق ہے۔

اور اگر کوئی شخص حقوق العباد میں تعدی (زیادتی) کرے تو وہ توبہ کرنے سے بھی معاف نہیں ہوتا ہے

حقوق اللہ میں اگر کوئی بندہ کمی بیشی کرے تو اللہ تبارک وتعالیٰ چاہے تو معاف فرمادے .... لیکن حقوق العباد میں توبہ کرنے سے بھی معافی نہیں ہوتی۔

یہ ان احادیث کا مفہوم اور مطلب ہے۔

میں ان فضلاء کرام سے مختصراً ایک دو باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

طالب علمی کا زمانہ خواب کا زمانہ:

وہ یہ کہ طالب علمی کا زمانہ ایک خواب کا زمانہ ہوتا ہے .... اور طالب علم ایک ایسی زندگی گزارتا ہے کہ اسے کسی چیز کی فکر نہیں ہوتی .... لیکن جب وہ

فارغ ہوتا ہے اور فراغت کے بعد جب وہ عمل کی دنیا میں آتا ہے .... تو اب اس کا امتحان شروع ہوتا ہے .... گویا ایسی حالت ہوتی ہے جو ایک شاعر نے کہا ہے کہ!

یہ گھڑی محشر کی ہے تو عرصہ محشر میں ہے
پیش کر غافل، اگر کوئی عمل دفتر میں ہے

اس کے امتحان کا زمانہ اب شروع ہوتا ہے .... اور عوامی زبان میں اگر یوں کہا جائے کہ "اب اس کو آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہوتا ہے .... کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟

اس وقت تک اس کو کچھ بھی معلوم نہیں ہوتا .... اب اس عمل کی دنیا میں یا یہ کہ فراغت کے بعد جو ایک ذمہ داری کی دنیا میں وہ آتے ہیں .... تو انہیں کیا کرنا چاہئے؟

وہی بات میں آپ سے عرض کرنا چاہتا ہوں۔

دیکھو!

علماء کا تعلق دو طبقوں کے ساتھ ہیں:

ایک تو ہم لوگ ہیں، میں بھی ان میں شامل ہوں .... میری داڑھی بھی سفید ہوگئی اور یہ دوسرے حضرات بھی بیٹھے ہوئے ہیں .... علماء ہیں اکابر ہیں .... میرے اساتذہ بھی ہیں .... اور بعض میرے اساتذہ کرام کے مقام پر ہیں .... لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہم لوگ کچھ نہیں کر سکے۔

اس لئے کہ آج کل علماء کے ساتھ دو طبقوں کا تعلق ہے۔

پہلا طبقہ:

یا تو علماء کا تعلق بچوں کے ساتھ ہے .... وہ صبح صبح پڑھنے آتے ہیں ..... اور وہی بچے آتے ہیں کہ جن کو ان کے والدین اسکول نہیں بھیج سکتے ..... اس کو مسجد و مدرسہ میں بھیج دیتے ہیں اور جب وہ کچھ سمجھنے کی عمر کو پہنچتے ہیں .... قوت عمل جب ان میں آتی ہے تو پھر وہ نہیں آتے ..... یعنی ایک طبقہ تو علماء کے ساتھ وہ ہے جو مرفوع القلم ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے!

"رفع القلم عن ثلاثعن المجنون المغلوب علی عقلہ وعن النائم حتی یستیقظ وعن الصبی حتی یحتلم.

(ابو داؤد جلد ۲ کتاب الحدود باب فی المجنون یسرق او یصیب حدا)

آخر میں ہے کہ

"عن صبیَ حتیٰ یحتلم"

یعنی تین لوگوں کی خطاؤں سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے قلم اٹھالیا ہے .....

..... اور ان تین میں سے ایک بچہ بھی ہے جب تک وہ بالغ نہ ہو جائے۔

اس لئے یہ طبقہ کسی کام کا نہیں .... اس لئے کہ جب وہ کسی کام کا ہو جاتا ہے تو پھر وہ آپ سے کٹ جاتا ہے۔

دوسرا طبقہ:

جن کا علماء کے ساتھ تعلق ہے جو آپ کے ساتھ آتا ہے ..... وہ ان لوگوں کا ہوتا ہے جو قوت عمل سے محروم بوڑھے ہوتے ہیں ..... وہ بوڑھے کہ جو دنیا کا کوئی کام

نہیں کر سکتے۔

یہ دو طبقے ایسے ہیں کہ جن کا علماء کے ساتھ تعلق ہے .... وہ علماء سے بات کرتے ہیں ..... علماء بھی جواب دے کر خوش ہوتے ہیں .... کہ ہم نے اپنی ذمہ داری پوری کر لی .... حالانکہ انہوں نے کچھ بھی نہیں کیا۔

اس لئے کہ وہ طبقہ جو اس دنیا میں کچھ کر سکتا ہے .... جن کے پاس قوت عمل موجود ہے اور وہ نوجوانوں کا طبقہ ہے .... اور وہ آپ سے ہٹا ہوا ہے۔

وہ طبقہ نہ آپ کے پاس آتا ہے اور نہ آپ اس طبقہ کے پاس جاتے ہیں۔

یہ آپ اپنی توہین سمجھتے ہیں .... کہ آپ ان سے جا کر بات کریں ..... گھر میں پکڑ لیں ..... یا بازار میں پکڑ لیں .... کسی جگہ پر بٹھا کر ان سے بات کر لیں۔

وہاں جانا آپ، عالم کی شان کے خلاف سمجھتے ہیں .... اور مسجد و مدرسہ کو آنا وہ فضول سمجھتا ہے۔

اور یوں عالم اور ملاّ کا وجود ان نوجوانوں کو زمین پر بوجھ محسوس ہوتا ہے ..... وہ دنیا میں سب سے بے کار مخلوق آپ کو سمجھتا ہے ..... گدھے سے بھی زیادہ بے کار سمجھتے ہیں۔

میری باتیں آپ کو تلخ لگیں گی ..... لیکن یہ حقیقت ہے ..... ان کے لئے گدھا اچھا ہے کہ وہ بوجھ لادتا ہے .... اور آپ اس کام کے بھی نہیں ہیں۔

بھنگی ..... ڈاکٹر ..... انجینئر ..... درزی ..... موچی ..... یہ سب ان کی

ضرورت ہیں...... لیکن ایک عالم...... مولوی انکی ضرورت نہیں ہے۔

اوراس بارے میں ان کا عام خیال ہے کہ یہ فضول لوگ ہیں...... اور ہمارے کسی کام کے نہیں ہیں نہ یہ جوتے سی سکتے ہیں...... نہ یہ ہمیں دوائیاں دے سکتے ہیں...... نہ یہ ہمارے مکان کا نقشہ بنا سکتے ہیں...... نہ یہ ہماری گلیوں کی صفائی کر سکتے ہیں...... اس لئے آپ کا وجود انہیں فضول معلوم ہوتا ہے۔

کیونکہ آپ سے یا تو ایمان مل سکتا ہے...... یا...... اسلام مل سکتا ہے...... اور ایمان اور اسلام وہ اپنی ضرورت نہیں سمجھتے...... انہیں کسی نے سمجھایا نہیں ہے۔

یہ بات نوجوان طبقے کے دل میں ڈالنے کی ضرورت ہے...... کہ بھئی ایمان بھی تمہاری ایک ضرورت ہے...... اسلام بھی تمہاری ایک ضرورت ہے۔

اوراس عالم کے بعد ایک اور عالم آنے والا ہے...... جہاں فیصلے ایمان اور اسلام پر ہوں گے اور وہ تمہاری اہم ضرورت ہے...... اور وہ ضرورت صرف ہم سے پوری ہو سکتی ہے۔

وہ ضرورت ایک بھنگی سے پوری نہیں ہو سکتی......

وہ ضرورت ایک ڈاکٹر سے پوری نہیں ہو سکتی......

وہ ضرورت ایک درزی سے پوری نہیں ہو سکتی......

وہ ضرورت ایک انجینئر سے پوری نہیں ہو سکتی......

ذہنی انقلاب کی ضرورت ہے:

وہ ضرورت اگر پوری ہو سکتی ہے...... تو ہم سے پوری ہو سکتی ہے......

...... یہ بات ہم اور آپ ان کو سمجھائیں گے۔

اور اس کو کہتے ہیں...... ذہنی انقلاب

جب تک آپ نے معاشرے کے اندر یہ ذہنی انقلاب برپا نہیں کیا...... تو اس وقت تک یقین جانئے کہ دنیا میں نہ تو توحید کا مسئلہ پھیل سکتا ہے...... نہ سنت کا مسئلہ پھیل سکتا ہے اور نہ ہی اس ملک میں اعلائے کلمۃ اللہ کا تصور کیا جا سکتا ہے۔

اعلائے کلمۃ اللہ جہاد کے ذریعے سے آپ کریں گے...... اور اس کے لئے اس طبقے کی ضرورت ہوگی جس کے اندر قوت عمل موجود ہے...... اور وہ طبقہ نوجوانوں کا طبقہ ہے۔

اور اب صورت حال یہ ہے کہ ہم اس طبقے سے کٹے ہوئے ہیں۔

اور وہ طبقہ ہم سے کٹا ہوا ہے۔

وہ ہماری شکل دیکھ کر ہمارا مذاق اڑاتا ہے...... ہمیں دیکھ کر وہ طبقہ ہنستا ہے۔

اس لئے کہ ہم اس طبقے سے الگ ہیں اور وہ طبقہ ہم سے الگ ہے۔

تو حقیقت یہ ہے کہ ہم نے تو یہ کام نہیں کیا...... لیکن جو علماء اب فارغ ہو رہے ہیں ان سے میری درخواست ہے کہ اگر اس دنیا میں کچھ کرنا ہے...... اگر اللہ تبارک وتعالیٰ کے دین کو اونچا کرنا ہے جس کے لئے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف لائے تھے...... وہ مقصد تب حاصل ہوگا جب اس طبقے سے تعلق قائم ہو جائے۔

یہ بھی مسلمانوں کے بچے ہیں...... لیکن کسی نے ان سے رابطہ نہیں کیا ہے...... کسی نے ان کو سمجھایا نہیں ہے...... کہ ایمان بھی تمہاری ضرورت ہے...... اور اسلام بھی تمہاری ضرورت ہے۔

مسلمان بے گوروکفن لاش ہے:

حقیقت یہ ہے کہ اس وقت یہودیوں کی جتنی سازشیں ہیں...... امریکیوں کی جتنی سازشیں ہیں اور دین دشمنوں کی جتنی سازشیں ہیں...... اس کے مقابلے میں ہماری حالت اس لاش کی ہے جو بے گوروکفن پڑی ہو اور درندے اس کو بھنبھوڑ رہے ہوں...... اور کوئی اس کی حفاظت کرنیوالا نہ ہو...... جب امریکہ کی خواہش ہوتی ہے تو وہ نوچتا ہے...... جب برطانیہ کی خواہش ہوتی ہے تو وہ نوچتا ہے۔

جب اسرائیل کی خواہش ہوتی ہے وہ قتل کرتا ہے...... نوچتا ہے۔

جب بھارت کی خواہش ہوتی ہے تو...... وہ اسے نوچتا ہے۔

بالکل بے گوروکفن لاش کی طرح مسلمان پڑا ہے...... اور جتنے کتے مسلمانوں پر مسلط ہیں۔

چاہے وہ بے نظیر کی شکل میں ہو......
چاہے وہ فاروق لغاری کی شکل میں ہو......
چاہے وہ حسنی مبارک کی شکل میں ہو......
چاہے وہ صدام حسین کی شکل میں ہو......
چاہے وہ حافظ الاسد کی شکل میں ہو......

ایک خوراک کے لئے یہ امریکہ کے سامنے دس دس سال دُم ہلاتے ہیں...... اور ہم یہ توقع کرتے ہیں کہ...... فلاں برسرِ اقتدار آجائے گا...... اور فلاں برسرِ اقتدار آجائے گا تو یہ ہو جائے گا۔

میر کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب
اسی عطار کے لونڈے سے دوا لیتے ہیں

جس نے ہمیں ذلت کے اندر دھکیلا، انہیں سے ہماری امیدیں وابستہ ہیں۔

یہودیوں کی سازش:

اللہ کی قسم!

"اگر یہودیوں کی سازشوں کو سمجھا نہ گیا...... اور ان کی سازش یہ ہے کہ امت کو علماء سے الگ کردیں۔"

اس لئے یہاں مدارس پر ایک عذاب آنے والا ہے...... ایک یا دو سال کی بات ہے کہ یہ سب مدارس ختم کرنے کی کوششیں شروع ہونے والی ہیں...... چند سالوں کی بات ہے...... برسرِ عام سڑکوں اور گلیوں میں زنا ہوا کریگا۔

اور کسی میں یہ جرأت نہیں ہوگی کہ اس کو روک سکے...... اس لئے کہ یہ روکنے والا قانوناً مجرم ہوگا۔

قاہرہ کانفرنس اور جنسی تعلیم:

ابھی چھ مہینے پہلے ''قاہرہ کانفرنس'' میں تمام باون (۵۲) مسلمان ممالک کے سربراہوں نے اس پر دستخط کیے ہیں کہ!

''ہم اسکولوں میں جنسی تعلیم دیں گے ...... بچّوں کو جنسی تعلیم دیں گے ...... اور جہاں مخلوط معاشرہ ہے وہاں ہم جنسی کاموں کے لئے سہولتیں مہیا کریں گے''

اور یہ قانون اقوامِ متحدہ اور ورلڈ بینک کے منشور کا ایک حصّہ بن گیا ہے۔

اب اس دنیا میں اس قانون کو جو ملک مانے گا ...... اُسے امداد ملے گی ...... اور جو نہیں مانے گا اسے امداد نہیں ملے گی۔

اور عالمی بینک امداد تب دے گا ...... جب وہ کہہ دیں کہ تم زنا کی اجازت دو گے ...... تم مساجد کو ختم کرو گے ...... تم مدارس کو ختم کرو گے ...... تم داڑھی والوں کو ختم کرو گے۔

اب یہ لوگ جو دار البیضاء (   ) میں ...... مراکش میں جمع ہوئے ...... دار البیضاء کو کہتے اور مراکش کو مراکو (MARACO) کہتے ہیں ...... تاکہ کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ یہ مسلمان ملک ہے۔

وہاں یہ لوگ جمع ہو گئے ...... عراق کے مسئلہ پر اختلاف تھا ...... کویت کے مسئلہ پر اختلاف تھا ...... جتنے مسائل تھے سب پر اختلاف تھا۔

لیکن ایک مسئلہ پر سب کا اتفاق تھا کہ ہم اپنے اپنے ملکوں سے بنیاد پرستی

کو ختم کریں گے۔

بنیاد پرستی کیا ہے؟

قرآن کریم بنیاد پرستی ہے ...... حدیث بنیاد پرستی ہے ...... فقہ بنیاد پرستی ہے اور بنیاد پرست وہ مجاہدین اسلام کو کہتے ہیں۔

اس لئے کہ آپ نماز پڑھیں تو کسی کو اعتراض نہیں ہے ...... آپ کسی کو نماز کی دعوت دیں تو کسی کو اختلاف نہیں ہے ...... آپ روزہ رکھیں کسی کو اختلاف نہیں ہے ...... آپ دوسروں کو روزوں کی دعوت دیں تو کسی کو کوئی اعتراض نہیں۔

امریکہ میں بھی کوئی اعتراض نہیں ہے۔

آپ حج کے لئے جائیں ...... دوسروں کو بھی حج کرنے کی دعوت دیں ...... کسی کو کوئی اعتراض نہیں اور اعتراض صرف اس پر ہے کہ آپ کسی کو کہہ دیں! کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا دین دنیا میں اس لئے آیا تھا کہ!

''لیظھرہ علی الدین کلّہ''

''کہ تمام ادیان پر اس دین کو غالب کردیں''

اور یہ صرف جہاد کے ذریعے ہی ممکن ہے۔

اڑتالیس (۴۸) سال علماء نے انتخابی اور جمہوری سیاست میں ضائع کیے ...... میں دعویٰ سے کہتا ہوں ...... کہ اس طرز حکومت سے اڑتالیس (۴۸) ہزار سال میں بھی اسلام نہیں آئے گا۔

جمہوریت وہ طرزِ حکومت ہے کہ جس میں:

بقولِ اقبال!

جمہوریت وہ طرزِ حکومت ہے جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تو لا نہیں کرتے

لہٰذا اس طرزِ عمل پر محنت نہ کریں بلکہ نوجوانوں پر محنت کریں .... ان کا ذہن بنائیں، امریکہ اور یہود کے منصوبے انہیں بتادیں ...... اور پہلے خود اس کو سمجھیں۔

یہ اخبارات ورسائل چھپتے ہیں .... ان کو پڑھئے .... اور پڑھ کر سمجھئے کہ مسلمانوں کے خلاف کیا کیا منصوبے بن رہے ہیں؟

وہ کسی نے کیا خوب کہا ہے!

لاؤ قتل نامہ میرا، میں بھی دیکھ لوں
کس کس کی مہر ہے سرِمحشر لگی ہوئی

کم از کم اپنا قتل نامہ تو دیکھ لیں ...... جو امریکہ نے آپ کے لئے تیار کیا ہے .... کہ وہ کیا ہے ......؟

کس موت مارے جاؤگے ......؟

پورا ملک بک گیا ہے:

اس کو سمجھ تو لو!

مگر کسی کو پتہ نہیں ...... پورا ملک بک گیا ...... کراچی سے لے کر گوادر تک کا ساحل بک گیا ...... امریکہ نے اس کا سروے بھی کرلیا .... اور اپنی تعمیرات

بھی شروع کردی ہیں۔

لیکن کسی کو معلوم نہیں ...... اور جس کو معلوم ہے وہ ایجنٹ ہیں۔

نوجوان طبقہ پر محنت کی ضرورت:

نوجوان طبقہ پر محنت کرو ...... ان سے رابطہ قائم کرو ...... ان کا ذہن انقلابی بناؤ تو وہ اٹھ کر جہاد کریں گے .... اور جب اس کے بدلے اقتدار ملے گا .... تو وہ اقتدار آپ کو ملے گا ان کو نہیں ملے گا۔

اس لئے یہ جو فضلاء کرام فارغ ہورہے ہیں ...... ہم نے تو کچھ بھی نہیں کیا ...... لیکن آخری عمر میں یہ بات سمجھ میں آئی۔

خود قوتِ عمل اب ہم میں نہیں رہی .... لیکن آپ کو بتارہے ہیں کہ اس طبقے پر محنت کرو اور یہود ونصاریٰ جس چیز سے خائف ہیں .... وہ صرف اور صرف جہاد ہے۔

اور جو کتے ہم پر مسلط ہیں ...... وہ بھی اس جہاد سے خائف ہیں۔

تو حرب وضرب سے بے گانہ ہو تو کیا کہیے:

خدارا!

اب اس نہج پر کام کرو ...... اور حرب وضرب سے اپنے آپ کو بے گانہ نہ رکھو۔

اقبال نے کہا تھا کہ!

سرور جو حق وباطل کے کارزار میں ہے
لیکن تو حرب وضرب سے بیگانہ ہو تو کیا کہیے

اس لئے اس چیز کو حاصل کرو، اور اس طبقہ پر محنت کرو...... تب انقلاب آئے گا...... اور اگر بچوں اور بوڑھوں پر اپنا وقت ضائع کیا تو کچھ نہیں بنے گا...... کچھ بھی نہیں ہوگا۔

''اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔'' (آمین)

''وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین''

امریکی عزائم اور ہماری ذمہ داریاں

وقت:...... بعد نماز ظہر

تاریخ:...... ۲۰۰۲ء

بمقام:...... جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی کراچی۔

امریکی عزائم اور ہماری ذمہ داریاں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھدان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشھدانّ سیدنا وحبیبنا ومولانا محمداً عبدہ ورسولہ ارسلہ بالحق بشیراً ونذیراً وداعیاً الیہ باذنہ وسراجاً منیرا۔

امّا بعد......!

فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلّہ"

(سورۃ صف آیت ۹)

وقال تبارک وتعالیٰ فی مقام آخر......!

"انّ الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزّل علیھم الملٰئکۃ ان لا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنّۃ الّتی کنتم توعدونِ"

(سورۃ حٰم سجدہ آیت ۳۰)

"صدق اللہ العظیم"

امیر جمع ہیں احباب دردِ دل کہہ دیں
پھر التفاتِ دلِ دوستاں رہے نہ رہے

مؤذن مرحبا بروقت بولا:

قابلِ صد احترام اساتذہ کرام اور میرے عزیز ساتھیوں اور عزیز طلباء!

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے مربّی...... استاذ محترم محدث العصر حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم کو اور جامعہ فاروقیہ کے اساتذہ کرام کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ واقعتاً کسی نے کہا کہ!

مؤذن مرحبا بروقت بولا
تیری آواز مکّے اور مدینے میں

اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ بروقت ایسے اجتماع کا انعقاد کیا جو یقیناً حالات سے اور جو کچھ پیش آنے والا ہے...... جو طوفان ہے...... اس طوفان سے واقف ہونے کا ذریعہ بنے گا۔

غفلت کا نتیجہ:

حقیقت یہ ہے کہ جو سوچ اور فکر ہمارے اس خطے کے اندر اور خصوصاً ہمارے اس ملک میں دینی اداروں کے متعلق...... دینی جماعتوں کے متعلق...... اور دینی افراد کے متعلق جو کچھ سوچا جارہا ہے جو یقیناً اس قابل ہے کہ اگر بروقت اس پر توجہ دیں تو شاید کچھ انسداد ہوسکے...... کچھ راستہ روکا جاسکے۔

اگر خدانخواستہ ہم غفلت میں رہے تو اللہ نہ کرے کہ وہ کیفیت پیش نہ آجائے...... جس کے متعلق کہا گیا ہے کہ!

تیری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

یہ ایک تعلیمی اور علمی ادارہ ہے اور ہم سب کی مادرِ علمی ہے، یہاں میں کوئی ایسی بات نہیں کروں گا کہ جو جامعہ کیلئے مشکلات کا باعث ہو لیکن!

کچھ حالات آپ کے سامنے عرض کرنا چاہتا ہوں۔

کہ یہ جو حالات یہاں پر چل رہے ہیں...... یا...... جو پیش آنے والے حالات ہیں۔

کیا یہ حالات خود بخود پیش آتے ہیں؟...... یا...... اس کی پشت پر ایک منظم سوچ اور منظم فکر ہے؟

"اولئک آبائی فجئنی بمثلھم"

دوسری بات یہ کہ ان حالات میں ہمارا فریضہ کیا ہونا چاہیے؟

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہم اپنے اکابر کا تذکرہ کرتے ہیں اور ہونا چاہیے اس لئے کہ ہمیں حق ہے کہ ہم کہہ سکیں کہ !

اولئک ابائی فجئنی بمثلھم

اذا جمعتنا یا جریر المجامع

''(وہ میرے آباء واجداد ہیں پس تو ان کی مثل لے آ......
جب اے جریر! تو محاسن اور کمالات کو جمع کرے)''

لیکن اس کے ساتھ ساتھ بہت ادب سے یہ عرض ہے کہ ہمیں یہ سوچنا چاہیے کہ کہیں کوئی ہمیں یہ نہ کہہ دے کہ!

تھے تو وہ آباء تمہارے ہی مگر تم کیا ہو
ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظرِ فردا ہو

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ ہمیں حق ہے کہ ہم اپنے اکابر کا تذکرہ

کریں اور ہمارے یہی اکابر تھے جنہوں نے تاریخ کا رخ موڑ دیا...... جنہوں نے طوفانوں کے منہ موڑ دیئے...... تو ہمیں حق ہے کہ ہم یہ کہہ دیں کہ!

اولئک ابائی فجئنی بمثلھم

اذا جمعتنا یا جریر المجامع

لیکن نہایت ادب کے ساتھ یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ!

ہمیں موجودہ حالات کے تناظر میں یہ سوچنا چاہئے کہ اس وقت ہمارا کردار کیا ہو؟

تاکہ کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ!

تھے تو وہ آباء تمہارے ہی مگر تم کیا ہو
ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظرِ فردا ہو

کہیں ہماری حالت تو یہ نہ ہو کہ ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظرِ فردا ہیں کہ دیکھئے کہ کل کیا ہوتا ہے؟

ہم اس کے منتظر ہیں؟

اگر ہم اس کے منتظر رہے تو کچھ بھی نہیں ہوگا۔

دنیا میں باعزت طور پر جینے کی اجازت ان لوگوں کو ہوتی ہے کہ وہ اپنی زندگی ایک شان کے ساتھ گزارتے ہیں کہ کب ہماری مرضی کے مطابق ہماری زندگی ہو۔

پرویز مشرف آچانک نہیں لائے:

میرے قابلِ صد احترام علماء کرام......!

یہ موجودہ حالات ہیں...... یہ اچانک پیش نہیں آئے۔

موجودہ فوجی حکمران اور اس کے حکومتی فیصلے جو ہیں۔

یہ فیصلے جو کہ!

دینی مدارس کے متعلق ہیں۔

مجاہدین کے متعلق ہیں۔

دینی تنظیموں کے متعلق ہیں۔

یہ فیصلے یہاں کئے بھی نہیں جاتے اور یہ فیصلے یہاں کئے بھی نہیں گئے

......بلکہ یہ بہت پرانے فیصلے ہیں۔

جب جنرل ضیاء الحق مرحوم اس دنیا سے چلے گئے تو آپ کو معلوم ہے کہ افغانستان کا مسئلہ پچیس، تیس سال یا اس سے بھی کچھ پہلے جہاد کا سلسلہ شروع ہوا تھا۔

شاہ عبدالعزیز کا فتویٰ دارالحرب:

اور یہ بھی آپ جانتے ہیں کہ!

افغانستان کے اندر جو سلسلہ شروع ہوا تھا وہ ہمارے اکابر کے فتویٰ (جہاد) سے شروع ہوا تھا۔

افغانستان کے اندر صورت حال یہ پیدا ہوگئی تھی کہ......اگرچہ نام کے مسلمان حکمران تھے لیکن شاہ عبدالعزیزؒ کے الفاظ میں!

''کفریہ احکام بدغدغہ جاری ہوتے تھے''

آپ حضرات میں سے بہت سوں نے اس فتویٰ کو پڑھا ہوگا......کہ جب انگریز ہندوستان میں داخل ہوگیا اور کچھ عرصہ کے بعد اس نے اپنے قدم جمائے

اور اعلان ہوتا تھا کہ حکومت تو بہادر شاہ ظفر کی ہے لیکن حکم!

''وہ کمپنی بہادر کا جاری ہوگا''

شاہ عبدالعزیز سے کسی نے پوچھا کہ!

''آیا ان حالات میں ہندوستان دارالاسلام ہے یا دارالحرب ہے؟''

وہاں کا بادشاہ بہادر شاہ ظفر تھا......عدالتیں بھی تھیں......قاضی بھی بیٹھتے تھے......لیکن کمپنی بہادر جو اس وقت عبارت تھی......برٹش حکومت سے......تو کمپنی بہادر کا حکم بدغدغہ جاری ہوتا تھا......چلتا تھا۔

تو شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کا مشہور فتویٰ ہے انہوں نے کہا کہ!

''ان حالات میں ہندوستان دارالاسلام نہیں بلکہ دارالحرب ہے......اور جب یہ دارالحرب ہے تو دارالحرب کے سارے احکام یہاں پر جاری ہوں گے۔''

اور یہی وجہ تھی کہ!

۱۸۵۷ء میں ہمارے اکابر نے جو قربانیاں دیں......اس کے بعد مسلسل ہندوستان کے اندر کوئی ایسی تحریک نہیں!

آزادی کی تحریک ہو......یا......خیر کی کوئی تحریک ہو۔ کوئی بھی تحریک ایسی نہیں ہے......جس میں ہمارے اکابر کا قائدانہ کردار نہ ہو۔ اور میں اس بات کو حساس لوگوں کے سامنے کہہ چکا ہوں کہ! اس ملک پر ہمارا اتنا ہی حق ہے جتنا کسی سیاستدان یا ان کے والد کا ہے۔

اس ملک پر علماء کا بھی حق ہے:

اس ملک کی تقدیر کا فیصلہ اگر کوئی جرنیل کرتا ہے تو مجھے بھی یہ حق ہے......

کہ ...... میں اس ملک کی تقدیر کا فیصلہ کروں۔

اگر اس ملک کی تقدیر کا فیصلہ کوئی سیاستدان کرتا ہے تو مجھے بھی یہ حق ہے ...... کہ ، میں اس ملک کی تقدیر کا فیصلہ کروں۔

میں یہ واضح کر کے کہنا چاہتا ہوں کہ علماء کرام ...... طلباء کرام کو ...... احساس کمتری کا شکار ہرگز نہیں ہونا چاہئے۔

خدا کی قسم!

اس ملک میں ...... اس خطے میں یہ واحد ایک طبقہ ہے جو سر اٹھا کے چل سکتا ہے۔

یہ وہ واحد طبقہ ہے جو اس ملک کے اندر آنکھ اٹھا کر چل سکتا ہے۔

ہماری تاریخ صاف ہے:

اس لئے کہ ہماری تاریخ میں کوئی سیاہی نہیں ہے۔

ہماری تاریخ ساری کی ساری سفید (صاف) ہے۔ ...... اور ...... ان جرنیلوں اور ان کے آباء واجداد کی تاریخ ...... ان سیاستدانوں اور ان کے آباء واجداد کی تاریخ اگر آپ دیکھ لیں تو اس تاریخ میں سیاہی کے علاوہ کچھ نہیں۔

اور ہمارے اکابر کی تاریخ آپ دیکھ لیں تو الحمدللہ اس میں روشنی کے سوا کچھ بھی نہیں۔ اس لئے احساس کمتری میں مبتلا ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہی وہ واحد طبقہ ہے ...... جو سر اٹھا کر چل سکے ...... کیونکہ برصغیر کے اندر کوئی تحریک ایسی نہیں اٹھی جس میں ہمارا خون شامل نہ ہو۔

کوئی جرنیل اپنے آباء واجداد کی تاریخ دکھادے ...... کہ برصغیر میں کون سی خیر کی یا آزادی کی تحریک چلی ہو اور اس میں اس کے آباء واجداد کا خون شامل ہو۔ کوئی سیاستدان بتادے کہ کون سی تحریک برصغیر کی ایسی چلی ہو کہ جس میں اس کے آباء واجداد کا خون شامل ہو۔

اور ہم ایک نہیں ...... ہزاروں بتاتے ہیں کہ ان تحریکوں میں ہمارے آباء واجداد کا خون شامل ہے۔

اس لئے حق ہمارا زیادہ ہے ...... یا ...... ان کا زیادہ ہے؟

یہ بات میں نے اس لئے عرض کی کہ!

ہمیں مایوس ہونے کی ضرورت نہیں:

موجودہ فضا میں ...... یہ جو افغانستان کے حالات ...... اور اس کے بعد جو حالات پیش آئے ...... ان حالات میں ہمارے طبقہ سے وابستہ افراد میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو مایوسی میں مبتلا ہیں۔

اور وہ سمجھتے ہیں کہ اس ملک میں ہمارا مستقبل اب تاریک ہے ...... آئندہ اس ملک میں ہمارے ساتھ کیا ہوگا؟

میں عرض کرتا ہوں کہ!

ہمیں مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم نے اس ملک کو نہیں بیچا ...... اس ملک کی کسی تحریک میں ہم پیچھے نہیں رہے ...... اس ملک کے خزانے کو ہم نے نہیں لوٹا ...... ہم اس ملک کی بدنامی کے باعث نہیں ہوئے ...... یہاں تو ملک کی بدنامی کا سبب وہ لوگ ہوئے جنہوں نے یہودیوں سے مل کر اس

ملک کے مسلمانوں کو شہید کیا۔

جنہوں نے یہودیوں کا ساتھ دے کر امارت اسلامی افغانستان کو شہید کیا

ان لوگوں کو سوچنا چاہئے کہ......!

ان کا مستقبل کیا ہوگا......؟

مسلم امت کے درمیان ان کا مستقبل کیا ہوگا......؟

الحمدللہ ہمیں اس کے سوچنے کی ضرورت نہیں ہے۔

یہ جو حالات پیش آرہے ہیں یہ اچانک نہیں ہیں۔

یہ موجودہ حالات بہت پہلے پیش آنے والے تھے۔

میں عرض کر رہا تھا کہ......!

جنرل ضیاء الحق مرحوم جب اس دنیا سے چلے گئے......اس سے......بلکہ اس سے اور پہلے افغانستان کے جہاد کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا۔

میں تھوڑی سی تفصیل عرض کروں گا......!

ان میں شاید آپ کے لئے کوئی بات نئی نہ ہو......لیکن اس کے جو نتائج نکلیں گے......شاید وہ نتائج آپ کے لئے نئے ہوں۔

جہاد افغانستان اور ہمارے اکابر کا فتویٰ:

جب افغانستان کے اندر یہ سلسلہ شروع ہوا تھا......تو ہمارے اکابر کے فتویٰ سے شروع ہوا تھا۔

ہمارے اکابر (مفتی محمودؒ) نے فتویٰ دیا تھا کہ افغانستان اب دارالحرب بن چکا ہے......اب افغانستان کے عوام پر جہاد فرض ہو چکا ہے۔

چنانچہ وہاں جہاد کا سلسلہ شروع ہوا......اور پوری دنیا کے مسلمان......پوری دنیا کے نوجوان اس میں شریک ہوئے۔

اس میں عرب ممالک کے مسلمان شریک ہوئے۔

اس میں خلیج ممالک کے مسلمان شریک ہوئے۔

اس میں افریقہ کے ممالک کے مسلمان شریک ہوئے۔

اس میں امریکہ کے مسلمان شریک ہوئے۔

غرض یہ کہ تمام ممالک کے مسلمان اس میں شریک ہوئے۔اور افغانستان کی سرزمیں پر افغانیوں نے نہیں......بلکہ مسلمان امت نے اس میں بڑی قربانی دی کہ پوری تاریخ میں اس کی کوئی مثال نہیں ہے۔

افغانیوں کی قربانی:

اٹھارہ لاکھ انسان اس میں شہید ہوئے......ان اٹھارہ لاکھ میں سے اگر آپ آدھوں کو بھی شادی شدہ فرض کرلیں......تو نو لاکھ بنتے ہیں۔

اور اگر نو لاکھ شادی شدہ شہید ہوئے......تو اس کا مطلب ہے کہ نو لاکھ عورتیں بیوہ ہوئیں......اگر ایک آدمی کی ایک شادی ہو تو نو لاکھ عورتیں بیوہ ہوئیں۔

اور ان نو لاکھ میں سے آپ اوسطاً ہر ایک آدمی کے دو بچے فرض کرلیں......تو اٹھارہ لاکھ بچے یتیم بنے۔

اور دس لاکھ افراد آج بھی افغانستان کی سرزمین پر موجود ہیں جو معذورین کہلاتے ہیں۔

اور معذورین کا مطلب یہ ہے کہ!

کسی کا ہاتھ کٹا ہوا ہے......

کسی کا پاؤں کٹا ہوا ہے......

کسی کا کان کٹا ہوا ہے......

کسی کی آنکھ نہیں ہے......

دس لاکھ انسان معذور ہو گئے۔

نو لاکھ عورتیں بیوہ بنیں۔ اور اٹھارہ لاکھ بچے یتیم ہوئے۔

اس کے نتیجے میں اللہ کریم نے کرم کا معاملہ فرمایا...... اور ہوتے ہوتے افغانستان کے اندر ایک اسلامی حکومت قائم ہوئی۔

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ......!

افغانستان کے اندر جہاد کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا...... تو ابتداء میں پانچ سال تک مغربی ممالک نے اس تحریک میں کوئی حصہ نہیں لیا۔

میری ان باتوں کو سمجھنے کی کوشش کریں...... کیونکہ پہلے بھی لوگ پروپیگنڈہ کرتے تھے اور اب بھی کرتے ہیں کہ افغانستان کے اندر امریکیوں کا جہاد ہوتا رہا۔

میں یہی بات آپ کے سامنے بیان کرنا چاہتا ہوں کہ......!

اس کی حقیقت کیا ہے......؟

امریکی مشاورتی کونسل کا جائزہ:

چار سال تک ہمارے اکابر کے فتویٰ سے جہاد کا یہ سلسلہ جب چلا...... تو کوئی مغربی ملک...... کوئی امریکہ...... کوئی برطانیہ...... کسی بھی ملک نے ان کی مدد نہیں کی۔

لیکن امریکہ کے اندرائی مشاورتی کونسل بیٹھ کر جائزہ لے رہی تھی کہ افغانستان کے اندر جو تحریک چلی ہے...... آیا......

یہ کامیاب ہو سکتی ہے یا نہیں؟

کامیابی کے کتنے امکانات ہیں؟

افغانیوں کے اندر قوت مزاحمت موجود ہے یا نہیں؟

چار سال تک جب انہوں نے اس کا مطالعہ کیا اور جب وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ!

افغان بہت سخت جان لوگ ہیں۔

ان کے اندر قوت مزاحمت موجود ہے۔

تو امریکہ اور مغربی ممالک یہاں آئے...... اور افغانیوں کو مدد کی پیشکش کی۔

افغانیوں کی مدد اور امریکی مقاصد:

اس سے ان کے تین مقاصد تھے۔

پہلا مقصد:

ایک مقصد یہ تھا کہ......!

اس سے ویتنام کی شکست کا بدلہ لیا جائے۔

آپ میں سے بہت سے لوگ اس جنگ کے بارے میں نہیں جانتے ہوں گے...... میری یاد کی بات ہے کہ وہاں پر روس اور چین کی مدد سے ویتنامیوں نے امریکہ کو ایسی ذلت آمیز شکست دی تھی کہ اس سے پہلے ایسی شکست کسی سپر طاقت کو نہیں ملی۔

دوسرا مقصد:

دوسرا مقصد یہ تھا کہ......!

روس جو افغانستان کے اندر داخل ہوا ہے...... یہ صرف افغانستان کے پہاڑوں تک محدود نہیں رہنا چاہتا...... بلکہ وہ اس کو گزرگاہ کے طور پر استعمال کر کے خلیج کے گرم پانی اور خلیج کے تیل تک پہنچنا چاہتا تھا...... اور یہ مغربی ممالک کی موت تھی۔

کیونکہ آج مغربی ممالک اور امریکہ کے اندر جتنی بھی معاشی خوشحالی ہے...... یہ ساری کی ساری معاشی خوشحالی خلیج کے تیل کی بدولت ہے۔

اگر خلیج کا تیل نہ ہوتا اور وہاں پر مغربی ممالک اور امریکہ کا تسلط نہ ہوتا کہ...... جس آسان طریقے سے وہ تیل حاصل کر رہے ہیں...... یہ صورت اگر نہ ہوتی تو مغرب اتنا خوش حال نہ ہوتا اور ان کی معیشت اتنی کامیاب نہ ہوتی۔

تیسرا مقصد:

تیسرا مقصد یہ تھا کہ......!

اس جہاد میں شامل ہو کر افغانیوں کو اور مسلمانوں کو ممنونِ احسان کیا جائے...... تاکہ اس احسان کے بدلے ہمیں افغانستان کے اندر ٹھکانہ ملے...... اور ہم وہاں پر ایسی حکومت قائم کرادیں جو کہ ہماری مرضی کے مطابق ہو۔

وہاں پر ہمارے اڈے ہوں تاکہ وہاں سے ہم چین پر...... کوریا پر اور جاپان پر نظر رکھ سکیں...... اور ہندوستان...... ایران اور پاکستان پر نظر رکھ سکیں۔

اور افغانستان کے اندر ایک ایسا اسرائیل قائم کیا جائے...... جیسے کہ خلیج کا اسرائیل پورے عرب کے لئے ناسور ہے۔

اسی طرح یہاں بھی ایک اسرائیل ہو...... جو یہاں کے پورے خطے کے لئے ناسور بن جائے اور جس سے ہم پورے خطے کو کنٹرول کر سکیں۔

یہ تین مقاصد تھے...... کہ...... جن کی وجہ سے امریکہ اس جنگ میں شامل ہوا تھا۔

کتنے مقاصد حاصل ہوئے......؟

اب اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ افغانستان کے جہاد کے نتیجے میں ان کے کون کون سے مقاصد حاصل ہوئے اور کون سے باقی تھے......؟

یہ کوئی فلسفے کی بات نہیں......

یہ کوئی منطق کی بات نہیں......

دو اور دو چار کی بات ہے......

بالکل سامنے کی بات ہے۔

ویت نام کی شکست کا بدلہ حاصل ہوا۔

اور روس کو افغانستان کے اندر ویسی ہی ذلت آمیز شکست کا سامنا ہوا جیسی کہ امریکہ کو ویت نام میں دی گئی۔

دوسری بات یہ کہ اس شکست کے نتیجے میں سویت یونین کا وجود ختم ہوا...... یونین کا وجود ختم ہوا تو اب وہ اتنا کمزور ہوا...... معاشی طور پر...... حربی طور پر...... غرض ہر لحاظ سے اتنا کمزور ہوا کہ خلیج کے گرم پانی یا خلیج کے تیل تک پہنچنے کا

تصور ہی ختم ہوا۔

دوسرا مقصد یہ حاصل ہوا۔

اورسویت یونین کا جب وجود ختم ہواتو یہ امریکہ کے تصور میں بھی نہیں تھا کہ سویت یونین کا تصور ختم ہوسکتا ہے۔

لیکن یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا کرم...... مجاہدین کی قربانیوں اور شہداء کے خون کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے سویت یونین کے وجود کو ختم کیا۔

اب یہ دو مقاصد تو حاصل ہوئے تھے...... لیکن تیسرا مقصد کہ افغانستان کے اندر ایسا ٹھکانہ قائم کریں کہ پورے خطے پر اس کی نظر ہو...... یہ مقصد حاصل نہیں ہوا۔

آپ میں سے جو بڑے حضرات ہیں ان کے علم میں ہے کہ جب سویت یونین کی فوجیں افغانستان سے نکلیں تو مجاہدین کی سات جماعتیں آپس میں دست وگریباں ہوگئیں۔

یہ سب کچھ خود بخود نہیں ہوا تھا۔

اس لئے کہ......!

حکمت یار ہو...... یا پروفیسر برہان الدین ربانی ہو...... یا پروفیسر عبدالروف سیاف ہو...... یا گیلانی ہو...... یا محمد نبی محمدی ہو...... یا محمد یونس خالص ہو

...... یہ لوگ ایسے نہیں تھے کہ آپس میں ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے......

بلکہ...... اس وقت امریکہ نے اپنے تیسرے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے مجاہدین کو آپس میں قریب نہیں ہونے دیا...... کہ اگر مجاہدین اکٹھے ہوگئے...... اور ان کی

مستحکم حکومت ہو جائے تو ہمارا یہ تیسرا مقصد حاصل نہیں ہوسکتا۔

اس لئے انہوں نے قریب نہیں ہونے دیا...... آپس میں لڑوایا تاکہ عوام ان سے بیزار ہوجائیں اور

وہاں اپنی کٹھ پتلی حکومت قائم کرسکیں۔...... لیکن

کہ وہ ایک شر تھا...... کہ جس کے اندر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک خیر کو، چھپایا تھا...... کہ اس کے نتیجے میں افغانستان کے علماء اور دینی مدارس کے طلباء وہ ''طالبان تحریک'' کی شکل میں نمودار ہوئے۔

اور یہ تاریخ آپ سب کے سامنے ہے کہ......!

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں کامیابیوں سے نوازا...... انہوں نے امارت اسلامی قائم کی...... اور دنیا نے تسلیم کیا کہ ایسی امن وامان والی حکومت پوری دنیا میں نہیں تھی۔

اور اس موجودہ دور میں واقعتاً وہ ایک ایسی حکومت تھی...... کہ جہاں حکومتی سطح پر سو فی صد اللہ تعالیٰ کے احکام جاری تھے۔

اسرائیل برطانیہ نے قائم کی:

اس بات کے دوران ایک بات اور عرض کردوں...... کہ...... فلسطین میں جب اسرائیل قائم ہورہا تھا تو اس وقت دنیا کے اندر برطانیہ سپر پاور تھا۔

اور امریکہ کی اتنی حیثیت نہیں تھی...... فلسطین کے اندر اسرائیل حکومت یہ برطانیہ نے قائم کی...... وہاں پر انگریز کی فوجیں مداخلت کرنے کے لئے چلی گئیں اور کہا کہ!

''وہاں کے وسائل پر یہودی اور مسلمان لڑ رہے ہیں...... ہم امن قائم کرنے کے لئے وہاں پر داخل ہونا چاہتے ہیں۔''

یہ تاریخ ہے...... میں افسانہ نہیں بتا رہا ہوں۔

قصہ نہیں تاریخ کا یا شہد و رطب کا:

اس وقت علامہ اقبال مرحومؒ نے کہا تھا کہ!

مقصد ہے ملوکیت انگلیز کا کچھ اور
قصہ نہیں نارنج کا یا شہد و رطب کا

یہ قصہ نہیں نارنج کا...... نارنج، شہد اور تازہ کھجور وہاں کے یہ وسائل تھے...... جس پر وہ لڑ رہے ہیں ہم وہاں امن قائم کرنا چاہتے ہیں تو اقبال مرحومؒ نے کہا تھا کہ!

مقصد ہے ملوکیت انگلیز کا کچھ اور
قصہ نہیں نارنج کا یا شہد و رطب کا

بعینہٖ افغانستان کے اندران قوتوں کا آنا...... یہ صرف طالبان حکومت یا اسامہ بن لادن کی بات نہیں تھی۔

کہ وہاں اسامہ بن لادن ہے۔

وہاں عرب ہیں...... یا...... وہاں فلاں ہیں...... یا فلاں ہیں۔

یہ تاریخ جو میں نے آپ کے سامنے عرض کر دی۔

امریکہ نے اس جنگ میں افغانیوں کا ساتھ دیا تھا...... اس کے تین مقاصد تھے...... دو مقاصد حاصل ہوئے تھے اور تیسرا مقصد حاصل نہیں ہوا تھا۔

وہ اس تیسرے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے افغانستان میں آنا چاہتا تھا۔

یہاں تک کی بات آپ ذہن میں رکھئے۔

بے نظیر کس لئے برسر اقتدار لائی گئیں......؟

جب جنرل ضیاء الحق مرحومؒ اس دنیا سے چلے گئے تو اس کے بعد ۱۹۸۸ء میں بے نظیر بھٹو کی حکومت قائم ہو گئی...... اور بے نظیر کو امریکہ نے کامیابی دلائی تھی...... کہ تمہیں تین اہداف پورے کرنے ہوں گے...... نمبر ایک یہ کہ اس ملک کی ایٹمی قوت کو ختم کرنا...... یا...... کم از کم ایک سطح پر رکھنا...... اور اس میں ترقی نہ کرنا۔

دوسرا ہدف یہ تھا کہ کشمیر کا قضیہ ہندوستان یا امریکہ کی مرضی کے مطابق حل کرنا۔

تیسرا ہدف یہ تھا کہ!

اپنے ملک کے اندر مذہبی طبقے کو ختم کرنا یا کم از کم کمزور کرنا۔

چاہے وہ......!

مدارس کی صورت میں ہو......

وہ دینی تنظیموں کی صورت میں ہو......

وہ جہادی تنظیموں کی صورت میں ہو......

اس طبقے کو ختم کرنا یا کم از کم کمزور کرنا......

یہ تین اہداف تھے۔

آپ کو معلوم ہے کہ بے نظیر کی حکومت دو سال سے زیادہ چلی...... لیکن ان اہداف میں سے کوئی بھی ہدف وہ پورا نہیں کر سکتی تھی۔

اس لئے کہ کشمیر کے قضیے کو ختم کرنا اس راہ میں فوج مزاحم تھی۔

ایٹمی قوت کو ختم کرنا، فوج اس کے راستے میں مزاحم تھی۔

اور دینی طبقے کو ختم کرنا...... اس وقت اس میں بھی فوج مزاحم تھی۔

وہ یہ اہداف حاصل نہ کرسکی ......تو جو قوتیں اس کو برسراقتدار لائی تھیں ......انہی قوتوں نے اس کو ختم کیا۔

نواز شریف کس لئے برسراقتدار لائے گئے......؟

اس کے بعد نواز شریف سے یہ بات کی کہ ہم تمہیں لائیں گے......تم یہ اہداف حاصل کرو۔

وہ آئے......وہ حاصل نہ کرسکے......اس کو ختم کیا۔

پھر بے نظیر نے دوبارہ پیشکش کی......وہ دوبارہ آئی......لیکن وہ نہ کرسکی۔

پھر نواز شریف لائے گئے......وہ پھر بھی نہ کرسکے......اگر وہ یہ کرنا چاہتے تھے......تو کیوں نہیں کرسکے؟

اس لئے کہ دنیا کا یہ اصول ہے کہ......سیاسی حکومت جتنی بھی بری ہو......

لیکن وہ امریکہ یا کسی غیر ملک کی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے اس حد تک نہیں جاسکتی تھی۔

اس لئے کہ سیاسی حکومت میں پارٹیوں کے اندر احتساب ہوتا ہے۔

پارلیمنٹ کے اندر احتساب ہوتا ہے۔

کابینہ کے اجلاسوں میں احتساب ہوتا ہے۔

اور چار پانچ سال کے بعد عوام کے اندر ان کو ووٹ مانگنے کے لئے بھی جانا پڑتا ہے۔

ان کو یہ غم ہوتا ہے......اس لئے عوامی خواہشات کے خلاف اس حد تک نہیں جاسکتے تھے......جس حد تک ایک فوجی جاسکتا ہے۔

شریف اور مشرف جہاز کا قضیہ:

یہ نواز شریف اور پرویز مشرف کے درمیاں جو جہاز کا قضیہ آیا......ممکن ہے کہ یہ قضیہ نواز شریف کے لئے بھی اچانک پیش آیا ہو......اور شاید پرویز مشرف کے لئے بھی یہ سب کچھ اچانک ہوا ہو لیکن جن قوتوں نے اس کے لئے منصوبہ بندی کی تھی......ان قوتوں کے لئے یہ قضیہ اچانک نہیں تھا۔

وہ کون سی قوتیں تھیں؟

وہ یہی قوتیں ہیں......جو آج ہماری سڑکوں پر چیک پوسٹیں قائم کررہی ہیں۔

امریکہ اور یہودیوں کی یہی صیہونی قوت تھی کہ جو آج ہمارے ملک کی ایک ایک سڑک پر......اور ایک ایک ناکے پر وہ بیٹھے ہوئے ہیں۔

اس لئے کہ اس خطے کے اندر آنے کا جوان کا تیسرا مقصد تھا!

مذہبی قوت کو ختم کرنا......اور یہاں اپنا ایسا تسلط قائم کرنا جو اسرائیل کی طرح ہو......اور یہاں سے وہ پورے خطے پر نظر رکھ سکیں۔

خلیج میں ایک اسرائیل ہے!

لیکن شام، اردن، مصر، سعودی عرب، عراق اور جو چھوٹی چھوٹی ریاستیں ہیں......وہ تو کوئی شمار وقطار میں نہیں ہیں۔

ان بڑی بڑی حکومتوں کو نکیل ڈال رکھا ہے۔

کسی صورت وہ یہاں کرنا چاہتے تھے۔

اب ظاہر ہے کہ اس قسم کی کٹھ پتلی حکومت قائم کرنے کی راہ میں جو لوگ مزاحم تھے......وہ یہی مذہبی طبقہ تھا۔

نیا عالمی بندوبست:

اور یہ نیو ورلڈ آرڈر (NEW WORLD ORDER) جو ہے۔

میرا خیال ہے کہ اس کا مطلب ہے "نیا عالمی بندوبست"

یہ سب کیا ہے؟

سوا سو سال پہلے یہودیوں کے بنائے ہوئے پروٹوکول کا چربہ ہے۔

دنیا کے میڈیا پر قبضہ کرنا تھا......وہ کر چکے۔

دنیا کے وسائل پر قبضہ کرنا تھا......وہ کر چکے۔

اب وہ دنیا سے مسلمانوں کے وجود کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔

وجود کو ختم کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مسلمان نہیں رہیں گے......بلکہ ختم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس دنیا کے چلانے میں ان کا کوئی رول......کوئی کردار نہیں ہوگا۔

وہ غلام ہوں گے۔

"اور یہی ہے نیا عالمی بندوبست"

اب افغانستان کے اندر یا ہمارے اس خطے کے اندر جو کچھ ہو رہا ہے......یہ نیا نہیں ہے۔

پرویز مشرف کو کیوں لایا گیا......؟

پرویز مشرف کو......فوجی حکومت کو......لایا اسی لئے گیا تھا کہ یہ تیسرا

ہدف جو کسی سیاسی حکومت میں حاصل نہیں ہو سکتا تھا۔

اسی لئے ان کو ضرورت تھی ایک ایسے حکمران کی جو مطلق العنان ہو۔

جو کسی مشورے کا پابند نہ ہو......

جو کسی کے سامنے جوابدہ نہ ہو......

جس کا کوئی احتساب نہ کر سکے......

ایک ایسی شخصیت کی ضرورت تھی......اور وہ ظاہر ہے فوجی کمانڈر ہوتا ہے۔

اسی لئے پرویز مشرف کو لایا گیا......اور پرویز مشرف کا لانا یہ ایک ایسی وقتی ضرورت تھی......کہ اسکے بغیر یہ حالات برپا نہیں کئے جا سکتے تھے۔

چنانچہ افغانستان کے اندر جو حالات ہمارے سامنے پیش آئے۔

افغانستان کے اندر جب طالبان حکومت قائم ہوئی......اور کچھ مستحکم ہوئی......تو امریکہ کو خطرہ پیدا ہوا کہ وہ جو ہمارا ہدف تھا......ہم اس ہدف کو حاصل نہیں کر پائیں گے۔

کشمیر پر انہوں محنت اور کوشش شروع کی......اور آپ میں جو لوگ اس مسئلے میں دلچسپی رکھتے ہیں اور پڑھتے ہیں، ان کو پتہ ہے کہ کشمیر کے مسئلہ میں ایک تھرڈ آپشن (THIRD OPTION) کا ذکر ہوتا ہے......یعنی تیسرا حل وہ تیسرا حل کیا تھا؟

جو سردار عبدالقیوم جیسے شخص نے بھی قبول کیا......جو اپنے آپ کو مجاہد اول کہتا ہے......اس نے بھی قبول کیا۔

وہ تیسرا حل یہ تھا کہ!

کشمیر کے اندر ایک ایسی حکومت قائم کی جائے کہ جو اقوام متحدہ ...... یا امریکہ اور یہودیوں کے قبضہ میں ہو...... ان کے زیر نگرانی ہو...... اور اس خطے کے اندر جو صورت حال افغانستان میں ہے وہی صورت حال کشمیر میں بھی چاہتے تھے۔ تاکہ کشمیر کے ذریعے سب پر نظر رکھ سکیں۔

لیکن ہمارے حکمرانوں کی بدقسمتی کہ یہاں سے افغانستان میں ان کو موقع فراہم کر دیا...... اور اب افغانستان کے اندر امریکی تسلط کی بقاء کے لئے ضروری ہے...... مذہبی طبقے کا ختم ہونا۔

اگر مذہبی طبقہ یہاں قائم رہتا ہے...... تو افغانستان کے اندر یہودی اور امریکی تسلط باقی نہیں رہ سکتا دونوں میں سے ایک باقی رہے گا...... اور ایک نہیں رہے گا۔

یہ بات سمجھ میں آ رہی ہے......؟

افغانستان کے اندر امریکی تسلط تب قائم ہوگا...... جب مذہبی طبقہ نہیں ہوگا...... اور جب مذہبی طبقہ ہوگا تو امریکی تسلط نہیں ہوگا۔

یہ دونوں ضدان لا یجتمعان (ایسے متضاد جو کبھی جمع نہ ہو سکیں) ہیں۔

اب آپ دیکھ رہے ہیں یہ جو موجودہ حالات ہیں۔

اپنی بقاء کی جنگ خود لڑنی ہے:

یہ آپ کے وجود کے بقاء کی جنگ ہے...... آپ چاہے لڑیں یا نہ لڑیں۔

آپ کو اگر اپنے وجود کو باقی رکھنا ہے تو پھر اس جنگ کو لڑنا ہوگا...... اس جنگ کو لڑنا ہوگا...... اس جنگ کو لڑنا ہوگا۔

اگر آپ کو اپنا وجود باقی رکھنا ہے۔

دینی مدارس کا وجود ہے......

دینی تنظیموں کا وجود ہے......

علماء کا وجود ہے......

صلحاء کا وجود ہے......

خانقاہوں کا وجود ہے......

اور اس ملک کے اندر خیر کے جتنے ذرائع ہیں ان سب کا وجود ہے۔

اس کے وجود کے بقاء کے لئے ہمیں یہ جنگ لڑنا ہوگی۔

ہم بہت پہلے اس فوجی حکمران کو کہہ چکے ہیں......!

معین حیدر سے میری ملاقات:

جب یہ حکومت برسر اقتدار آئی...... تو اس کے وزیر داخلہ کا پیغام آیا کہ وہ آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔

میں نے کہا کہ......!

"ٹھیک ہے" میں ملنے چلا گیا۔

جب ہماری بات چیت شروع ہوئی...... تو میں نے ان کے سامنے چند چیزیں پیش کیں اور ایک بات یہ پیش کی کہ!

یہودیوں اور امریکیوں کا منصوبہ یہ ہے کہ اس ملک کے اندر مذہبی طبقے کو...... اور فوج کو آپس میں لڑا دیں...... دست و گریبان کر دیں۔

اس میں نقصان جس کا بھی ہو...... یہودی خوش ہوں گے۔

فوج کا نقصان ہو تو بھی وہ خوش ہوں گے۔

اور اگر دینی طبقے کا نقصان ہو تو بھی وہ خوش ہوں گے۔

دونوں صورتوں میں ان کو فائدہ ہی فائدہ ہے۔

اور جب میں نے یہ بات کی تو معین حیدر ایک دم خاموش ہو گیا........

اور........ مجھ سے کہنے لگا کہ........!

''پھر آپ ایسے حالات کیوں پیدا کر رہے ہیں؟ کہ ان دونوں کا ٹکراؤ ہو۔

میں نے کہا کہ!

''وہ حالات ہم نہیں آپ پیدا کر رہے ہیں''

شہداء کے خون کے ذمہ دار حکمران ہیں:

اور آج کی خبر آپ لوگوں نے پڑھی ہوگی کی پاک فوج کے دس فوجی شہید ہو گئے۔

اس واقعے کا ذمہ دار پرویز مشرف ہے۔

اس واقعے کا ذمہ دار معین الدین حیدر ہے۔

اس واقعے کے ذمہ دار ہمارے برسر اقتدار جرنیل ہیں۔

یہ نئے حالات نہیں ہیں........ کہ اچانک ایسی صورت حال پیش آئی ہو بلکہ ان سب کی منصوبہ بندی ان لوگوں نے کی ہے اور ہم نے ہر موقع پر انتباہ کیا کہ!

''تمہارے ان اقدامات کا نتیجہ یہ ہوگا........ اور تمہارے ان اقدامات کا نتیجہ یہ ہوگا'' آج فوج اور مذہبی طبقے کے درمیان ٹکراؤ کی کیفیت دراصل انہی کی پیدا کردہ ہے۔

اور میرے خیال سے اس کے نتیجے میں........ کیونکہ ہماری فوج مسلمان فوج ہے........ اور وہ سارے کے سارے شرابی نہیں........ کبابی نہیں........ بری عادات کے مالک نہیں ہیں۔

وہ اس صورت حال کو شاید کچھ وقت برداشت کر لیں۔

لیکن اگر برداشت نہ کر سکے تو خدانخواستہ اس کے نتیجے میں فوج کے اندر انتشار پیدا ہوگا........ تو اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟

تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس ملک کا وجود ہی ختم ہو جائے گا۔

ملک کے استحکام کیلئے تین ادارے:

کسی بھی ملک کے استحکام کے لئے تین ادارے ہوتے ہیں۔

پہلا ادارہ:

نمبر ایک: اس ملک کی سول انتظامیہ........ جس کو یہ لوگ بیوروکریسی کہتے ہیں۔

اب ہماری اس ملک کی بیوروکریسی وہ تباہ ہو چکی ہے۔

سب کو معلوم ہے کہ! وہ چور ہے۔ وہ ڈاکو ہے۔ وہ سب کچھ ہے........ اور وہ تباہ ہو چکی ہے........ وہ اس ملک کو سنبھال نہیں سکتی۔

دوسرا ادارہ:

نمبر دو!

ملک کو عدلیہ باقی رکھتی ہے۔

عام آدمی کو یہ تسلی ہوتی ہے کہ مجھ پر ظلم ہوگا........ تو میں عدالت میں جاؤں گا........ اور مجھے انصاف ملے گا۔ لیکن ہمارے ملک کی عدلیہ کا جو حال ہے وہ

کسی سے مخفی نہیں ہے۔نواز شریف حکومت نے ...... بے نظیر حکومت نے ...... اور موجودہ فوجی حکومت نے اس کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے ...... اور آج آپ کسی گدھا گاڑی والے سے بھی پوچھیں تو اس کو بھی ملک کے کسی کورٹ (COURT) پر اعتماد نہیں ہے۔

وہ کچھ نہیں جانتا ...... لیکن اس کو بھی ملک کی کسی عدالت پر اعتماد نہیں ہے۔

تیسرا ادارہ:

اور تیسرا ادارہ! جو کہ ملک کو مستحکم رکھ سکتی تھی ...... تو وہ فوج تھی ...... اس لئے کہ ایک عام پاکستانی کے دل میں فوج کا احترام موجود تھا۔

آپ لوگوں نے دیکھا ہوگا کہ! لوگ جب پولیس سے ٹکراتے ہیں ...... اور سول وار (*CIVIL WAR*) قسم کی چیز پیدا ہوتی ہے تو کرفیو لگتا ہے۔فوجی آتے ہیں۔سو پولیس والوں کو دس نوجوان پتھر مار کر بھگاتے ہیں ...... لیکن اگر ایک فوجی آتا ہے تو سو نوجوان پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔وہی کلاشنکوف جو پولیس کے ہاتھ میں ہے ...... وہی فوجی کے ہاتھ میں بھی ہے۔

یہ کیا چیز تھی؟ یہ احترام تھا اس فوجی وردی کا ...... اور اس کے نتیجے میں یہ سب کچھ ہوتا تھا۔

یہ امریکہ اور یہودیوں کا منصوبہ ہے۔ہمارے ہاں جو فوجی انقلابات آتے رہتے ہیں ...... اس کے اندر بنیادی سوچ یہی ہوتی ہے کہ!

فوج اور عوام کو اس طریقے سے ٹکرایا جائے کہ عوام کے دل سے ان کا احترام نکل جائے۔اس لئے کہ! یہاں کی بیوروکریسی ختم ہے۔یہاں کی عدلیہ ختم

ہے۔آخری چیز فوج ہے ...... یہ ختم ہوگی تو اس ملک کا وجود ختم ہو جائے گا۔اب اس ملک کے بقاء کی جنگ بھی مذہبی طبقے کو لڑنی ہے۔اس ملک کے استحکام کی جنگ ہم نے لڑنی ہے۔

کیونکہ یہ ملک ہمارا ہے۔اور میں نے ابتداء میں عرض کیا تھا کہ یہاں ہماری قربانیاں کسی سے کم نہیں ہیں۔

خواہ وہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی ہو۔

برصغیر کے انگریز سے آزادی کی جنگ ہو۔پاکستان بنتا ہو۔

پاکستان بننے میں بھی ہمارے اکابر نے بڑی قربانیاں دی ہیں۔

اب استقامت کی ضرورت ہے۔

جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ!

"لا تسئلو القاء العدوّ"

"خدا سے عافیت مانگو"

دشمن سے جنگ اور مقابلے کی تمنا مت کرو ...... لیکن جب دشمن مقابل آجائے تو پھر ثابت قدم رہو۔

امتحان میں ثابت قدم رہے:

اب وقت ہے!

ابتلاء کا ......

امتحان کا ......

ثابت قدمی کا ......

ابتلاء کے...... امتحانات کے یہ حالات ہمیشہ پیش آتے رہتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''ہم امتحان لیتے ہیں اور ہم نے ان کا بھی امتحان لیا جو تم سے پہلے

گزر چکے ہیں، تمہارا بھی لیں گے۔''

اب اس ابتلاء...... اور اس امتحان میں ثابت قدم رہنا ہر عالم کا فرض ہے۔

یقیناً آپ خود ایسے حالات پیدا نہ کریں کہ جس سے ملک کی تباہی ہو۔

جس سے فوج کے ساتھ ٹکراؤ ہو۔

جس سے پاکستان کا وجود خطرے میں پڑ جائے۔

لیکن یہ حالات خود یہ لوگ پیدا کر رہے ہیں...... ان حالات میں ملک کے بقاء کی جنگ علماء اور طلباء کو لڑتی ہوگی۔

اس ملک سے امریکی اثرات کو ختم کرنا۔

اس خطے کے لئے جو امریکی منصوبے ہیں ان کو ناکام بنانا۔

یہ سب مذہبی طبقے کا فرض ہے۔

آپ سمجھ جائیں کہ!

اگر آپ کا وجود باقی رہتا ہے تو پھر وہ نہیں رہیں گے۔

وہ رہیں گے تو پھر وہ آپ کو نہیں چھوڑیں گے۔

ہم تو خوش ہیں کہ...... ہم بچ گئے!

فلاں مدرسہ پر چھاپہ پڑا۔

فلاں تنظیم پر پابندی لگی۔

نہیں......!

اس پر خوش نہیں ہونا چاہئے۔

اس وقت ضرورت تیقظ (بیداری) کی ہے۔

اور ثابت قدمی کی ہے۔

اور اس ابتلاء میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے کامیابی کی دعا کرنی ہے کہ!

''اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں سرخروئی عطا فرمائے (امین)''

اور مجھے یقین ہے کہ......!

اس ابتلاء میں دینی طبقہ ہی انشاء اللہ تعالیٰ سرخرو اور کامیاب ہوگا۔

یہ حالات کا تجزیہ تھا جو میں نے آپ کے سامنے عرض کر دیا۔

میں انہیں الفاظ پر اکتفاء کرتا ہوں اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ!

''اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے اس مادر علمی کو دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی عطاء فرمائے اور اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم کا سایہ عافیت تادیر ہمارے سروں پر قائم رکھے، اور ان حضرات کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے۔ (امین)''

''وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین''

امارت اسلامی افغانستان اور ہماری ذمہ داریاں

وقت:...... بعد نماز مغرب

تاریخ:...... ۱۹۹۹ء

بمقام:...... مفتی محمود اکیڈمی (کے زیر اہتمام)

بنس روڈ کراچی۔

امارت اسلامی افغانستان اور ہماری ذمہ داریاں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکّل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیّات اعمالنا من یہدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ہادی لہ ونشہدان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشہدانّ سیدنا وحبیبنا ومولانا محمداً عبدہ ورسولہ ارسلہ بالحق بشیرًا ونذیرًا وداعیًا الیہ باذنہ وسراجًا منیرًا۔

امّا بعد......!

فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"انّ الذین قالوا ربنا اللہ ثمّ استقاموا تتنزّل علیہم الملئکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنّۃ التی کنتم توعدون"

(سورۃ حم سجدہ آیت ۳۰)

"صدق اللہ العظیم"

پروگرام کا مقصد:

میرے قابلِ صد احترام مہمانانِ گرامی خصوصاً عزت مآب قونصل جنرل امارتِ اسلامی افغانستان ملا رحمت اللہ اخوند صاحب اور علماء کرام!

یہ مجلس جس میں ہم سب شریک ہیں...... ابھی کچھ عرصہ قبل عید الاضحیٰ کا مہینہ

گزرا ہے...... عیدالاضحیٰ کے موقع پر ہم نے کراچی کے اپنے مسلمان بھائیوں سے یہ درخواست کی تھی......... اور ہمارے برنس روڈ کے یہاں کے ساتھی ایک ایک در پر جا کر یہ درخواست کرتے رہے کہ......... آپ اس موقع پر طالبان کے ساتھ تعاون کریں۔

چنانچہ اس کے نتیجے میں الحمدللہ کافی بڑی تعداد میں ہمارے مسلمان بھائیوں نے کھالوں اور گوشت کی صورت میں طالبان کے ساتھ تعاون کیا......... اور وہ گوشت ڈبوں میں بند کر کے افغانستان پہنچنے والا ہے۔

افغانستان کے قونصل جنرل اور طالبان کے نمائندے جناب عبدالرحمٰن صاحب نے مجھ سے کہا کہ ہم اپنے برنس روڈ کے نوجوانوں کا شکریہ ادا کرنا چاہتے ہیں......... جن حضرات نے ہمارے ساتھ جو تعاون کیا......... اپنے جذبات تشکر کا اظہار کرنا چاہتے ہیں۔

ہمارے بھائی الطاف صاحب جن کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے بہت صلاحیتوں سے نوازا ہے اور اسلام کے لئے دردمند دل رکھتے ہیں......... میں نے ان سے بات کی اور کہا کہ آپ ساتھیوں کو جمع کریں تو اب ان کی شرافت دیکھئے کہ انہوں نے اس مجلس کو ایک خوبصورت تقریب کی شکل دے دی ہے۔

افغانیوں سے ہمارا کیا تعلق ہے......؟

مجلسِ تعاون اسلامی اور مفتی محمود اکیڈمی کے زیرِ انتظام اس مجلس کا انعقاد ہوا ہے......... اور آپ اس مجلس میں والہانہ انداز میں شریک ہوئے ہیں۔

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ......... اسلام کے لئے اور مسلمانوں کے لئے آپ کے

دل میں درد ہے اور اسی درد نے آپ کو مجبور کیا کہ......... یہاں آپ تشریف لائے......... ورنہ ظاہر ہے کہ آپ کا یا ہمارا افغانیوں کے ساتھ کیا تعلق ہے؟

چاہے وہ پشتو بولنے والا ہو......... یا......... فارسی بولنے والا ہو......... افغانی کی حیثیت سے ہمارا کیا تعلق ہے۔

ہمارا اس سے تعلق ایک حیثیت سے ہے کہ!

وہ بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کے دین کا متوالا اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے دین کو ماننے والا ہے اور ہم بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس دین کے نام لیوا ہیں۔

اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ!

سب مسلمان ایک جسد کی طرح ہے:

"مسلمان ایک جسم اور ایک جسد کی طرح ہے...... ایک جسم اور ایک جسد میں اگر کسی حصے کو، ایک عضو کو تکلیف ہو تو پورا بدن اس درد کو محسوس کرتا ہے"

یہی جذبہ ہم میں ہونا چاہئے کہ دنیا بھر میں ہمارے مسلمان بھائیوں پر اگر کہیں ظلم ہو رہا ہے...... اور کہیں ہمارے مسلمان بھائی پس رہے ہیں...... اور ان پر ظلم ہو رہا ہے...... تو اس ظلم کو کراچی اور پشاور میں یا ملک کے کسی بھی حصے میں بیٹھے ہوئے ہوں...... ہمیں محسوس کرنا چاہئے۔

الحمدللہ یہ جذبہ مسلمانوں میں بیدار ہو رہا ہے......... اور یہ جذبہ جب بیدار ہو جائے...... تو پھر دنیا کی کوئی قوت اور طاقت ان کے سامنے نہیں ٹھہر سکے گی۔

آپ کی موجودگی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے افغانستان سے متعلق کچھ کہنے کی کوشش کرتا ہوں۔

کیونکہ!

امیر جمع ہیں احباب دردِ دل کہہ لے
پھر التفاتِ دلِ دوستاں رہے نہ رہے

آپ جانتے ہیں کہ افغانستان اس وقت دنیا کی تمام کافر قوتوں کا ہدف ہے.......... نشانہ لگانے والے کوئی ایک مقام مقرر کرتے ہیں .... اُسے ہدف کہتے ہیں۔

پوری دنیا کے کفار اور باطل قوتیں اسوقت جمع ہیں .... ان کا اجتماع ہو چکا ہے کہ کسی طریقے سے افغانستان سے بنیاد پرست مسلمانوں کی یہ حکومت ختم ہو جائے۔

تحریک طالبان کی ابتداء کہاں سے ہوئی......؟

آپ میں کچھ حضرات جانتے ہوں گے .... کہ طالبان حکومت کی ابتداء قندھار کے علاقے سے ہوئی .... اور ایک وقت وہ تھا کہ یہ سپین بولدک اور قندھار کے کچھ علاقے تک محدود تھے لیکن جس علاقے تک وہ محدود تھے .... اس علاقے میں سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے دین کو فوری طور پر نافذ کیا .... اور اس کے نتائج قوم کے سامنے آئے۔

افغانستان کے اندر موجود قوتیں:

ان نتائج کو افغانستان کے مسلمانوں نے جب دیکھا تو خود اپنے علاقوں میں آنے کی دعوت دی اور یہ وہاں پہنچے .... اس وقت جب ان کی قوت آگے بڑھ رہی تھی .... افغانستان کے اندر چند قوتیں اور تھیں۔

ایک قوت:

ایک قوت افغانستان میں استاد برہان الدین ربانی کی تھی .... اور وہ افغانستان کے صدر تھے۔

دوسری قوت:

ایک قوت انجینئر گلبدین حکمت یار کی تھی .... اور کچھ عرصہ پہلے دونوں کی صلح ہوئی .... اور گلبدین حکمت یار افغانستان کے وزیر اعظم بنے۔ پہلے وہ حزب اختلاف میں تھے۔

تیسری قوت:

اور تیسری قوت اس وقت انجینئر احمد شاہ مسعود کی تھی .... وہ وزیر دفاع تھے۔

چوتھی قوت:

اور چوتھی قوت شمال کے کچھ علاقوں میں حزبِ وحدت شیعہ حضرات کی کچھ جماعتیں تھیں۔

پانچویں قوت:

اور افغانستان کے ایک علاقے درہ خیام میں اسماعیلیوں کی جنرل ناصر کی قیادت میں پانچویں قوت تھی۔

جب آپ حالات کا تجزیہ کرتے ہیں تو اس علاقے کے مذہبی حالات یہ تھے .... جغرافیائی حالات اور حیثیت یہ تھی .... اس علاقے کے افغانستان

کی قوتوں کی کیفیت یہ تھی۔

اور جب طالبان آگے بڑھ رہے تھے .... تو ہمارے ملک کے ایک بہت بڑے جنگی ماہر اور ریٹائرڈ جنرل ...... جنرل حمید گل صاحب نے اس وقت کہا تھا کہ!

''طالبان اب جن علاقوں میں جا رہے ہیں یہ انکے اپنے علاقے ہیں .... لیکن حکمت یار کے بعض علاقوں کا نام لے کر کہا کہ .... جب یہ وہاں پہنچیں گے تو ان کو پتہ چلے گا .... کہ جنگ کیا ہوتی ہے؟ .... ایک ایک انچ کے لئے خون بہانا ہوگا .... یہ کرنا ہوگا .... وہ کرنا ہوگا۔''

لیکن الحمدللہ طالبان ہرات بھی پہنچے .... طالبان جلال آباد بھی پہنچے ...... طالبان خوست بھی پہنچے .... اور طالبان کابل بھی پہنچے .... اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سے طالبان بامیان بھی پہنچے .... طالبان درہ بامیان بھی پہنچے .... اور طالبان مزار شریف بھی پہنچے۔

ابتدائی قوت بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم پر تھی .... اور اب بھی ان کا معاملہ صرف اور صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم پر ہے۔

اس وقت افرادی قوت بھی اتنی نہیں تھی جتنی اب ہے .... اللہ تبارک وتعالیٰ نے وہ ساری قوتیں جو ان کی راہ میں یا بالفاظ دیگر شریعتِ اسلامی کی راہ میں رکاوٹ تھی .... اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک ایک کر کے ان رکاوٹوں کو ختم کیا۔

استاد برھان الدین ربانی کی قوت ختم ہوئی ....

اور اسی طریقے سے حزب وحدت کی قوت ختم ہوئی ....

حکمت یار کی قوت ختم ہوئی ....

دوستم کی قوت ختم ہوئی ....

اور جنرل ناصر کی قوت ختم ہوئی۔

یہ ساری کی ساری قوتیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی راہ سے ہٹائیں۔

اور اب نوے فی صد بلکہ میں کہتا ہوں .... کہ نناوے فی صد علاقے پر طالبان کا کنٹرول ہے۔

نناوے بھی نہیں .... بلکہ 99.9 فی صد علاقے پر ان کا کنٹرول ہے۔

صرف ستر (۷۰) میل یا ستر (۷۰) کلومیٹر لمبا ایک درہ ہے .... جسے درہ پنج شیر کہتے ہیں اور ستر (۷۰) کلومیٹر اس کی لمبائی ہے .... اور زیادہ سے زیادہ میرے خیال میں ایک کلومیٹر اس کی چوڑائی بھی نہیں ہوگی۔

احمد شاہ مسعود کی قوت ختم ہو جائے گی:

پوری وادی کا یہ ایک درہ ہے کہ جو ایک شخص کے قبضے میں ہے جسے انجینئر احمد شاہ مسعود کہتے ہیں۔

لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے احمد شاہ مسعود کی قوت کچھ بھی نہیں .... جیسے دوستم کی قوت بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے ختم کر دی .... اسی طریقے سے دوسری جتنی قوتیں تھیں وہ ختم کر دیں۔

انشاءاللہ ثم انشاءاللہ احمد شاہ مسعود کی قوت بھی ختم ہو جائے گی۔

اب ہمیں یہ سوچنا ہے کہ موجودہ حالات میں ہماری ذمہ داری کیا ہے؟

میں آپ کے سامنے بات عرض کرنا چاہتا ہوں ...... اور کھل کر بات سامنے رکھتا ہوں کہ افغانستان میں خون کی ضرورت تھی ...... یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کے دین کو غالب کرنے کے لئے قربانی کی ضرورت تھی ...... افغانستان کے مسلمانوں نے ...... بلکہ دنیا بھر کے مسلمانوں نے ان کے ساتھ مل کر خون کی قربانی دی ...... اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسی قربانی کے نتیجے میں ...... ہمیں یہ دن نصیب فرمایا۔ جیسے ہمارے بھائی جناب فاروق قریشی صاحب کہہ رہے تھے کہ یہ ایک مسکت جواب اس سوال کا کہ اسلام کی جو خوبیاں تم بیان کررہے ہو ...... کوئی عملی نمونہ بھی ان خوبیوں کا تمہارے سامنے دنیا میں موجود ہے؟

عبید اللہ سندھیؒ اور لینن کا دلچسپ مکالمہ:

ہم نے سنا ہے کہ تقسیم سے پہلے تحریک ریشمی رومال کے کچھ عرصے بعد جب حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ جلاوطن ہوئے ...... اور روس گئے ...... لینن سے ان کی ملاقاتیں ہوئیں ...... تو انہوں نے ان کے سامنے ان کے نظام پر جب تنقید کی اور اس کا متبادل نظام اسلام کو پیش کیا ...... اور کہا کہ اس سے بہتر نظام یہ ہے۔ لینن نے کہا کہ!

"واقعی یہ نظام تو بہت خوب ہے ...... لیکن یہ جو آپ فرمارہے ہیں ...... اس کا کوئی عملی نمونہ بھی دنیا میں موجود ہے یا نہیں؟"

مولانا چپ ہوگئے۔

اسلامی نظام کا عملی نمونہ:

آج اگر کوئی شخص ہم سے پوچھتا ہے کہ ...... اس کا عملی نمونہ دنیا میں موجود ہے کہ نہیں ...... تو ہم اس کا ہاتھ پکڑ کر ان کو افغانستان میں لے جاکر کھڑا کر کے کہہ سکتے ہیں ...... کہ ہاں یہ دیکھو اس کا عملی نمونہ موجود ہے۔

افغانستان رقبے کے لحاظ سے بڑا ہے:

برادر محترم جناب مولانا فضل محمد صاحب نے ارشاد فرمایا کہ رقبے کے لحاظ سے پاکستان سے بڑا علاقہ ہے ...... لیکن اس بڑے علاقے میں کوئی ناحق قتل نہیں ہوا ...... حالانکہ منظم پولیس کا کوئی نظام بھی موجود نہیں ہے ...... رینجرز کا کوئی نظام بھی موجود نہیں ہے ...... منظم فوج بھی موجود نہیں ہے۔

لیکن اس کے باوجود پورے علاقے میں کوئی ناحق خون نہیں ہوتا ...... ہزاروں میل یا ہزاروں کلومیٹر کا یہ علاقہ ...... اس پورے علاقے میں ایک چوری نہیں ہوتی۔

اس پورے علاقے میں ایک خاتون کی عصمت خراب نہیں ہوتی۔

اس پورے علاقے میں ایک انسان پر بھی ظلم نہیں ہوتا۔

اس کی عزت محفوظ ...... اس کی جان محفوظ ...... اس کی عصمت محفوظ ...... سب کچھ محفوظ ہیں۔

یہ اسلامی نظام کی برکات میں سے ہے کہ جب ان حضرات نے اخلاص اور خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دین کو محفوظ کیا ...... تو اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج

افغانستان میں جرائم کی شرح صفر سے بھی نیچے ہے۔

پوری دنیا میں جو مہذب مملکتیں کہلاتی ہیں......... مہذب معاشرے کہلاتے ہیں......... جس کی مثالیں لوگ ہمیں دیتے ہیں کہ دیکھو!

امریکی معاشرے کے اندر......... یورپ کے معاشرے کے اندر......... یہ خوبیاں ہیں لیکن اس معاشرے کے اندر تو ہر ایک ملک کے اندر ہزاروں جرائم ہیں۔

اور پورا افغانستان جہاں بجلی کا نظام نہیں ہے......... لیکن وہاں رات کے اندھیرے میں بھی چوری نہیں ہوتی......... آخر کیا بات ہے؟

یہ سب اسلامی نظام کی برکات ہیں......... لوگ کہتے ہیں کہ طالبان نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے زمانے کی یاد تازہ کردی۔

امت مسلمہ کا نوجوان طبقہ الحمدللہ پاکستان کے نوجوان......... اور دنیا کے دوسرے ممالک کے نوجوان بھی وہاں قربانی کے لئے تیار ہیں۔

موجودہ دور معاشیات واقتصادیات کا ہے:

لیکن میں آپ کے سامنے ایک بات عرض کردوں......... کہ یہ دور جس میں ہم رہ رہے ہیں یہ دور معاشیات اور اقتصادیات کا دور ہے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس وقت دنیا میں اسلحہ کی جنگ بہت کم ہو رہی ہے اس وقت جو جنگ ہے......... وہ معاشیات اور اقتصادیات کی ہے۔

اور آپ جانتے ہیں کہ اس یہودیوں کا دو چیزوں پر قبضہ ہے......... ایک تو دنیا کی اقتصادیات پر اور دوسرا میڈیا پر۔

فرنگ کی رگِ جان پنجہ یہود میں ہے:

یہ امریکہ کہتا ہے......... لیکن میں کہتا ہوں کہ امریکہ تو ایک عنوان ہے اور ایک نام ہے......... امریکہ کہ پشت پر یعنی پردے کے پیچھے یہودی ہیں......... اور علامہ اقبالؒ نے اس وقت کہا تھا آج سے کافی سال پہلے کہ!

فرنگ کی رگِ جاں پنجہ یہود میں ہے

کہ یہ جتنے عیسائی انگریز ہیں......... انکی شہ رگ یہودیوں کے قبضے میں ہے......... یعنی ان کا اقتصادان کے قبضے میں ہے......... اور حقیقت بات یہی ہے کہ انکی شہ رگ یہود کے قبضے میں ہے۔

اس وقت تمام دولت پر یہودیوں کا قبضہ ہے......... اور اس کا نتیجہ ہے کہ امریکہ اقتصادی طور پر خلیج کی جنگ سے پہلے دیوالیہ ہو رہا تھا......... اس کی معاشیات اور اقتصادیات کا ڈھانچہ تباہ ہو چکا تھا لیکن ہماری بدقسمتی ہے اور ہماری بے وقوفی نے انہیں دوبارہ زندگی دی......... اور اس کو خلیج ہی کے اندر اور باہر جانے کا موقع دیا۔

اور اس کے نتیجے میں......... امریکہ نے کویت سے ایک سو تیس ارب ڈالر وصول کیا۔

سعودیہ سے کتنا وصول کیا.........

بحرین سے کتنا وصول کیا.........

اور امارات کی جتنی ریاستیں ہیں .... ان سے کتنا وصول کیا وہ تو اللہ ہی جانتا ہے۔

یہی ایک سو تیس ارب ڈالر کا نتیجہ ہے .... کہ آج امریکہ کو دوبارہ اقتصادی حالت میں دوبارہ زندگی ملی .... اور دس سال تک انہیں دیوالیہ ہوتے کا کوئی خطرہ نہیں ہے .... انڈیا کی اقتصاد پر بھی ان کا قبضہ ہے۔

دنیا کے ذریعہ مواصلات پر بھی یہودیوں کا قبضہ ہے۔

جتنے ٹی وی اسٹیشن ہیں اور پوری دنیا میں جو پروگرام نشر ہوتے ہیں ....

.... آپ کو یہ پتہ ہے ان سب کے مالک کون ہیں؟

دنیا بھر میں جتنے رسالے شائع ہوتے ہیں .... اور دنیا کی سیاست پر اثر ڈالتے ہیں .... امریکہ سے مختلف میگزین شائع ہوتے ہیں .... آپ کو پتہ ہے کہ ان کا مالک کون ہے .... اور ان کے پیچھے کن لوگوں کا ہاتھ ہے؟

یہود نے دنیا کے میڈیا پر بھی قبضہ کیا ہوا ہے .... اور اب پوری دنیا ان کے قبضے میں ہے۔

کوئی اس وقت تک امریکہ کا صدر نہیں بن سکتا .... جب تک یہودی ان کی ضمانت نہ دیں اور انکی حمایت نہ کریں۔

پورا امریکی نظام یہودیوں کے ہاتھوں میں ہے .... امریکہ کے اندر ذرائع ایک ایک محکمے میں تیس تیس تنظیمیں کام کرتی ہیں۔

امریکہ میں پانچ سو یہودی تنظیمیں سرگرم:

ایک امریکی خاتون نے ایک کتاب لکھی جس کا ترجمہ اردو میں بھی ہو چکا

ہے کہتی ہے کہ!

''امریکہ میں پانچ سو (۵۰۰) یہودی تنظیمیں اپنی سرگرمیاں بخوبی انجام دے رہی ہیں۔

وزارت داخلہ .... وزارت دفاع .... وزارت خارجہ کے اور دوسری مختلف وزارتوں میں اب ان حالات میں جب اقتصادیات .... معاشیات .... میڈیا اور مواصلات ان کے قبضے میں ہے جس سے وہ پوری دنیا پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

اور حقیقت یہ ہے کہ افغانستان کے حالات خاص طور پر طالبان کے دور کے حالات ہم جو پڑوس میں رہنے والے ہیں .... ہمیں پتہ نہیں تھا .... اور ہم پوری استعداد کے ساتھ وہاں کی خبریں سنتے تھے۔

افغانستان میں سو فیصد اسلامی نظام ہے:

ہماری اتنی قوت نہ تھی کہ ہم وہاں جائیں .... اور ان سے پوچھ لیتے کہ ہمارے بھائی کیا کر رہے ہیں اور ان کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔

جھوٹ اور سچ ہمیں بتاتے جو کہ کہتے ہیں کہ یہ امریکی ہیں .... اور امریکہ ان کو آگے بڑھا رہا ہے۔

میں ان سے پوچھتا ہوں کہ وہ کون سی امریکی طاقت ہے .... جو دنیا کے کسی خطے میں اسلامی نظام کے لئے لڑ رہی ہے؟

افغانستان میں سو فی صد اسلامی نظام ہے۔

میں یہ بات کھل کر کہتا ہوں کہ اگر دنیا کے کسی خطے میں سو فی صد اسلامی نظام ہے .... تو وہ افغانستان میں نافذ ہے۔

افغانستان کی معاشی حالت اور ہماری ذمہ داریاں:

اس وقت وہاں معاشی اور اقتصادی حالت کیا ہے؟........ اور ہماری ذمہ داری کیا ہے؟

افغانستان کے اکثر علاقے پہاڑوں پر مشتمل ہیں .... البتہ انار، کھجور کے باغات افغانستان کے شمالی علاقہ جات میں بہت ہیں۔

لیکن وہاں زرعی اور صنعتی ترقی نہیں ہو رہی ہے .... وجہ یہ ہے کہ روس کے ساتھ جنگ میں ان کو بہت نقصان پہنچا .... اور وہاں ٹیکس بھی نہیں ہے اور اگر ہے تو وہ بھی صرف دس فی صد ٹیکس ہے۔

آپ مجھے بتایئے!

دنیا کے کسی بھی ملک میں کوئی ایسی چیز ہے جس پر صرف دس فی صد ٹیکس ہو........ ان ملکوں میں تو چیزوں پر دو سو........ تین سو اور سات سو کا روپیہ کا ٹیکس لگتا ہے۔

اور پھر آمدنی ٹیکس الگ ہوتا ہے اور افغانستان میں ایسا کوئی ٹیکس نہیں ہے۔

محصول کا نظام تھا........ جو ایران سے مال آتا تھا اس کا محصول لیا جاتا تھا .... جب طالبان شمالی علاقوں کی طرف بڑھے اور بامیان پر قبضہ کر لیا اور ایران کے جو کارنامے تھے وہ ظاہر ہو گئے اور ایران نے اپنی سرحد بند کر لی۔

اور دنیا کی امداد کو آپ سب بخوبی جانتے ہیں!

دنیا کا کوئی بھی ملک ہو .... چاہے مسلمان ہو یا کافر .... ان کو امداد نہیں دیتا۔

اور کفار تو دور کی بات ہے........ ہمارے مسلمان ممالک طالبان کی مخالفت کر رہے ہیں۔

ایسی حالت میں بے چارے اپنی زندگی گزارتے ہیں .... ہم آپ سے چندہ نہیں مانگتے کیونکہ ایک مسجد کو چندہ سے چلایا جا سکتا ہے .... البتہ ایک ملک کو چندہ سے نہیں چلایا جا سکتا ہے۔

ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم ان کا ساتھ دیں!

روس اپنی طاقت آزما چکا ہے .... اب امریکہ کی باری ہے .... اگر وہ چاہے تو وہ بھی اپنی خواہش پوری کرے .... جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بندوں کو روس جیسی بڑی طاقت کے سامنے سرخرو کیا........ تو انشاء اللہ امریکہ کے سامنے بھی ہم سرخرو ہو جائیں گے۔

جب کروز کے مقابلے میں بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی سرحدوں کو محفوظ کیا........ تو امریکیوں کے مقابلے میں بھی اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو سرخرو کرے گا۔

اگر کروز میزائل کے ساتھ مسلمانوں کی اپنی سازش نہ ہوتی .... تو امریکہ کبھی بھی کروز میزائل فائر نہیں کرتا۔

ہمارے ملک کی بحری حدود کے اندر امریکہ نے کروز میزائل فائر کئے .... کروز میزائل پاکستان کے اندر بھی گرے .... اور جس شخص کو وہ مارنا

چاہتے تھے اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سے وہ آج بھی زندہ ہے۔

حضرت صبغت اللہ مجددی ...... جو کہ ایک قابل احترام گھرانے سے تعلق رکھتے تھے ...... اللہ تعالیٰ نے انہیں موقع دیا ...... لیکن وہ لوگ ان سے فائدہ نہیں اٹھاسکے۔

دوسرے نمبر پر پروفیسر برہان الدین ربانی ...... حکمت یار کو بھی موقع ملا ...... لیکن اللہ تعالیٰ کا ایک حکم بھی وہ اس سرزمین پر نافذ نہ کرسکے۔

افغانستان میں بے سہارا لوگوں کی تعداد:

دس لاکھ انسان آج افغانستان میں معذور موجود ہیں ...... اور کوئی گھر ایسا نہیں ہے جس گھر میں بیوہ اور یتیم نہ ہوں۔

ان لوگوں نے قربانی صرف اور صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا کے لئے دی تھی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے اس عظیم کام کے لئے ایک فرزند کو اٹھایا ...... ملا محمد عمر ...... اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج افغانستان کے اندر اسلامی نظام قائم ہے۔

افغانستان کی حکومت اگر ناکام ہوجائے ...... تو وہ صرف اور صرف اقتصادی رابطے کی وجہ سے ہوگی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ تمام دنیا کے مسلمانوں سے اسکا پوچھیں گے ...... جان دینے کا موقع تھا انہوں نے دے دی ...... خون بہانے کا موقع تھا انہوں نے بہادیا ...... جو کچھ ان کے پاس تھا سب کچھ اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے پیش کردیا۔

ہمارا زیادہ تر زرمبادلہ یورپ کے بینکوں میں پڑا ہوا ہے ...... اس وقت میں آپ کے سامنے عرض کررہا تھا کہ اس وقت افغانستان کی اور افغانستان کے مسلمانوں کی ضرورت کیا ہے؟

اور ہماری ذمہ داری کیا ہے؟

''اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اس ذمہ داری کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے''

''وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین''

این جی اوز...... اہداف ومقاصد اور نتائج

وقت:...... تین بجے سہ پہر

تاریخ:...... ۱۹۹۹ء

بمقام:...... بلوگرام منگورہ سوات۔

این جی اوز...... اہداف ومقاصد اور نتائج

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ نحمدہ و نستعینہ و نستغفرہ و نؤمن بہ و نتوکّل علیہ و نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضلّ لہ و من یضللہ فلا ھادی لہ و نشھد انّ سیّدنا و سندنا و حبیبنا و مولانا محمّدا عبدہ و رسولہ، ارسلہ بالحق بشیرًا و نذیرًا و داعیًا الیہ باذنہ و سراجا منیرا۔

امّا بعد!

فاعوذ باللہ من الشّیطٰن الرّجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلّہ ولو کرہ المشرکون"

(سورۃ الصف آیت ۹)

ہم سب اہم اور نازک دور سے گذر رہے ہیں:

میرے محترم مسلمانو بھائیو......!

مجھ سے پہلے آپ کے سامنے حرکۃ المجاہدین کے امیر مولانا فضل الرحمٰن خلیل صاحب نے خطاب کیا اور رفیق مکرم حضرت مولانا فضل محمد صاحب دامت برکاتہم نے بھی بھی تفصیلی خطاب کیا۔

میں بھی آپ کے سامنے تین چار مختصری باتیں عرض کروں گا۔

محترم بھائیوں!

اللہ رب العزت نے اپنا پیغمبر جب دنیا میں بھیجا تھا تو اس مقصد کے تحت ان کو بھیجا گیا تھا وہ مقصد خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن میں بیان فرمایا ہے کہ......!

"ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق
لیظھرہ علی الدین کلّہ"

ترجمہ:..... 'اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ذات ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت کے ساتھ اور دین حق کے ساتھ بھیجا'۔

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے پیغمبر کو ہدایت بھی دی اور دین حق بھی دیا اور دنیا میں اس لئے بھیجا کہ

"لیظھرہ علی الدین کلّہ"

تاکہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے پیغمبر اور پیغمبر کے لائے ہوئے دین کو تمام ادیان پر غالب کردے۔

محترم بھائیو......!

ہمارے پیغمبر کی بعثت کا مقصد یہی تھا کہ جو دین اور ہدایت اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو دیا ہے اس کو دنیا میں غالب کردیں۔

اسلام سے پہلے بھی دین موجود تھا:

ایک مختصری بات یہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے

اس دنیا میں دین موجود تھا، یہودیوں کا دین موجود تھا، عیسائیوں کا دین موجود تھا، مجوسیوں کا دین موجود تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو بھیجا اور فرمایا کہ میں نے اپنے پیغمبر کو دین حق دے کے بھیجا ہے۔

مطلب یہ کہ یہودیوں کے پاس جو دین ہے وہ حق دین نہیں ہے، عیسائیوں کے پاس جو دین ہے وہ حق دین نہیں ہے، مجوسیوں کے پاس جو دین ہے وہ حق دین نہیں ہے بلکہ حق دین وہ ہے جو میں نے اپنے پیغمبر کو دیا ہے یعنی دین اسلام۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے اس دنیا میں تہذیب موجود تھی، ثقافت موجود تھی، قانون موجود تھا...... ایک طرف روم تھا ان کے پاس بھی ایک قانون تھا جس کے مطابق ان کی حکومت چلتی تھی...... دوسری طرف ایران (فارس) میں مجوسیوں کی حکومت تھی اور انکے پاس بھی ایک قانون تھا۔

اسلام ہی نظام ہدایت ہے:

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے ہدایت کے ساتھ اپنے پیغمبر کو بھیجا مطلب یہ ہوا کہ روم کا جو نظام حکومت تھا وہ ہدایت سے خالی تھا اور آتش پرست فارس والوں کے پاس جو نظام حکومت موجود تھا وہ بھی ہدایت وحکمت سے خالی تھا اس کے برعکس اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو جو نظام دیا ہے یہ ہدایت کا نظام ہے۔

مکی دور صبر کا تھا:

میرے معزز بھائیو......!

ایک مختصر سی بات آپ کے سامنے عرض کرتا ہوں، چالیس سال کی عمر میں حضور ﷺ کو نبوت دی گئی، نبوت کے بعد تیرہ سال کی زندگی حضور ﷺ نے مکہ میں گزاری ہے، مکی زندگی یہ تھی کہ اللہ اور رسول اور قرآن کہ اللہ کریم کی کتاب کے متعلق احکام نازل ہوتے تھے اور مسلمانوں کے لئے یہ حکم تھا کہ ظلم کے مقابلے میں ہاتھ نہ اٹھائیں، تیرہ سال کی زندگی مسلمانوں نے ظلم کی چکی میں بسر کی، اور تیرہ سال بعد مسلمانوں کو ہجرت کی اجازت ملی اور پھر ہجرت کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسؓ بات کی اجازت دی کہ اگر تم پر کوئی ظلم کرے تو اس کا دفاع کرو اور پھر اس کے بعد اقدامی جہاد کی بھی اجازت دے دی گئی کہ اگر تم چاہو تو کفار پر حملہ کر سکتے ہو۔

یہود جزیرۃ العرب سے نکالے گئے:

اجازت ملنے کے بعد مدینے کی دس سالہ زندگی میں تقریباً ستائیس غزوات وہ تھے جن میں خود سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شرکت کی اور اسی کا نتیجہ تھا کہ وفات کے وقت تمام حجاز ونجد مشرکین سے خالی تھا اور پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خیبر سے یہودیوں کو نکال دیا۔

چودہ سو سال بعد یہود کی عرب واپسی:

محترم بھائیو......!

چودہ سو سال پہلے جزیرۃ العرب سے یہودیوں کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خواہش کے مطابق نکالا گیا تھا، اور آج چودہ سو سال بعد وہ یہودی امریکی افواج کی صورت میں جزیرۃ العرب میں داخل ہو چکی ہیں۔ امریکہ نے خلیج میں جو فوج بھیجی ہے اس میں تقریباً بیس سے زائد مقامات ایسے ہیں جہاں امریکی افواج کا قبضہ ہے، کویت میں امریکی فوج ہے، بحرین میں امریکی فوج ہے اور جزیرۃ العرب کے تمام ممالک میں ان کی افواج ہیں لیکن ان افواج میں غالب اکثریت یہودیوں کی ہے اور امریکہ نے تمام یہودیوں کو خصوصی طور پر جمع کر کے امریکی افواج کی صورت میں خصوصاً سعودی عرب کو بھیج دئے ہیں۔

مسلم امہ کے لئے موت کا مقام ہے:

محترم بھائیو......!

یہ کتنے افسوس کی بات ہے، مسلمان کے لئے موت کا مقام ہے اور مسلمانوں کے لئے رونے کا مقام ہے کہ چودہ سو سال بعد جو یہودی امریکی افواج کی شکل میں خیبر کو داخل ہو گئے تو انہوں نے جشن منایا۔ جب عراق، کویت اور سعودی عرب کا مسئلہ تھا اسی دوران جب امریکی افواج سعودی عرب میں داخل ہو گئیں تو انہوں نے جشن منایا۔

میرے عزیزو!

آج ہماری حالت ایسی ہے جیسے کہ جنگل، پہاڑ یا دشت میں ایک مردہ لاش پڑی ہو بغیر قبر اور بغیر کفن کے، اور جنگل کے تمام جانور خواہ شیر ہو یا گیدڑ سب آتے ہیں اور اس کو کھاتے ہیں اور کوئی بھی اس مردہ لاش سے جانوروں کو ہٹانے والا نہیں ہوتا ہے آج ہماری حالت بھی یہی ہے، کشمیر میں ہندو ہمارے مسلمان بھائیوں کا خون گرا رہے ہیں، آج چیچنیا اور شیشان میں وہ متعصب عیسائی کمیونسٹ، اور یہودی روسی افواج کی صورت میں مسلمانوں کا خون گرا رہے ہیں، داغستان میں مسلمانوں کا خون گرا رہے ہیں، آج کوسووہ میں جی۔ایٹ ممالک کی افواج امن قائم کرنے کے بہانے کوسووہ میں داخل ہو چکی ہیں اور وہاں چلتی مالی مسلم تحریک کو غیر مسلح کر کے غیر محفوظ بنا دیا اور اسی مقصد کے تحت وہ داخل ہوئے تھے۔

ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات:

اسی طرح بوسنیا اور فلپائن میں مسلمانوں کی کیا حالت ہے؟ برما اور فلسطین میں مسلمانوں کی کیا حالت ہے؟ پوری دنیا میں ہماری یہی حالت ہے۔ اصل حقیقت یہی ہے کہ ہم نے جہاد چھوڑا تو فرمان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مطابق ذلت نے ہمیں گھیر لیا ہے۔ آج دنیا کی حالت ہے کہ دنیا طاقت کی زبان سمجھتی ہے اور طاقت کی بات مانتی ہے اور بقول اقبالؒ!

ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات

اقبالؒ فرماتے ہیں کہ اگر تم کمزور اور ضعیف ہو تو یہ ایسا جرم ہے کہ

دنیا اس کو معاف نہیں کرتی ہے، ختم کر کے چھوڑتی ہے۔

ایک طرف دنیا کے یہ حالات ہیں اور دوسری طرف مسلم دنیا کی یہ حالت ہے کہ مسلم ممالک میں مغربی ممالک امریکہ، فرانس، برطانیہ، جرمنی اور دیگر ممالک کی این جی اوز (NON GOVERNMENT ORGANIZATION) کے نام سے تنظیمیں ہیں۔

ہمارے مسلمان اس مغالطے میں ہیں کہ یہ ہماری خدمت کرتی ہیں، ہمارے لئے راستے بناتی ہیں، پانی کا انتظام کرتی ہیں، ہمارے بچوں کیلئے اسکول بناتی ہیں اور ہمارے لئے اسپتال بناتی ہیں۔

میرے عزیزو......!

وہ اس ناسمجھی میں ہیں خصوصاً وہ طبقہ جو ایجوکیٹیڈ (Educated) کے نام سے جانا پہچانا جاتا ہے وہ سب سے زیادہ جہالت میں ہیں۔ ان کا یہ خیال ہے کہ اس ملا کو کیا آتا ہے؟ یہ کیا جانتا ہے؟

اس کو دنیا کے حالات سے کیا خبر ہے؟ اس کو دنیا اور ترقی کا کوئی پتہ نہیں ہے، یہ تو معمولی معمولی مسئلوں میں الجھا رہتا ہے اس کو دنیا کی کیا خبر ہے؟

تعلیم یافتہ طبقہ زیادہ جہالت میں ہے:

میرے عزیزو.....!

دنیا کا جتنا پتہ ہمیں ہے اتنا آپ کو نہیں اور آپ کو ہماری باتیں یاد آجائیں گی لیکن تب جب پانی سر سے گزر گیا ہوگا۔ قبر کے پتھر پر جب سر رکھ دیا جائے گا تو آپ کو پتہ لگے گا کہ ہم نے آپ کو جو باتیں بتائیں تھی وہ صحیح تھیں

یا آپ غلط فہمی اور جہالت میں مبتلا تھے۔ آپ کہتے ہیں کہ ملا ترقی کے خلاف ہے۔

میرے عزیزو!

یہ ترقی نہیں ہے تنزلی ہے۔ جو این جی اوز یہاں آتی ہیں اور وہ تمہارے پہاڑوں میں پودے لگاتی ہیں تو اس کے لئے میل (MaiL) آفیسر کی ضرورت ہے یا لیڈی (Lady) آفیسر کی ضرورت ہے؟

آج سوات میں جو این جی اوز ان پہاڑوں میں پودے لگا رہی ہیں ان میں ۴۰، ۴۵ فیصد تک عورتیں ہیں۔

ایک سوال میں آپ سے کرنا چاہتا ہوں کہ امریکہ جو عیسائیوں کا ملک ہے، برطانیہ، فرانس، مغربی جرمنی یہ سب عیسائی ریاستیں ہیں۔ اب ہمارا تعلیم یافتہ طبقہ کہتا ہے کہ ان ممالک کا مذہب کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے وہ تو ایک آزاد معاشرہ رکھتے ہیں ان کے بجٹ میں عیسائیت کی تبلیغ کے لئے کوئی پیسہ مقرر نہیں کیا جاتا، کوئی رقم مختص نہیں ہوتی یہ ان کی بہت بڑی غلط فہمی ہے۔

این جی اوز اور عیسائیت کی تبلیغ:

میرے محترم......!

مغربی ممالک کے بجٹ میں این جی اوز کے لئے جو رقم مختص کی جاتی ہے وہ سب رقم عیسائیت کی تبلیغ کے لئے ہے، وہ سب رقم بے حیائی پھیلانے کے لئے ہے اور وہ سب رقم ان مسلم ممالک اور مسلمانوں کے اندر رواج پانے کے لئے استعمال ہوتی ہے۔

میرے عزیزو!

الحمدللہ میں نے خود بہت سے ممالک دیکھے ہیں، بر اعظم افریقہ میں تقریباً اکیاون ممالک ہیں اور ان میں اکثر عیسائی ممالک ہیں اور اس میں کالے (BLACK) عیسائی رہتے ہیں۔ جنوبی افریقہ اور چند دیگر ممالک کے علاوہ ان کا معیار زندگی، رہن سہن، کھانے پینے کا انداز دنیا میں سب سے نیچے ہے۔

این جی اوز اور غریب عیسائی ریاستیں:

زامیا، زمبابوے میں میں خود وہاں گیا ہوں جوار کے علاوہ وہاں کچھ ہوتا نہیں ہے اور وہ سال کے بارہ مہینے اور مہینے کے تیس دن وہ جوار کھاتے ہیں جوار کو پیستے ہیں اور پھر اس سے دال سالن جیسا سالن بناتے ہیں اور پھر اس کو پیتے ہیں وہ اسکول نہیں جانتے، وہ اسپتال نہیں جانتے، وہاں زندگی کی اوسط ضروریات بھی موجود نہیں ہیں...... تو جو لوگ وہاں کسمپرسی کی حالت میں زندگی گزار رہے ہیں...... تو ان حالات میں ان این جی اوز کی ہمدردی ان کے ساتھ ہونی چاہئے یا ہمارے ساتھ ہونی چاہئے؟

وہ ان کے ہم مذہب ہیں چاہئے تو یہ تھا کہ ان کی ہمدردیاں ان کے ساتھ ہوتیں اور جو سکولز وہ ہمارے لئے بناتے ہیں وہ سکولز ان کے لئے بناتے، پانی کی سکیمیں یا گلیوں کو پختہ کرنا ان کے لئے زیادہ اہم تھا اس لئے کہ ان کے پاس رہنے کے لئے خیمہ بھی موجود نہیں ہے۔

میرے دوستو......!

مغرب کی این جی اوز وہاں پیسہ خرچ نہیں کرتی ہیں اور یہاں کروڑوں ڈالر خرچ کرتی ہیں اور یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ آپ کے پاس جو قیمتی چیز ہے وہ اس قیمتی چیز پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں اور وہ قیمتی چیز ہے ایمان۔ آپ کی عورتوں کو وہ بازار میں لانا چاہتے ہیں تاکہ آپ کی غیرت ختم ہوجائے اور آپ کو ملاّ کیساتھ نفرت ہوجائے۔

استاد اور شاگرد کے درمیان مکالمہ:

یہاں بھی ایسے اسکولز ہیں کہ وہاں ماسٹر اٹھ کر بچے سے سوال کرتا ہے۔ بیٹا ڈاکٹر تمہاری ضرورت ہے کہ نہیں؟

بچہ کہتا ہے جی ہاں! میری ضرورت ہے۔

کیا ضرورت ہے؟

بچہ کہتا ہے کہ جب میں بیمار ہوجاؤں تو میرا علاج کرتا ہے۔

پھر اس سے سوال کیا جاتا ہے...... کہ...... بیٹا! انجینئر تمہاری ضرورت ہے کہ نہیں؟

بچہ کہتا ہے میری ضرورت ہے۔

پوچھا جاتا ہے کہ کیوں؟...... تو...... بچہ کہتا ہے وہ میرے لئے گلیاں بناتا ہے، سڑکیں بناتا ہے اور عمارتیں بناتا ہے۔

اور اسی طرح پوچھتے پوچھتے آخر میں سوال کرتا ہے کہ بیٹا ملاّ تمہاری ضرورت ہے کہ نہیں؟

وہ کہتا ہے جی نہیں کیونکہ یہ نہ تو میرا علاج کرتا ہے، نہ میرے لئے سڑکیں بناتا ہے اور نہ ہی میرے لئے کوئی دوسرا کام کرتا ہے۔ اسی نہج پر اس کی ذہن سازی کی جاتی ہے کہ یہ ملاّ جو تیرے ٹکڑے پر پلتے ہیں تم پر اور تمہاری معاشرت پر بوجھ ہیں۔

ابلیس کا پیغام اپنے سیاسی فرزندوں کے نام:

میرے عزیزو......!

یہ وہی حالت ہے جو کہ اقبالؒ نے کہا تھا، ان کی کتاب ضربِ کلیم میں ایک نظم ہے جس کا عنوان ہے "ابلیس کا فرمان اپنے سیاسی فرزندوں کے نام" اس نظم میں ابلیس اپنے فرزندوں کو نصیحت کرتا ہے، طریقہ کار بتلاتا ہے کہ فلاں فلاں علاقہ میں کس طرح کام کرنا ہے؟ ہندوستان میں ہندو کو مذہب سے کس طرح الگ کیا جاسکتا ہے؟ تو علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں کہ!

لاکر برہمنوں کو سیاست کے پیچ میں
زناریوں کو دیرِ کہن سے نکال دو

یعنی برہمنوں کو سیاست کے پیچ میں الجھا کر ان سے یہ کام لیا جاسکتا ہے کہ تمام ہندو اپنے پرانے دھرم سے الگ ہوجائیں گے۔...... اور ......عام مسلمانوں کے خلاف اس طرح کام کرنا کہ!

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روحِ محمدؐ اس کے بدن سے نکال دو

یعنی مسلمان اگرچہ دنیوی مال واسباب سے بے بہرہ ہے، فاقہ

کاٹ رہا ہے اور موت سے نہیں ڈرتا، مذہب کا بدستور پابند ہے اس کو مذہب سے بے گانہ بنانے کی صورت یہ ہے کہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عشق اس کے دل سے نکال دو، جسے وہ اپنے جسم کے روبرو سمجھ رہا ہے۔

عرب سے اسلام کو کس طرح نکالا جائے تو فرمایا کہ!

فکرِ عرب کو دے کے فرنگی خیالات
اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو

یعنی عرب کو یورپی خیالات سکھائے جا سکتے ہیں، ان کی زبانوں پر وہی باتیں ہونی چاہئیں جو یورپ والے کہتے ہیں نتیجہ یہ نکلے گا کہ حجاز اور یمن میں اسلام کی روح باقی نہیں رہے گی۔

اور افغانستان کے متعلق فرماتے ہیں کہ اگر افغانیوں کے خلاف کامیابی چاہتے ہو تو گر یہ ہے کہ!

افغانیوں کی غیرت دیں کا ہے یہ علاج
ملا کو ان کے کوہ و دمن سے نکال دو

یعنی افغانیوں میں دینی غیرت بڑے زوروں پر ہے، اس غیرت کو ختم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ملاؤں کو افغانستان کے پہاڑ اور وادیوں سے باہر نکال دو۔ نہ ملا رہیں گے اور نہ افغانیوں کو مذہبی تعلیم دیں گے اور نہ ہی ان میں غیرت موجود رہے گی اور پھر دنیا میں ان سے بڑا کوئی بے غیرت نہ ہوگا۔

قوم پرستوں کی قومی غیرت:

اور آپ کی غیرت کا تو یہ حال ہے کہ جب ترکئی نے افغانستان میں حکومت سنبھالی تو آپ لوگ چیختے تھے کہ ترکئی اور ولی خان بھائی بھائی۔

اور جب حفیظ اللہ نے ترکئی کو قتل کیا اور حکومت پر قبضہ کیا تو اس پر نعرے لگتے تھے کہ حفیظ اللہ اور ولی خان بھائی بھائی۔

اس بے غیرتی کو دیکھیں کہ قاتل بھی اس کا بھائی ہے اور مقتول بھی اس کا بھائی ہے پھر ببرک کارمل نے حفیظ اللہ کو قتل کیا اور حکمران بن گیا تو پھر یہ نعرے لگتے تھے کہ ببرک کارمل اور ولی خان بھائی بھائی۔ اور پھر جب نجیب نے ببرک کو ختم کیا تو پھر نعرے لگتے تھے کہ نجیب اور ولی خان بھائی بھائی، یہی آپ کی غیرت ہے؟ قاتل بھی تمہارا بھائی اور مقتول بھی تمہارا بھائی ہے۔

یہ کوئی انسانیت ہے؟ یہ غیرت ہے؟

یہی لوگ تھے افغانستان میں یوسف زئی، محمود، درانی وغیرہ لیکن جب ان سے دین نکل گیا تو خود اپنی عزت دوسروں کے دروں پر لٹاتے تھے۔ غیرت تو دین کی وجہ سے ہے جب دین گیا تو غیرت کہاں رہے گی؟

ہماری عزت اسلام کی وجہ سے ہے:

"نحن قوم اعزنا اللہ بالاسلام"

میرے دوستوں ہم تو وہ قوم ہیں کہ اگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں غیرت دی ہے تو وہ بھی اسلام کی وجہ سے ہے، عزت دی ہے تو وہ بھی اسلام کی وجہ سے ہے، دین و دنیا دونوں کی عزت صرف اسلام کی وجہ سے ہے۔

این جی اوز کی آڑ میں تبلیغ کے نتائج:

تو میرے محترم دوستو......!

میں بات کر رہا تھا این جی اوز کے بارے میں کہ یہ ہمارے دین کے خلاف ہیں اور مسلمانوں کو عیسائی بنانا چاہتی ہیں۔

انڈونیشیا میں عیسائی اٹھتے ہیں اور مساجد کو آگ لگا دیتے ہیں یہ پریس نمائندگان اس سے خوب واقف ہیں، وہاں بلا گلہ کرتے ہیں۔ کیوں؟

انڈونیشیا میں این جی اوز کا کردار:

اس سے پہلے ۱۹۸۰ء میں انڈونیشیا کی مردم شماری میں مسلمانوں کا تناسب ۹۵ فیصد تھا اب دس سال بعد ۶۵ فیصد مسلمان رہ گئے ہیں وہ تیس فیصد مسلمان کہاں چلے گئے؟

وہاں این جی اوز کے نام سے عیسائی مشینریاں کام کرتی رہتی ہیں امریکہ کا صدر جمی کارٹر (CARTER) بذات خود سال میں چھ مہینے صرف انڈونیشیا میں عیسائی تبلیغ کے لئے لگاتا تھا اور اسی کا نتیجہ ہے کہ صرف دس سال کی قلیل مدت میں تیس فیصد مسلمان عیسائی بن گئے۔

بنگلہ دیش میں این جی اوز کا کردار:

آج بنگلہ دیش میں جو آج سے ۲۶، ۲۷ سال پہلے ہمارا مشرقی پاکستان تھا جو کہ آج بنگلہ دیش ہے وہاں این جی اوز کے نام سے سولہ ہزار عیسائی تنظیمیں کام کرتی ہیں اگر اس کو بنگلہ دیش کے کل رقبہ پر تقسیم کریں تو ہر تین کلو میٹر کے فاصلے پر

ایک ایک تنظیم کام کرتی ہے۔

اور میرے عزیز ساتھیو......!

اس کا نتیجہ معلوم ہے؟ آپ تو بہت تعلیم یافتہ ہیں لیکن اس کا نتیجہ معلوم ہے؟

اس کا نتیجہ یہ رہا کہ آج سے ۵۲ سال پہلے جب پاکستان بن رہا تھا تو مردم شماری کے رجسٹر میں مشرقی پاکستان میں عیسائیوں کی تعداد زیادہ سے زیادہ پینتیس ہزار تھی اور اب نئی مردم شماری میں ان کی تعداد ایک کروڑ پچھتر لاکھ ہے۔

کیا یہ عیسائی امریکہ سے آکر آباد ہو گئے......؟ برطانیہ سے آکر آباد ہو گئے......؟ فرانس اور جرمنی سے آکر آباد ہو گئے......؟ نہیں...... یہ میرا مسلمان بھائی تھا غربت کے نام پر، تعلیم کے نام پر، اسپتال اور پودوں کے نام پر ان کا ایمان لے لیا گیا۔

یہی آج دنیا کی حالت ہے، ارتداد شروع ہے، مسلمان اسلام سے محروم کیا جا رہا ہے تاکہ مسلمانوں کا ایمان ختم ہو، ان کی عزت تار تار ہو اور ان کی غیرت ختم ہو۔

امریکہ اسی وجہ سے اپنا پیسہ آپ کے اوپر لگاتا ہے، فرانس، برطانیہ اور جرمنی اپنا پیسہ اسی وجہ سے آپ کے اوپر لگاتا ہے۔ آپ ان کے خالہ زاد یا ماموں زاد نہیں ہیں کہ یہ آپ کے لئے یہ سب کچھ کریں۔ ان کے ہم مذہب افریقہ میں بھوکوں مر رہے ہیں ان کو ایک نوالہ قدرے نہیں دیتے اور یہاں آپ کے لئے

سب کچھ کرتے ہیں اور آپ کے دل میں یہ بات ڈال دی ہے کہ یہ ملاّ آپ کے کس کام کا ہے...... ؟

پاکستانی حکمران اور امریکہ کاسہ لیسی:

ایک طرف یہ حالات ہیں اور دوسری طرف ہماری غلامی کی یہ حالت ہے کہ ہمارے وزیر اعظم نواز شریف لاہور جیم خانہ کلب میں کرکٹ کھیلتے ہیں۔ امریکہ سے خبر آئی کہ فوراً پہنچو، وہیں گھر فون کیا اور بیوی کو بتایا کہ چند کپڑے بریف کیس میں ڈال کر ائیر پورٹ پہنچو امریکہ جانا ہے اور اسی طرح بھاگم بھاگ امریکہ پہنچ گیا۔

وہاں کلنٹن نے اس سے سب کچھ منوایا۔ یہ کرو، وہ کرو اور سب سے اہم بات یہ کہ کارگل سے فوج واپس بلالو۔ ہمارے وزیر اعظم صاحب حاضر جناب کہتے رہے، بدبختوں نے انگلش میں یس (YES) کے سوا کچھ سیکھا ہی نہیں، کہتے ہیں کہ بہت انگریزی آتی ہے لیکن یس (YES) کے علاوہ کچھ آتا نہیں ورنہ نو (NO) کہتے۔

پھر وزیر اعظم صاحب سے آنے والوں کی لسٹ مانگی، فہرست دے دی تو کہنے لگا کہ اچھا آج آپ کی بیوی بھی آئی ہوئی ہیں، ایسا کریں کہ میری ملاقات کرادیں اور یہ اس کے لئے عزت کی بات ہوئی کہ اس کی بیوی کے ساتھ کلنٹن نے تصویر اتاری۔ یہ ہمارے ملک کے حکمران ہیں، یہ ان کی عزت اور اوقات ہے۔

پھر دنیا کے تمام پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا نے یہ خبر شائع کی کہ کلنٹن نے مصروفیت کے باوجود کلثوم نواز شریف کیساتھ فوٹو سیشن کیلئے وقت دیا۔

دوسری طرف پنجاب کا وزیر اعلیٰ امریکہ جاتا ہے وہاں پر امریکہ اس کو کہتا ہے کہ تمہیں ۲۸۰ ارب ڈالر کی پہلی قسط تب ملے گی جب تم پاکستان میں ملاّ کی بڑھتی ہوئی ساکھ کو ختم اور کمزور کردو اور ان کو لگام دے دو، مدارس عربیہ کو ختم کردو ورنہ یہ مجاہدین پیدا کرتے رہیں گے، اور مسئلہ کشمیر تم میری صوابدید پر حل کروگے اور میری مرضی سے اس کا حل نکالو گے۔

تھرڈ آپشن کیا ہے؟

اور آپ کو معلوم ہے کہ امریکہ کی مرضی کیا ہے؟ جس کے لئے سردار عبدالقیوم بھی کوشش کرتے ہیں۔ اور امریکہ جو تیسری آپشن کہہ کر بات کرتا ہے وہ یہ ہے کہ جو علاقہ کشمیر کا پاکستان کے ساتھ ہے وہ پاکستان کا ہوگا اور جو علاقہ ہندو اکثریت کا ہے وہ ہندوستان کا ہوگا اور تیسرا علاقہ جہاں دونوں برابر ہیں وہاں امریکہ خود قبضہ جمائے گا تاکہ پاکستان، چین، شمالی وجنوبی کوریا، جاپان اور وسطی ایشیا کی تمام ریاستوں کی نگرانی کرسکے جیسا کہ خلیج کے درمیان اسرائیل کو بنایا ہے اور وہ پوری عرب دنیا کی چوکیداری کرتا ہے اور افریقہ میں جنوبی سوڈان کو علیحدہ کرنا چاہتا ہے کہ وہاں سے پورے افریقہ کو کنٹرول کیا جاسکے۔

تو شہباز شریف نے کہا کہ یہ بھی منظور ہے، (YES SIR) کہا اور ساتھ یہ بھی کہا کہ ہم نے جو نیو ورلڈ آرڈر جاری کیا ہے ایشیا میں اس حکم کو پورا کرنے کے

لئے ہماری مدد کرو گے، ہمارے ساتھ بھرپور تعاون کرو گے...... تو...... کہا کہ اس کے لئے بھی حاضر ہوں۔ اور یہ کہ طالبان حکومت جو دنیا میں اسلام کی علمبردار ہے اس کے خاتمے کے لئے ہمارے ساتھ تعاون کرو گے...... کہا...... اس کے لئے بھی تیار ہوں۔

پھر امریکہ نے کہا کہ اسامہ بن لادن کی گرفتاری میں یا اس کو مارنے میں ہمارے ساتھ تعاون کرنا ہے...... شہباز شریف...... نے جواب دیا کہ ٹھیک ہے میں اس کے لئے بھی تیار ہوں۔

اور پھر جب شہباز شریف امریکہ سے واپس آیا تو سب سے پہلے یہ اعلان جاری کیا کہ ملک میں جاری دہشت گردی دینی مدارس کرا رہے ہیں، دینی مدارس میں اسلحہ ہے، طالبان دہشت گردی میں ملوث ہیں۔

میرے بھائی......!

امریکہ جانے سے پہلے تمہیں ایک بات کا بھی علم نہیں تھا؟ امریکہ جانے کے بعد تمہیں پتہ چلا، بے غیرتی کی بھی حد ہوتی ہے۔

چیف آف آئی ایس آئی کا امریکی یاترا:

ہمارے ملک کے خفیہ ادارے آئی ایس آئی کا چیف کرنل ضیاء الدین نے امریکہ کی خدمت میں حاضری دی میں اپنے پریس والے بھائیوں سے پوچھتا ہوں کہ یہ کرنل صاحب امریکہ کیوں گیا تھا؟ یہ اس لئے وہاں گیا تھا کہ جو ٹاسک شہباز شریف کو دیا تھا اس پر عمل درآمد کرنے اور طور طریقے سیکھنے وہاں گیا تھا۔

دوسری بات یہ کہ جب ہمارے یہ چیف آف آرمی اسٹاف جنرل پرویز مشرف صاحب تین سال بعد ریٹائرڈ ہوں گے تو فوج میں سب سے سینئر آدمی کرنل ضیاء الدین ہوں گے تو ان کو شو ''SHOW'' کرانے اور اپنی وفاداری کا یقین دلانے کے لئے یہ وہاں گیا مجھے آرمی چیف بناؤ اور مجھے اپنے پسندیدہ اشخاص میں شامل کرو۔

بے غیرتی کی کوئی انتہا ہے؟ بے غیرتی کی کوئی حد ہے؟ یہ حالات ہیں اور دوسری طرف آپ لوگ دیکھ رہے ہیں کہ دنیا میں مسلمانوں کی کیا حالت ہے؟ مسلمانوں کے ساتھ زیادتی کا کیا عالم ہے؟

ہمارے تیل کی قیمتیں بھی امریکہ مقرر کرتا ہے:

آپ دیکھیں کہ تیل کی پیداوار ۶۵ فیصد مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے اور یورپ نے اپنے ذخائر بند کردئے ہیں اور خلیج سے روزانہ تیل لے جاتا ہے، سعودی عرب سے دس ٹینکر تیل کے جہاز روزانہ صرف امریکہ کو جاتے ہیں اور کس قیمت پر جاتے ہیں......؟

۱۹۷۵ء میں ایک بیرل کی قیمت ۴۵ ڈالر تھی اور اب ۱۹۹۹ء کا اختتام ہے ان تیس سالوں میں دنیا کی ہر چیز کی قیمت سہ گنا ہوگئی ہے لیکن تیل ۱۹۷۵ء میں ایک بیرل ۴۵ ڈالر کا تھا اور اب صرف گیارہ ڈالر فی بیرل ہے۔ آخر یہ کیوں......؟

اس لئے کہ یہ مسلمان کی دولت ہے۔ تیل کی قیمت سعودی عرب، عراق یا ایران مقرر نہیں کرسکتے ہیں، کویت اور متحدہ عرب امارات مقرر

نہیں کر سکتے۔ اس سے بڑھ کر کوئی بے غیرتی کی حد ہوتی ہے؟ کہ لینے والا خود کہے کہ تم اپنی چیز کی قیمت مقرر نہیں کرو گے بلکہ میں مقرر کروں گا۔ مسلمانوں کے تیل پر امریکہ جو ڈاکہ ڈالتا ہے اس کا سالانہ نقصان اتنا ہے کہ پاکستان اور بنگلہ دیش کا مجموعی بجٹ اس سے کم ہے۔

آخری بات یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آج پوری دنیا میں مسلمان جن تکالیف و مصائب میں مبتلا ہیں اگر کسی جگہ کے مظالم پر بھی غور کریں تو اس کی آخری کڑی جا کر امریکہ سے ملتی ہے یعنی ہم جہاں بھی ظلم اور مصیبت میں مبتلا ہیں اس کا کرتا دھرتا امریکہ ہے۔ اور امریکہ کی آڑ میں یہودی مظالم کے ہم شکار ہیں کیونکہ کوئی بھی اس وقت تک امریکہ کا صدر نہیں بن سکتا جب تک یہودی اس کی حمایت نہ کریں۔

تو ایسے حالات میں کہ ہر جگہ امریکی افواج مسلمانوں کا خون گرا رہے ہیں تو یہ حربی کافر ہیں اور حربی کافر کا حکم یہ ہے کہ جہاں اسے پاؤ اس کا سر قلم کردو۔

ملاّ نے ملک کا خزانہ نہیں لوٹا:

کہتے ہیں کہ ملاّ نے ہماری اقتصادیات کو ختم کر دیا ہے اب قرضے معاف نہیں ہوں گے پاکستان کی معاشیات و اقتصادیات تو تم نے خود تباہ کی ہے، ملک کا خزانہ تم جیسے لوگوں نے لوٹا ہے، ملاّ نے نہیں لوٹا ہے، کسی پاکستانی عالم کے فتویٰ سے تمہاری اقتصادیات ختم اور تباہ نہیں ہوئی ...... زیادہ سے زیادہ وہ یہ کریں گے کہ تمہیں بھیک نہیں دیں گے تو نہ دیں۔

ہر مسلمان کے دل میں یہودیوں اور ظالم امریکیوں کے خلاف نفرت کا جذبہ ہونا چاہئے اور یہی جذبہ اسطرح ہونا چاہئے کہ جیسے وہ ہمیں دیکھ کر جگہ جگہ قتل کرتے ہیں اسی طرح جب اور جہاں بھی یہ یہودی اور امریکی ہمارے سامنے آئیں گے تو ہم ان کے سر اڑائیں گے۔

(انشاء اللہ تعالیٰ)

"وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین"

علماء اور سیاست

وقت: ...... بعد نماز عشاء

تاریخ: ...... ۱۹ اگست ۲۰۰۲ء

جمعیت طلبہ اسلام (کے زیر اہتمام پیغام جمعیت کانفرنس) گلشن مسجد سبزی منڈی کراچی۔

علماء اور سیاست

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیّات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھدان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشھدانّ سیدنا وحبیبنا ومولانا محمداً عبدہ ورسولہ ارسلہ بالحق بشیراً ونذیراً وداعیاً الیہ باذنہ وسراجاً منیراً۔

امّا بعد......!

فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذلک فلیفرحوا ھو خیر مما یجمعون"

(سورۃ یونس آیت ۵۸)

انقلاب مصطفیٰ ؐ برپا کریں:

محترم قابل صد احترام علماء کرام اور میرے عزیز طلباء......!

یہ جمعیت طلباء اسلام کا پروگرام ہے اور ہمارے لئے اس اعتبار سے خوشی کا باعث ہے کہ الحمد للہ ہمارے بچوں میں اور طلبہ میں یہ احساس پیدا ہو چکا ہے کہ ہم اپنے اکابر کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اس دنیا میں وہ انقلاب برپا کرنے کی کوشش کریں جو جناب نبی اکرم ﷺ کے ذریعے برپا ہوا تھا اور دنیا اس سے واقف ہو چکی تھی۔

ہر انسان کو ایک انسان کی حیثیت سے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے بندے کی حیثیت سے اپنی تخلیق کا مقصد سمجھنا چاہیے کہ اس کی زندگی کا ایک مقصد ہے جس کے لئے اس کو وجود بخشا گیا۔

اور بندگی کا مفہوم بھی یہی ہے کہ انسان کے اندر یہ احساس پیدا ہو جائے کہ میں مخلوق ہوں اور میرا ایک خالق ہے اس خالق کے احکامات کے تحت اور اس خالق کے دیئے ہوئے قوانین کے تحت مجھے خود بھی زندگی گزارنی ہے اور اس خالق کے دیئے ہوئے قوانین کے مطابق اس معاشرے کو بھی چلانا ہے۔

خیبر کی ہر تحریک میں ہمارے اکابر کا کردار:

پوری دنیا میں پچھلی صدی اور جاری صدی میں خدمت دین کی غلبے کی محنت اگر کسی نے کی ہے تو وہ ہمارے اکابر علماء دیوبند ہیں۔

وہ قرآن کریم کی خدمت ہو......

نبی اکرم ﷺ کی احادیث کی خدمت ہو......

وہ استعمار سے آزادی کی محنت ہو

وہ اس برصغیر کے اندر بلکہ پوری دنیا کے اندر وہ کونسی موومنٹ (Movement) ہے جس میں ہمارے علماء کا حصہ نہ ہو۔

میں نے کہا کہ

قرآن کریم کی خدمت ہو

اس وقت آپ پوری دنیا میں دیکھ لیجیے،

ہندوستان میں......

پاکستان میں......

افغانستان میں......

بنگلہ دیش میں......

سری لنکا میں......

پھر عرب ممالک کی صورتحال دیکھیں۔ پھر برِ اعظم افریقہ کے ممالک میں دیکھیں اور یورپ میں دیکھ لیں۔

جتنے آزاد تعلیمی ادارے ہیں۔۔۔۔ قرآن وسنت کی خدمت کے لئے......

وہ تمام کے تمام ان علماء کے ہیں جو براہِ راست دیوبند کے پڑھے ہوئے ہیں یا بالواسطہ دیوبند سے پڑھے ہوئے ہیں۔ پوری دنیا میں ان لوگوں کی خدمات ہیں۔

آج اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ دین اپنی اصلی شکل وصورت میں آپ کے اور ہمارے سامنے جو موجود ومحفوظ ہے...... اب یہ آپ کی طرف منتقل ہو رہا ہے۔

ہمارے اکابر اور دین کی حفاظت:

آپ کے اکابر اور آپ کے اساتذہ نے۔۔۔۔ اس امانت کو آپ کی طرف

پوری حفاظت کے ساتھ......

پوری دیانت کے ساتھ......

پوری امانت کے ساتھ......

منتقل کر دیا ہے۔

یہ جو اللہ تبارک وتعالیٰ کا دین محفوظ ہے......

کیا اس کے پیچھے کوئی قربانی نہیں ہے......؟

اس کے پیچھے ہمارے اکابر کی عظیم قربانیاں ہیں۔

علماء اور سیاست:

آج بھی اس ملک کی سیاست (نظامِ حکومت) میں علماء (علماءِ دیو بند) کا کردار ہونا چاہیئے۔ اگر علماء کا کردار اس کے اندر ہوگا تو یقیناً یہ ملک اور اس کا نظام حکومت صحیح ہوگا۔

علماء اگر اس نظام سے ہٹ جائیں

سیاست کے میدان کو یا نظامِ حکومت کے میدان کو وہ ان افراد کے حوالے کر دیں جو نہ اللہ کے دین سے واقف ہیں نہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ سے واقف ہیں تو اس کا نتیجہ پھر یہی ہوگا جو اس ملک میں ہمارے سامنے ہے۔

تو پھر وہ لوگ جو اللہ کے دین سے واقف نہیں جب وہ برسر اقتدار آئے تو انہوں نے اس ملک کو نقصان پہنچایا، اس ملک کو فائدہ نہیں پہنچایا۔

انہوں نے ملک کو دو ٹکڑے کیا......

ملک کے مختلف حصے دوسروں کے حوالے کئے......

ملک کو دوسروں کا غلام بنایا......

اور یہ ہماری موجودہ فوجی حکومت جو ہے ان کی اقدامات کے نتیجے میں یہ ملک امریکہ کی کالونی اور ہم سب اب امریکہ کے غلام بن چکے ہیں۔

یہاں تک صورتحال بگڑ چکی ہے کہ

اگر کوئی پاکستانی بیرونی ملک جانا چاہتا ہے تو ایئر پورٹ سے نکلتے وقت اگر امریکی اجازت دیتے ہیں تو اسکو باہر نکلنے کی اجازت ہوتی ہے ورنہ نہیں۔ اس قسم کے

اقدامات سے اس ملک کو نقصان پہنچے گا۔۔۔۔اس لئے اس ملک کے نظامِ حکومت میں.........

نظامِ سیاست میں علماء کا حصہ اور ان کا کردار ہونا چاہیئے۔

سیاست کی اصلاح علماء کے ذریعے:

اور انشاء اللہ اسی کے ذریعے اصلاح ہوگی .... اس ملک کا فائدہ ہوگا۔

اس ملک کے اندر مسلمان اور جو لوگ بھی رہتے ہیں ان کا بھی اس میں فائدہ ہے۔

اب الحمدللہ موجودہ حالات میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے دین کے جتنے بھی نام لیوا ہیں ان تمام کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک پلیٹ فارم پر (متحدہ مجلسِ عمل) جمع کر دیا ہے۔

عام لوگ جو اشکال یا اعتراضات کیا کرتے تھے کہ

دینی سیاست کرنے والے خود متفرق ہیں۔۔۔۔خود الگ الگ ہیں کس کا ساتھ دیا جائے؟

وہ اشکال اور وہ اعتراضات اب باقی نہیں رہے

الحمدللہ اب دین کے سارے نام لیوا ایک ہی ساتھ ہیں۔

اس لئے اب میں سمجھتا ہوں کہ

اس ملک کے مسلمان عوام کے لئے اسکے بعد پھر اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں کوئی عذر باقی نہیں رہے گا۔

اب بھی اگر وہ نہیں جاگے اور ملک کی تقدیر پھر ایسے لوگوں کے حوالے کی جنہوں نے پہلے اس کو نقصان پہنچایا تو

یقیناً پھر ان عوام کا۔۔۔۔ان مسلمانوں کا اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں کوئی

عذر باقی نہیں رہے گا۔

اسلام کی غلبے کی محنت کریں:

بہر صورت میں آپ کی خدمت میں یہ عرض کرتا ہوں کہ

آپ اپنے اکابر کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے۔۔۔۔انکے نقشِ قدم پر رہتے ہوئے اس ملک کے اندر اور پوری دنیا میں اعلانِ کلمۃ اللہ کے لئے جو محنت

مختلف شکلوں میں.........

مختلف صورتوں میں.........

اور ہر مقام پر ان کے تقاضے الگ ہیں ان تقاضوں کے مطابق اپنے آپ کو اس کے لئے تیار کردیں کہ

ہم اعلانِ کلمۃ اللہ کے لئے اللہ کی مخلوق کو اللہ کا غلام بنانے کی محنت کرتے رہیں گے تاکہ اسلام غالب ہو۔

اللہ سے میں دعا کرتا ہوں کہ

آپ سب کو عالم باعمل بنادیں اور اپنے اکابر کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

طلباء اور سیاست

وقت:......صبح گیارہ بجے

تاریخ:......یکم اگست ۲۰۰۱ء

بمقام:......جامعۃ العلوم الاسلامیہ

علامہ بنوری ٹاؤن کراچی۔

طلباء اور سیاست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد ان سیدنا وسندنا وحبیبنا محمدًا عبدہ ورسولہ ارسلہ بالحق بشیرًا ونذیرًا وداعیًا الی اللہ باذنہ وسراجًا منیرًا۔

امّابعد!

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وقال تبارک وتعالیٰ

”ظھر الفساد فی البرّ والبحر بما کسبت ایدی النّاس“

(سورۃ روم۔ آیت ۴۱)

وقال فی مقام آخر

”واتقوا فتنۃ لا تصیبنّ الذین ظلموا منکم خاصۃ“

(سورۃ انفال آیت ۲۵)

”صدق اللہ العظیم“

قابل صد احترام اساتذہ کرام اور عزیز طلباء!

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

”ظھر الفساد فی البر والبحر“

کہ فساد ظاہر ہوا خشکی میں بھی اور سمندر وتری میں بھی، فرمایا کہ

”بما کسبت ایدی النّاس“

کہ بسبب ان بداعمالیوں کے اور بسبب ان گناہوں کے کہ جو لوگوں نے خود کیے۔

دوسری آیت میں ارشاد ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم اس فتنے سے ڈرو کہ

”لاتصیبنّ الذین ظلموا منکم خاصۃ“

کہ وہ فتنہ اور عذاب جب آئیگا تو وہ ظلم کرنے والوں اور گناہ کرنے والوں تک محدود نہیں رہے گا۔

جزا اور سزا کا قانون

یہ بات آپ بھی جانتے ہیں اور ہم بھی جانتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں جزا و سزا کا ایک قانون ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے جزا و سزا کے اس قانون کا مظاہرہ آخرت میں بھی ہوگا اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے جزا و سزا کے اس قانون کا مظاہرہ بعض دفعہ اس دنیا میں بھی ہوتا ہے۔

دنیا میں ہمارے سامنے یہ تاریخ موجود ہے کہ جب کسی قوم کے اخلاق بگڑ جاتے ہیں، کسی قوم کے اندر اللہ تبارک وتعالیٰ کی نافرمانیوں کا غلبہ ہو جاتا ہے اور وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے باغی بن جاتے ہیں اور اللہ تبارک

وتعالیٰ کی سرکشی اختیار کر لیتے ہیں تو پھر اللہ تبارک وتعالیٰ کے جزاوسزا کے قانون کا مظاہرہ اس دنیا میں بھی آتا ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت نوحؑ کی قوم کے جو حالات بیان کئے ہیں وہ اس کی مثال ہے۔قوم عاد کی جو کیفیت اور جو حالات بیان کئے ہیں وہ اس کی مثال ہے۔قوم ثمود کی جو کیفیت اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان کی ہے وہ اس کی مثال ہے۔

فرعون کی جو صورتحال اللہ تبارک وتعالیٰ نے بیان کی ہے وہ اس کی مثال ہے۔نمرود اور اسی طریقے کے جو دیگر سرکش گزرے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں ان کے جو احوال بیان کئے ہیں وہ اس کی مثال ہیں۔

قرآن کریم تاریخ کی کتاب نہیں

ظاہر ہے کہ ایک طالب علم کی حیثیت سے یہ بات آپ جانتے ہوں گے کہ قرآن کریم یہ تاریخ کی کتاب نہیں ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس میں واقعات کو تاریخی حیثیت سے بیان فرمایا ہو کہ یہ واقعات تاریخ کی حیثیت سے محفوظ ہو جائیں بلکہ قرآن کریم کا یہ مذہب اور یہ موضوع نہیں ہے۔

ظاہر ہے کہ قرآن کریم قصوں اور کہانیوں کی کتاب بھی نہیں ہے، افسانہ بھی نہیں ہے کہ اس میں قصے کے طور پر اور کہانی کے طور پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ واقعات بیان فرمائے ہوں۔

قرآن کریم جب کوئی واقعہ بیان کرتا ہے تو مفسرین فرماتے ہیں کہ اس واقعے کے پیچھے کوئی قانون ہوتا ہے، عبرت کی کوئی بات ہوتی ہے۔وہ بات

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں سمجھانے کیلئے واقعے کی صورت میں بیان فرماتے ہیں، کوئی حکم بیان کرنا مقصود ہوتا ہے۔اس حکم کی وضاحت یا اس حکم کا بیان واقعہ کی صورت میں ہوتا ہے۔قوم نوح کے واقعات، قوم عاد کے واقعات، قوم ثمود کے واقعات، نمرود اور فرعون کے واقعات اللہ کریم نے قرآن کریم میں اس لئے بیان فرمائے ہیں کہ لوگوں کو اس بات کی عبرت ہو کہ بعض دفعہ ہمارے کئے ہوئے کا نتیجہ اس دنیا میں بھی نکلتا ہے۔

ہمارے کئے ہوئے اعمال کی سزا اس دنیا میں بھی مل کر رہتی ہے۔

اگرچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسلمانوں کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل سے، آپ کی دعا کی وجہ سے عذاب عام سے تو محفوظ رکھا ہے لیکن باوجود اس کے یہ قانون اپنی جگہ جاری ہے کہ جزاوسزا کے قانون کا مظاہرہ کبھی اس دنیا میں بھی ہوتا ہے۔

یہ بات آپ جانتے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب سے عذاب آتا ہے تو فرمایا کہ اس عذاب کی صورت اور شکل بالکل عام ہوتی ہے، اس کے اندر وہ لوگ بھی لپیٹ میں آجاتے ہیں کہ جو اس گناہ کے اندر شریک تو نہیں ہوتے لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب سے جب عذاب آتا ہے وعام ہوتا ہے سب کے سب اس کے لپیٹ میں آتے ہیں۔

ہاں.....! قیامت کے دن سب لوگ اپنی اپنی نیتوں کے مطابق اٹھائے جائیں گے جو اس گناہ میں شریک تھے ان کی حیثیت الگ ہوگی اور جو

اس گناہ میں شریک نہیں تھے تو انکی حیثیت الگ ہوگی۔

ہم پر امتحان آنے والا ہے:

میں نے یہ تمہید آپ کی خدمت میں اس لئے عرض کی کہ محسوس یہ ہو رہا ہے، نظر یہ آرہا ہے کہ ہمارے اس ملک کے اندر، اس خطے کے اندر دینی مدارس کے اوپر ایک امتحان آنے والا ہے خدانخواستہ وہ امتحان ہمارے اعمال کے بسبب نہ ہو کہ ہم جن گناہوں میں مبتلا ہو چکے ہیں، جس بے راہ روی پر ہم چل رہے ہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا وہ امتحان عذاب کی صورت اختیار کرلے۔

وہ عذاب ان علماء کرام کے اعمال کی وجہ سے اور طلباء کے اعمال کی وجہ سے نہ ہو اسی لئے میں خود اپنے نفس کو خطاب کر کے کہتا ہوں کہ مجھے اپنے اعمال کا جائزہ لینا چاہئے۔ ہم میں سے ہر فرد کو، ہر عالم کو، ہر طالب علم کو اپنے اعمال کا جائزہ لینا چاہئے کہ خدانخواستہ میرے عمل میں کوئی ایسی صورت تو موجود نہیں جو مجھے اللہ تبارک وتعالیٰ کے عذاب کا مستحق بناتی ہو اور میرے آس پاس کے لوگ بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کے عذاب کے مستحق بن جائیں۔

یہ بات انتہائی توجہ کی ہے کہ واقعتاً جو صورتحال پیش آنے والی ہے اس صورتحال میں علماء کرام کا، دینی مدارس کے طلباء کا اور دینی طبقے کا ایک نہایت کڑا اور سخت امتحان پیش آنے والا ہے۔

اس لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ اس امتحان میں ہم تب سرخرو ہو سکتے ہیں، تب اس امتحان میں ہم کامیاب ہو سکتے ہیں کہ جب اللہ تبارک

وتعالیٰ کے ساتھ ہمارا معاملہ درست ہو۔

حکومت کیا کرتی ہے، کیا سوچتی ہے، لوگ کیا کرتے ہیں، کیا سوچتے ہیں؟

رب سے ہمارا تعلق درست ہونا چاہیئے:

میں کہتا ہوں کہ ہم کو اس پر بھی غور کرنا چاہئے لیکن اس سے زیادہ غور کی بات یہ ہے کہ ہم اللہ تبارک وتعالیٰ سے اپنے تعلق کا، اللہ تبارک وتعالیٰ سے اپنے معاملہ کا جائزہ لے لیں کہ آیا اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ ہمارا معاملہ درست ہے؟ اللہ تبارک وتعالیٰ اور ہمارے درمیان جو تعلق ہے اسکی نوعیت کیا ہے؟

فلیتک تحلوا والحیات مریضة
ولیتک ترضی والانام غضاب
ولیت الذی بینی وبینک عامر
وبینی وبین العالمین خراب

ہمیں یہ فکر ہونی چاہئے کہ!

"فلیتک تحلوا والحیات مریضة"

اے اللہ تبارک وتعالیٰ آپ راضی ہوں ہماری زندگی کتنی بھی تلخ ہو، اللہ تبارک وتعالیٰ اگر راضی ہے تو اس کے بعد اس تلخی کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔

"ولیتک ترضی والانام غضاب"

اے اللہ تبارک وتعالیٰ آپ راضی ہوں، چاہے پوری دنیا ہم سے ناراض ہو اس کی کوئی فکر نہیں۔

"ولیت الذی بینی وبینک عامر"

کاش وہ علاقہ، وہ تعلق جو میرے اور آپ کے درمیان ہے وہ آباد ہو اور چاہے ساری دنیا سے تعلق خراب ہو، ساری دنیا سے تعلق کٹ جائے لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ معاملہ درست ہو۔

میں یہ بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے اپنا معاملہ درست کرلو۔ عالم کی حیثیت سے عالم اور طالب العلم کی حیثیت سے طالب علم کے فرائض ادا کرنے چاہیئے۔

عالم کا جو منصب ہے اور عالم کے جو فرائض ہیں ہمیں ان منصب اور ان فرائض تک محدود رہنا چاہئے۔ ایک طالب علم کا طالب علم کی حیثیت سے جو منصب اور جو فرائض ہیں صرف اس تک اپنے آپ کو محدود رکھیں۔ اور اس تک اگر وہ اپنے آپ کو محدود رکھے گا تو اللہ تبارک وتعالیٰ سے معاملہ درست ہوگا اور پھر یقیناً جتنے بھی امتحان آئیں گے ان امتحانات کے اندر کامیابی انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی ہوگی۔

ایک طالب علم ہونے کی حیثیت سے ہمارا منصب یہ ہونا چاہئے کہ ہمیں کئی جہتوں کی طرف دیکھنا ہے۔

اول یہ جہت کہ آپ کے والدین، بہن بھائیوں اور رشتہ داروں نے آپ کو فارغ کیا اور فارغ کر کے اللہ تبارک وتعالیٰ کے دین کے حصول کیلئے آپ کو بھیجا۔

دوسری جہت میں آپ اس طرف دیکھ لیں کہ جتنے اخراجات یہاں ہمارے اوپر ہوتے ہیں ہمارا جامعہ (جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن) اور اس کی شاخوں میں تقریباً نو ہزار سے اوپر طلباء زیر تعلیم ہیں، اور لاکھوں کا یومیہ خرچہ ہے۔

یہ تمام اخراجات اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل، اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت کے خزانے سے جو مسلمان مہیا کرتے ہیں، وہ یہ تمام سہولتیں آپ کو اس لئے مہیا کرتے ہیں کہ وہ آپ کو دین کا طالب علم سمجھتے ہیں، وہ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا کی خاطر اللہ تبارک وتعالیٰ کی کتاب کا علم حاصل کریں گے۔

عزت صرف دین میں ہے:

اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا کی خاطر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کا علم حاصل کریں گے اللہ تبارک وتعالیٰ کی مخلوق کی راہ نمائی کی خاطر آپ فقہ کا علم حاصل کریں گے۔

جتنے علوم شرعیہ ہیں ان کو حاصل کرنے کے لئے لوگ آپ کی خدمت کرتے ہیں، اسی بناء پر فرشتے آپ کے قدموں کے نیچے پر بچھاتے ہیں، اسی بناء پر آپ کا سونا بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں عبادت ہے، اسی بناء پر آپ کے ناز ونخرے آپ کے اساتذہ برداشت کرتے ہیں، آپ کی غلطیوں سے در گزر کرتے ہیں۔ یہ سب اس لئے ہے کہ آپ سب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مہمان اور طالب علم ہیں۔

اپنے اوقات کو حصول علم میں صرف کردیں:

میرے بھائی......!

اگر آپ نے اپنے منصب کو جو منصب علم کا منصب ہے کہ آپ اپنے اوقات کو صرف اور صرف حصول علم میں صرف کردیں۔ اگر آپ نے اپنے اس منصب کو نہیں پہچانا تو آپ نے اپنے والدین کے ساتھ خیانت کی، بہن بھائیوں کے ساتھ خیانت کی، رشتہ داروں کے ساتھ خیانت کی، ان مسلمانوں کے ساتھ خیانت کی جو آپ کے اخراجات برداشت کرتے ہیں، ان اساتذہ کے ساتھ آپ نے خیانت کی جو آپ کو پڑھاتے ہیں اور مدرسہ کے ساتھ آپ نے خیانت کی۔

غرض یہ کہ ان تمام کے ساتھ آپ نے خیانت کی بلکہ اس سے آگے بڑھکر میں یہ کہتا ہوں کہ آپ کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنا مہمان بنایا اور طالب العلم کی حیثیت سے جب آپ نے ان حیثیت سے تجاوز کیا تو آپ نے اللہ تبارک وتعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول کے ساتھ بھی خیانت کی اور اس وجہ سے آپ نے اللہ تبارک وتعالیٰ اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معزز مہمان کی حیثیت سے اپنے آپ کو نیچے اسفل السافلین میں پھینک دیا، اسفل السافلین میں گرادیا۔

کسی جماعت کا رکن بن کر، کسی تنظیم کا رکن بن کر اور جو خلاف اخلاق حرکتیں ہوتی ہیں وہ سب کچھ کر کے آپ نے اپنے آپ کو اسفل السافلین میں گرادیا اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے مہمان کے مقام سے خود اپنے آپ کو نیچے کیا۔

میرے بھائیو......!

یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ اس وقت ہمارے ملک کی جو صورتحال ہے، میں کھل کر بعض باتیں آپ کے سامنے نہیں کرسکتا آپ میرے اشارات کو سمجھ لیں۔

جو حالات پیش آنے والے ہیں اگر ہم نے اپنے اعمال کو درست کیا، اللہ تبارک وتعالیٰ سے اپنا معاملہ درست کیا اور اپنے مقام اور منصب تک محدود رہے تو انشاء اللہ تعالیٰ ان مدارس کی طرف کوئی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا اور اگر کوئی آنکھ اٹھا کر دیکھے گا تو وہ براہ راست اللہ تبارک وتعالیٰ سے ٹکر لے گا اور تباہ ہوجائیگا۔

اپنے منصب کا لحاظ کیجیے:

لیکن اگر ہم نے اپنے منصب کو نہیں دیکھا، منصب کا لحاظ نہیں کیا اور اگر ہم ان ہی سرگرمیوں میں مبتلا رہے تو یقین جانئے تو پھر اس صورت میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی نصرت اور مدد نہیں آئیگی اور اگر اللہ تبارک وتعالیٰ کی مدد و نصرت نہ ہو تو پھر کوئی کچھ بھی نہیں کرسکتا۔

ان مدارس پر کوئی قبضہ کرلے، دین کے ان مراکز پر کوئی قبضہ کرلے اور ان تمام دینی مراکز کو کوئی نقصان پہنچادے، اگر اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی نصرت اٹھادے تو ہم کچھ بھی نہیں کرسکتے ہیں اور اگر آپ اپنے منصب کے اندر رہیں گے تو اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کا رعب ایک مہینے کی مسافت پر ان کے دلوں میں ڈالیں گے جس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کا رعب

ایک مہینے کی مسافت پر دشمنوں کے دلوں میں ڈالا تھا اگر آپ واقعتاً نائب انبیاء اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مہمان کے منصب پر رہے تو یہی فضیلت آپ کو حاصل ہوگی، آپ کو کوئی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا بلکہ میں کھل کر آپ سے کہہ دوں کہ اگر طلباء تنظیموں کے اندر اور اس قسم کی تنظیموں کے اندر کہ جن پر دہشت گردی کا الزام ہے، لوگوں کی نظروں میں بھی ان کی یہی حیثیت، حکام کی نظروں میں بھی ان کی یہی حیثیت، اگر طلباء اسی طرح رہے تو ان طلباء کی نحوست سے، یہ اپنے عمل کی وجہ سے خود حکومت کو یہ دعوت دے رہے ہیں کہ وہ مدارس پر ہاتھ ڈالا کریں اور ان مدارس پر ہاتھ ڈالا جائے۔

اس قسم کے کچے ذہن کے لوگ کچھ بھی نہیں جانتے کہ دین کا عام مفاد کیا چیز ہے؟ اور اس وقت امت مسلمہ کا عام مفاد کس میں ہے؟ اور اسلام کا عام مفاد کس میں ہے......؟

ان کو اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ وہ کچھ نہیں جانتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے دلوں کو مسخ کردیا ہے، جس طرح ان کی صورتوں کو مسخ کردیا ہے۔

وہ یہ نہیں جانتے کہ ہمارے ان اعمال کی وجہ سے جو آفت مدارس کے اوپر آئیگی اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ کہ پوری امت مسلمہ علم اور علماء سے محروم ہوجائیگی۔ اور امت مسلمہ اگر علماء اور دین سے محروم ہوگئی اور جہالت کا غلبہ ہوا تو پھر وہی کیفیت ہوگی جو حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے بیان فرمائی ہے کہ!

"اتخذوا الناس رؤوساجھالا فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا"

(صحیح بخاری کتاب العلم باب کیف یقبض العلم، صحیح مسلم، کتاب العلم، باب رفع العلم وقبضہ، بیہقی فی دلائل النبوۃ، بعض تقص جلد ۶ ص ۵۳۳)

کہ لوگ جاہلوں کو اپنا راہ نما اور راہبر بنائیں گے اور ان سے مسائل پوچھیں گے اور بغیر علم کے فتویٰ دیں گے تو خود بھی گمراہ ہوں گے اور دیگر لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے شرار الناس کے اوپر یہ قیامت قائم ہوگی۔

میرے بھائی......!

اس لئے ہماری آپ سے درخواست یہ ہے کہ ایک طالب علم کی حیثیت سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو بہت اونچا مقام دیا، آپ اللہ تبارک وتعالیٰ کے مہمان ہیں، اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مہمان ہیں، اس اونچے مقام کو آپ اپنے اعمال کی وجہ سے نیچے گراتے ہیں، اپنے آپ کو اس اونچے منصب سے نیچے گرانا چاہتے ہیں تو یہ صورت پھر اللہ تبارک وتعالیٰ کے عذاب کو دعوت دینے کی ہوگی اور خدانخواستہ اگر اس ملک کے اندر دینی مدارس کے اوپر اگر امتحان آیا تو وہ ہمارے ان اعمال کی وجہ سے ہوگا جن کے اندر طلباء مبتلاء ہیں۔ یہ طلباء کے نام سے جو قوم یاد کی جاتی ہے وہ آج ان اعمال کے اندر مبتلاء ہیں۔

لفنگوں کی چال مت چلیں:

آپ یقین جانیے کہ ان اعمال کی وجہ سے پھر اللہ تبارک وتعالیٰ کی نصرت نہیں ملے گی، ان اعمال کی بناء پر پھر وہ عذاب آئیں گے کہ جن عذاب کے نتیجے میں ممکن ہے "اللہ نہ کرے" ان مدارس کا وجود کہیں ختم نہ ہو جائے۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ ایک شخص آتا ہے، ان کے اعمال سنت کے مطابق نہیں ہوتے صرف آپ ان کی گفتگو سے متاثر ہوتے ہیں، یہ ہمارے عجیب طلباء ہیں ان کی شکل دیکھو تو فلاں لیڈر کی طرح شکل بنا رہے ہیں، سارے پگڑی اسی طریقے سے باندھتے ہیں جس طرح لفنگے باندھتے ہیں، لفنگے ہیں یہ سارے۔

میری بات آپ کو تلخ لگے گی لیکن یہ سب جتنے بھی ہیں ہم ان کو جانتے ہیں یہ لفنگے ہیں۔

یہ جن کی طرح آپ پگڑی باندھنا چاہتے ہیں، جن کی طرح آپ شکل بنانا چاہتے ہیں، جن کی چال چلنا چاہتے ہیں، جن کی گفتگو کی آپ نقل کرنا چاہتے ہیں یہ سارے لفنگے ہیں۔

یہ تمہارے اساتذہ ہیں جو تم کو قرآن وسنت پڑھاتے ہیں ان کو تو دیکھ کر آپ ان کی چال اختیار نہیں کرتے، ان کی شکل اختیار نہیں کرتے، ان کا رنگ ڈھنگ آپ اختیار نہیں کرتے اور ایک لفنگے کی تقریر سنی تو آپ اس کی چال ڈھال اختیار کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

کتنی نمک حرامی ہے، اس سے بڑھکر نمک حرام کوئی ہوگا؟ اس سے بڑھ کر نمک حرامی کوئی نہیں ہے۔

حدود سے تجاوز نہ کریں:

میرے عزیز طلباء......!

میری باتیں آپ کو تلخ لگیں گی لیکن جن حقائق اور جن حالات کا ہم نے سامنا کرنا ہے اس کیلئے ضروری ہے کہ یہ تلخ باتیں ہم آپ کو بتادیں کہ کل کیا ہونے والا ہے......؟

خدانخواستہ کل آپ یہ کہیں کہ ہم کو تو ان حالات کا علم نہیں تھا، ہمیں کیا پتہ تھا؟ اسلئے یہ ضروری ہے کہ نمبر ایک آپ اپنے آپ کو ان کاموں تک محدود رکھیں جو ایک طالب علم کی حیثیت سے آپ کیلئے ضروری ہے اگر آپ نے اپنی حدود سے تجاوز کیا تو جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ خیانت تو کی، ماں باپ سے خیانت کی، بہن بھائیوں سے خیانت کی، رشتہ داروں سے خیانت کی، اساتذہ کرام سے خیانت کی اور ان تمام مسلمانوں سے خیانت کی جو آپ کی خدمت کرتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس خیانت کے نتیجے میں جو عذاب آئیگا آپ اس پورے نظام کو لے ڈوبیں گے۔

میرے بھائی......!

ہماری درخواست ہے کہ آپ اپنی پڑھائی تک محدود رہیں، مدرسہ کے قوانین کی پابندی کریں، مدرسہ کے اندر حاضر رہا کریں، سبق میں آپ حاضر ہوں، جسم بھی حاضر ہو، اور دل ودماغ بھی حاضر ہو، نماز کے اوقات میں نماز میں حاضر رہیں، مدرسہ کے قوانین وضوابط کی پابندی کریں۔

کہیں یہ نہ ہو کہ مدرسہ والے مجبور ہو کر آپ کو نکال دیں، پولیس کے حوالے ردیں کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ جو ہمارے مدرسہ کو اور ہمارے ادارے کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں لہٰذا آپ ان کو سنبھال لیں۔ کیونکہ بڑے نقصان کے مقابلے میں چھوٹے نقصان کو برداشت کیا جاتا ہے۔ میری اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو عالم باعمل بنادیں، جس مقصد کے لئے آپ آئے ہیں اسی مقصد تک محدود رہیں۔

اگر آپ کا مقصد تنظیموں کی خدمت کرنا ہے اور مدرسہ کو ٹھکانے کے طور پر استعمال کرنا چاہتے ہیں تو اللہ کے واسطے ایسا آپ نہ کریں، آپ کی وجہ سے ان مدارس کے اوپر آفت آئے گی۔ ان مدارس کے اوپر عذاب آئے گا۔

آپ صرف طالب علم ہی رہیں:

اور اگر آپ مدرسہ میں رہنا چاہتے ہیں تو ایک طالب علم رہیں، ایک طالب علم جیسی شکل بنائیں، طالب علم والے اخلاق وآداب اختیار کریں، طالب علم کے جتنے تقاضے ہیں وہ سارے تقاضے پورے کریں، اور اللہ تبارک وتعالیٰ اور نبی اکرم ﷺ کے مہمان ہونے کی حیثیت سے آپ پر جتنی ذمہ داریاں ہیں آپ ان کا احساس کریں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ خود مجھے بھی اور آپ کو بھی عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

"وآخر دعوانا ان الحمدللہ ربّ العالمین"

اسلامی انقلاب لانے کا طریقہ

وقت:...... بعد نماز مغرب

تاریخ:...... ١٩٩٨ء

بمقام:...... مجاہدین کے اجتماع سے اہم خطاب

کراچی۔

اسلامی انقلاب لانے کا طریقہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

امابعد!

فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وقال اللہ تبارک وتعالی

"وجاھدوا فی اللہ حق جھادہ ھو اجتبکم"

(سورۃ الحج۔ آیت ۷۸)

صدق اللہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم

میرے قابل احترام علماء کرام اور میرے مسلمان بھائیو......!

ھم باللیل رھبان وبالنھار فرسان:

یہ ان نوجوانوں کا اجتماع ہے کہ انہیں اللہ کی راہ میں جان دینا اس قدر عزیز ہے جیسا کہ امریکی صدر بل کلنٹن کو شراب عزیز ہے۔

یہ وہ لوگ ہیں کہ

جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی راہ میں اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے دین کو غالب کرنے کے لئے شہادت کی تمنا کرتے ہیں اور موت کو ڈھونڈتے ہیں۔

یہ وہ لوگ ہیں کہ

دن کو جہاد کی ٹریننگ کرتے ہیں اور رات کو اپنے رب کے سامنے گڑگڑاتے ہوئے دعائیں کرتے ہیں (ھم باللیل رھبان وبالنھار فرسان)

یہ وہ لوگ ہیں کہ

جن کی قربانیوں کی بدولت اللہ تعالیٰ نے اس دنیا سے روس جیسی سپر طاقت کا منحوس وجود ختم کیا۔

اور اب فلسطین میں......

بوسینیا میں......

چیچنیا میں......

برما میں......

کشمیر میں......

مسلمان جو قربانیاں دے رہے ہیں۔ انشاء اللہ اس قربانیوں کے نتیجے میں دنیا کی یہ بڑی طاقت جنہیں لوگ سپر پاور امریکہ کہتے ہیں......اس کا وجود بھی مٹ جائیگا......انشاء اللہ......

امریکہ کی بزدلی:

آج آپ دینی رسائل میں ان کی بزدلی کی حالت دیکھیں کہ مصر کا وہ عالم دین جو آنکھوں سے نابینا ہے۔

جو اٹھ نہیں سکتا......

چل نہیں سکتا......

پھر نہیں سکتا......

اس کے باوجود کفر کی ساری طاقتیں ان سے لرزہ براندام ہیں اور امریکہ نے ان کو جیل میں ڈال رکھا ہے۔

امریکہ اور ان کے وہ لیڈر جو پوری دنیا میں انسانوں کے حقوق کی بات کرتے ہیں۔

میں ان سے پوچھتا ہوں کہ

کیا شیخ عمر عبدالرحمٰن انسان نہیں ہیں......؟

تم ان کو جو سزا دیتے ہو۔ جو تکلیفیں دیتے ہو۔ میں تم سے کہتا ہوں کہ اتنی سزا دو کہ جو کل خود برداشت کرسکو۔

امریکہ......شیخ عبدالرحمٰن کو اتنی سزا دو جو کل تم خود برداشت کر سکتے ہو۔

ہندوستان والو......!

اسیر مجاہدین کو اتنی سزائیں دو، جو کل تم برداشت کرسکو۔

انشاء اللہ وہ وقت دور نہیں کہ یہ نوجوان تمہارے سروں پر پہنچ چکے ہوں گے۔

اور انشاء اللہ یہ نوجوان تمہیں نیست و نابود کر دینگے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

"قتال فی سبیل اللّٰہ"

اے ایمان والو......!

جو لوگ تم میں سے اپنے دین سے پیچھے ہٹ جائے اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے بدلے ایک ایسی قوم لائیں گے کہ جن سے اللہ تبارک وتعالیٰ محبت کرتے ہیں

اور وہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے محبت کرتے ہیں فرمایا کہ

وہ کون لوگ ہوں گے......؟

فرمایا کہ

"یقاتلون فی سبیل اللّٰہ"

(سورۃ توبہ۔ آیت ۱۱۱)

یہ وہ لوگ ہوں گے جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی راہ میں جہاد کریں گے۔

انقلاب قربانی چاہتا ہے:

یہ بات یاد رکھنی چاہئے۔ اور میں پورے وثوق کیساتھ آپ سے کہتا ہوں کہ دنیا میں آج تک جو بھی انقلاب آیا ہے وہ طاقت سے آیا ہے۔

چاہے وہ اسلامی انقلاب ہو......

چاہے وہ کفر کا انقلاب ہو......

پوری دنیا کی تاریخ پڑھیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں ایک انقلاب لائے تھے اور وہ ہجرت کے بعد جب آپ کو جہاد کی اجازت مل گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کا سلسلہ شروع کیا تو جہاد کی بدولت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انقلاب برپا کیا۔

انقلاب فرانس اور اہل فرانس کی قربانی:

انقلاب فرانس جو جنرل ڈیگال لایا تھا۔ وہ انقلاب بھی جلسے اور جلوسوں اور مغربی جمہوریت سے انقلاب نہیں آیا تھا بلکہ ان کے لئے فرانس والوں نے بہت بڑی قربانیاں دیں تھیں۔

انقلاب چین اور اہل چین:

اس دنیا میں ایک وقت وہ تھا جب پوری دنیا میں سب سے زیادہ کاہل قوم وہ چینی قوم تھی اور سب کے سب افیون کھانے میں مشغول تھی لیکن ان کا لیڈر ماوزے تھنگ (Mauzai Thang) اٹھے اور انہیں قربانی پر آمادہ کیا اور جب چینی قوم نے قربانی دی تو چین میں پھر ایک بڑا انقلاب آیا۔

انقلاب ایران:

آپ کے پڑوس میں ایران ہے۔ ایران میں بھی انقلاب تب آیا (وہ انقلاب جیسا بھی اور جس نظریے سے بھی آیا اس سے صرف نظر) جب ایرانی قوم نے شہنشاہ ایران کی قوت کے مقابلے میں بہت بڑی قربانی دی۔

ان سب قربانیوں پر پوری تاریخ شاہد ہے۔

اگر آپ بھی چاہتے ہیں کہ اس ملک میں اسلامی انقلاب آئے۔

آپ چاہتے ہیں کہ پوری دنیا میں اسلامی انقلاب آئے۔

اسلامی انقلاب لانے کا راستہ:

تو اس انقلاب لانے کا راستہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے متعین کر دیا ہے اس کے بغیر پوری دنیا میں ہی نہیں بلکہ ایک محلّے میں بھی انقلاب نہیں آسکتا اور وہ راستہ جہاد کا راستہ ہے۔

اپنے وقت کے سپر پاور طاقت روس نے جب افغانستان پر یلغار کی تو افغانیوں نے اجتماعی قربانی دی تب روس ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا اور ان قربانیوں کے نتیجے میں طالبان کی اسلامی حکومت قائم ہوگئی تھی۔

اسلامی نظام اللہ کی نعمت:

یاد رکھو کہ

اسلامی نظام، یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی نعمت ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی نعمت مفت میں کسی کو نہیں دیتے جب تک انسان اس نعمت کے لئے قربانی دیکر اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے اپنے آپ کو اس انعام کا مستحق قرار نہ دیں۔

اللہ کا یہ نظام” دنیا میں اس وقت نافذ نہیں ہوسکتا جب تک وہاں کے مسلمان اس کے لئے جہاد نہ کریں اور قربانیاں نہ دیدیں۔

جہاد کس سے کرنا چاہیئے......؟

یاد رکھو کہ

جہاد کفار کے ساتھ بھی ہوتا ہے جو اللہ ورسول کے منکر ہوتے ہیں لیکن ان لوگوں کے ساتھ بھی جہاد ہوتا ہے جو بظاہر اسلام کا نام لیتے ہیں اور اندر سے زندیق،

ملحد اور منافق ہوتے ہیں۔

تو اسلام کے غلبے اور اسلامی نظام کے نفاذ اور اسلامی انقلاب لانے کے لئے سخت قربانیوں کی ضرورت ہے۔ اور ہم اس کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے تیار رہنا چاہئیے۔

اور اپنے بچوں اور نوجوان ساتھیوں کو اس کے لئے تیار کرنا چاہئیے۔

ہمارا پختہ یقین ہے کہ

اللہ کے دین کے غلبہ کا اور کوئی راستہ نہیں ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے اور اپنے دین کو غالب فرمائے۔ آمین۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

راہِ حق کی جماعت

وقت:...... بعد نماز ظہر

تاریخ:...... ١٦ جون ١٩٩٩ء

بمقام:...... جبیس ہوٹل کراچی۔

راہِ حق کی جماعت

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم"

الحمدلله وحده ونصر عبده واعز جنده وهزم الاحزاب وحده والصلوٰة والسلام علیٰ من لانبی بعده.

اما بعد!

فاعوذ بالله من الشیطٰن الرجیم

بسم الله الرحمٰن الرحیم

"فاطر السمٰوٰت والارض انت ولیّ فی الدنیا والآخرة توفّنی مسلماً والحقنی بالصّٰلحین"

(سورۃ یوسف۔ آیت ۱۰۱)

صدق اللہ العظیم

ذکر صالحین اور اللہ کی رحمت:

قابلِ صد احترام قائدِ محترم حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب، حضرت مولانا حافظ حسین احمد حضرت مولانا ابو محمد صاحب و دیگر علمائے کرام!

حدیث میں آیا ہے

" اذا ذکر الصالحین"

یعنی جب صالحین کا ذکر کیا جاتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے، جب اللہ تبارک وتعالیٰ کے نیک بندوں کا تذکرہ ہوتا ہے اور اولیاء

کو یاد کیا جاتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

بیر شریف والے جامع الصفات تھے:

جس دور میں ہم زندگی گزار رہے ہیں حقیقت یہ ہے کہ حضرت مولانا عبدالکریم (بیر شریف) والے رحمۃ اللہ کی بزرگی اور ان کے علم کی مثال نہیں ہے اور ان کے استقامت علی الحق کی مثال بھی نہیں ملے گی بہت سارے لوگ آپ کو ایسے بھی ملیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کسی ایک صفت کے ساتھ نوازا ہوگا مثال کے طور پر کسی میں علم کی صفت ہوگی کسی کو آپ دیکھیں گے کہ تقویٰ کی صفت ہوگی لیکن اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے جو جامع الصّفات ہوتے ہیں یعنی علم بھی موجود ہو، تقویٰ بھی موجود ہو، استقامت علی الحق بھی موجود ہو یہ تمام صفات کسی ایک شخصیت میں جمع ہونا یہ اللہ تعالیٰ کی ایسی نعمت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو نوازتے ہیں اور ایسے ہی بندے ہوتے ہیں جو باطل کے سامنے ڈٹ جاتے ہیں، باطل کے لئے سدراہ بن جاتے ہیں، گمراہی کے لئے سدراہ ہوتے ہیں، جیسا کہ ابھی حافظ صاحب آپ کے سامنے فرمارہے تھے کہ جمعیت علمائے اسلام کی یہ خصوصیت ہے کہ ملک کے طول وعرض میں، مشرق سے لے کر مغرب تک، شمال سے لیکر جنوب تک آپ دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے وہ خصوصی بندے جن کے اندر اللہ تعالیٰ نے یہ صفات رکھی ہیں وہ جمعیت علمائے اسلام کے ساتھ الحمدللہ وابستہ ہیں اور اس کی سرپرستی فرمارہے ہیں اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جمعیت علمائے اسلام حق کی راہ پر پہلے بھی گامزن تھی اب بھی گامزن ہے اور حق کی راہ پر انشاء اللہ آئندہ بھی گامزن رہے گی۔

علامہ شامیؒ کا عجیب استدلال:

علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فتاویٰ شامی کے مقدمہ میں جہاں امام ابوحنیفہؒ کے فضائل اور مناقب بیان کئے ہیں تو ادھر امام اعظمؒ کی حقانیت کے لئے ایک بات یہ ذکر کی ہے کہ اس روئے زمین پر امام ابوحنیفہؒ کے زمانے سے لیکر اب تک جو اولیاء گزرے ہیں اور علم باطن وعلم اسرار کے جتنے ماہرین گزرے ہیں عجیب اور تعجب کی بات یہ ہے کہ وہ امام اعظمؒ کے مقلد اور حنفی مسلک سے وابستہ ہیں،

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ اگر امام ابوحنیفہؒ کے اجتہاد میں، فقہ میں کوئی غلطی ہوتی تو یہ اولیاء کرام امام ابوحنیفہؒ کے بتلائے ہوئے اجتہاد کے مطابق عبادت کر کے ولایت کے مقام تک نہ پہنچتے، اور اگر امام صاحب کے طریقہ اجتہاد میں کوئی غلطی ہوتی تو یہ لوگ جو علم باطن اور اسرار کے ماہرین ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کشف کرتے ہیں کبھی یہ امام ابوحنیفہ کے مقلد اور مذہب پر قائم نہ رہتے۔

اولیاء کا تعلق جمعیت سے ہے:

اسی طرح میں عرض کرتا ہوں کہ جمعیت علماء اسلام پر ہر دور میں اولیاء اللہ تعالیٰ کے نیک بندے جن میں علم تقوی، استقامت علی الحق اور حق کے لئے جان دینے کی صفت یہ تمام اوصاف اللہ تعالیٰ کی طرف سے جن بندوں کے اندر موجود تھے یا ہیں یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ وہ اللہ کے نیک بندے جمعیت علماء اسلام کیساتھ وابستہ اور سرپرستی فرمارہے ہیں ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ جمعیت

کے حق پر ہونے کی دلیل ہے خدانخواستہ اگر کسی بھی وقت کسی بھی لمحے اور کسی بھی دور میں یہ جمعیت علماء اسلام راہ حق سے ہٹی ہوئی ہوتی تو مجھے سو فیصد یقین ہے کہ حضرت مولانا عبدالکریم صاحبؒ (بیر شریف) والے کبھی بھی جمعیت کیساتھ وابستہ نہ ہوتے۔

جمعیت شیطانی قوتوں پر غلبہ پائے گی:

آپ جانتے ہیں ان کی درویشانہ زندگی کو، ان کے مجاہدانہ کارناموں کو جن لوگوں نے ایک دفعہ بھی ان کی زیارت کی ہے وہ جانتے ہیں کہ حضرتؒ ان لوگوں میں سے تھے کہ پوری کی پوری دنیا ایک طرف رکھ دی جاتی اور یہ پیشکش کی جاتی کہ یہ پوری دنیا آپ کو دے دی جائیگی کہ آپ فلان باطل اور ناجائز طریقے کی حمایت کریں......

تو میرا دل گواہی دیتا ہے کہ حضرتؒ اس پوری دنیا پر لعنت بھیجتے اور کبھی بھی باطل کی حمایت نہ کرتے ظاہر ہے کہ جمعیت علماء اسلام کیساتھ انکی وابستگی صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے تھی اور وہ یہ سمجھتے تھے کہ یہ ہمارے اکابر حق کا وہ عظیم قافلہ ہے جو انشاء اللہ چلتے چلتے آخر میں حضرت مہدی کے ساتھ وابستہ ہوگا اور حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ ہوگا اور جدوجہد کرتے ہوئے شیطانی قوتوں پر ہم انشاء اللہ غلبہ حاصل کریں گے۔

بھائی مختصر سی بات عرض کر رہا ہوں یہ بات میں کئی جگہ عرض کر چکا ہوں کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے دو انبیاء کی دعائیں ذکر فرمائی ہیں اور عجیب بات یہ ہے کہ وہ انبیاء بھی وہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انکو نبوت کیساتھ ساتھ

دنیا کی بادشاہت بھی عطا فرمائی تھی ایک حضرت یوسفؑ کہ جن کو نبوت بھی ملی اور بادشاہت کیساتھ ساتھ مصر کی حکومت بھی ملی حضرت یوسفؑ کو جب یہ ساری نعمتیں ملیں تو قرآن کریم ہمیں بتلاتا ہے کہ انہوں نے آخری خواہش کے طور پر اللہ تعالیٰ کے سامنے ہاتھ پھیلا کر یہ دعا فرمائی۔

''فاطر السموت والاض انت ولی فی الدنیا والاخرۃ توفنی مسلما والحقنی بالصالحین''

(سورۃ یوسف آیت ۱۰۱)

کہ اے زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے آپ ہی میرے کارساز ہیں دنیا اور آخرت میں اور اس کے ساتھ ساتھ اس سے پہلے فرمایا کہ

''رب قد اٰتیتنی من الملک وعلمتنی من تاویل الاحادیث''

(سورۃ یوسف آیت ۱۰۱)

اے اللہ تبارک وتعالیٰ آپ نے ملک بھی عطا فرمایا خوابوں کی تعبیر کا علم بھی عطا فرمایا، نبوت بھی عطا فرمائی اب آخری خواہش کیا ہے کہ

''توفنی مسلما والحقنی بالصّالحین''

اے اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے موت دے دیں اسلام کی حالت میں کہ میں آپ کا فرمانبردار رہوں اور مجھے صالحین کے ساتھ ملحق فرمادیں۔

یہی بات میں عرض کرنا چاہتا تھا کہ یہ ''الحاق بالصالحین'' یعنی صالحین کے ساتھ ہونا یہ اللہ تعالیٰ کی اتنی بڑی نعمت ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام جن کو اللہ تعالیٰ نے نبوت بھی عطا فرمائی، بادشاہت بھی عطا فرمائی لیکن آخری

خواہش کے طور پر یہی دعا فرمارہے ہیں۔

اسی طرح کی دعا حضرت سلیمان علیہ السلام کی بھی نقل فرمائی اور اس دعا کے الفاظ بھی اس سے ملتے جلتے ہیں اور آخری الفاظ یہ ہیں کہ

''وادخلنی برحمتک فی عبادک الصّالحین''

(سورۃ نمل۔آیت ۱۹)

میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ الحاق بالصالحین، ہمارے جتنے دوست احباب جمع ہیں، علماء کرام کے وابستگان میں سے ہیں، اس کے عہدیدار ہیں، اس کے کارکن ہیں، اس کے محبین ہیں۔

ان کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی اس نعمت پر شکر ادا کرنا چاہئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی وہ نعمت جس کے لئے دعا انبیاء کرام فرماتے تھے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں صالحین کی صحبت کی نعمت عطاء فرمائی۔

حضرت کی وفات، عظیم سانحہ:

حضرت مولانا عبدالکریم صاحبؒ بیرشریف والے اور ان جیسی شخصیتیں، حقیقت یہ ہے کہ یہ اب ایک رسمی جملہ بن گیا ہے کہ ہر جانے والے کے لئے لوگ بھی کہتے ہیں کہ جانے والے کا جو خلا باقی ہے وہ اب پورا نہ ہوگا۔

لیکن حقیقت یہ ہے جیسا کہ ابھی حافظ صاحب فرمارہے تھے کہ اس صوبے کے کام کرنے والے محسوس کریں گے، دین کے غلبے اور دین کے اعلاء کے لئے جتنی قوتیں کام کررہی ہیں وہ محسوس کریں گے کہ واقعتاً حضرتؒ کا اس دنیا سے تشریف لے جانا ہمارے لئے کتنا بڑا صدمہ اور کتنا بڑا خلاء ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جب یہ لوگ موجود ہوتے ہیں تو جیسے ہمارے کسی بزرگ نے فرمایا تھا کہ ہم عجیب مردہ پرستی کے مرض میں مبتلا ہو گئے کہ جب کوئی زندہ ہوتا ہے تو حسد یا دوسری بنیادوں پر ہم اس فضیلت کا اعتراف نہیں کرتے لیکن وہی جانے والے جب اس دنیا سے چلے جاتے ہیں تو پھر ہم کہتے ہیں کہ کتنی بڑی شخصیت تھی اور کیسا بڑا آدمی تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ کسی کے لئے یہ کہنا اگر رسمی جملہ ہو تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ حضرت مولانا عبدالکریم بیر شریف والےؒ کے لئے ہرگز ہرگز یہ رسمی جملہ نہیں بلکہ حقیقت وہ جو کسی عربی شاعر نے کہا تھا کہ!

ذهب الذين يعاف فی اكنافهم

ولقيت فی خلف كجلد اجلد

بہرصورت حضرتؒ کے جمعیت علماء اسلام پر و دیگر دینی حلقوں پر جتنے حقوق ہیں ہم ان کا بدلہ قیامت تک نہیں دے سکتے یہ رسمی بات نہیں حقیقت کہہ رہا ہوں کہ ہم حضرتؒ کے ان حقوق کا بدلہ ادا نہیں کر سکتے۔

ضعف کے باوجود افغانستان گئے:

آپ اندازہ لگائیے کہ اس شخصیت کے دل میں اسلام اور اہل اسلام کے لئے کتنی تڑپ تھی کہ جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمارے پڑوس افغانستان کی سرزمین پر امارت اسلامی طالبان کی صورت میں ایک تحفہ عنایت فرمایا اور اس روئے زمین پر ایک اسلامی حکومت قائم کی تو مجھے ذاتی طور پر یہ پتہ ہے کہ حضرتؒ خود بیماری اور ضعف کی حالت میں پورے سندھ کا دورہ کر کے ان کے

لئے مالی تعاون کا بندوبست کیا اور سکھر، لاڑکانہ اور آس پاس کے علاقوں سے کتنے ٹرک کھجور یہاں سے افغانستان پہنچائے اور پھر خود اس مملکت اسلامیہ کو دیکھنے کے لئے، طالبان کی حالت کو دیکھنے کے لئے ضعف کی حالت میں حضرتؒ خود ادھر تشریف لے گئے وہ سفر جس سے نوجوان بھی گھبراتے ہیں اور جان چھڑاتے ہیں لیکن حضرتؒ نے افغانستان کا پورا سفر کیا اور طالبان حکومت کے ذمہ داروں سے ملے۔

وہ کیا چیز تھی جس نے حضرتؒ کو مجبور کر دیا تھا، یہ حضرتؒ کے دل میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے غلبہ اسلام کے لئے جو جذبہ رکھا تھا وہی جذبہ حضرتؒ کو مجبور کرتا تھا اور حقیقت یہ ہے کہ ماشاء اللہ بہت بڑے عالم ہیں ذاتی تقویٰ بھی ان کا بڑا ہوتا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں عرض کرتا ہوں کہ ان کے دل میں غلبہ اسلام کی تڑپ کتنی ہے؟ یہی وہ چیز ہے جو انسان کو ممتاز کرتی ہے کہ واقعتاً اس شخص کے دل میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے دین اور مسلمانوں کے لئے ہمدردی ہے، جہاں بھی مسلمانوں پر کوئی مصیبت آئے، کوئی تکلیف پہنچے دل میں تڑپ پیدا ہو کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ یہ تڑپ حضرتؒ میں موجود تھی ہم جتنا بھی حضرتؒ کے فضائل اور محافل بیان کریں پورا نہیں کر سکتے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، ان جیسا علم نصیب فرمائے، ان جیسا تقویٰ نصیب فرمائے اور حق کے لئے مر مٹنے کا جو جذبہ ان میں تھا وہ عطا فرمائے اور اللہ تبارک وتعالیٰ جمعیت علماء اسلام کو حضرتؒ جیسے صالحین کی سرپرستی نصیب فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

(خطاب کے بعد جلسے کے اختتام پر حضرت اقدس مفتی صاحب دامت برکاتہم نے رقّت آمیز دعا فرمائی جو ہم سب کی زبانوں پر ہونی چاہئے اور وہ دعا یہ ہے!)

''اے اللہ جمعیت علماء اسلام کو استقامت علی الحق عطا فرما جو تھوڑی بہت محنت ہو رہی ہے اپنی بارگاہ میں قبول فرما، اے اللہ غلبہ اسلام کی جو محنت جمعیت علمائے اسلام کر رہی ہے اس محنت کو اپنے دربار میں قبول فرما، اس محنت کا ثمرہ ہمارے سامنے ظاہر فرما، اے اللہ ہمارے قائد کے علم وعمل اور عمر میں برکت عطا فرما جتنے بھی ہمارے بزرگ انتقال فرما گئے ہیں جن میں حضرت مولانا عبدالکریم (بیر شریف والے)، حضرت مولانا سبحان محمود صاحبؒ، حضرت مولانا طاسین صاحبؒ، حضرت مولانا موسیٰ خان صاحبؒ سب کو جنت الفردوس عطا فرما، ان کے درجات بلند فرما اور ان کے نقشِ قدم پر ہمیں چلنے کی توفیق عطا فرما۔''

''وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد و آلہ واصحابہ اجمعین برحمتک یاارحم الراحمین''

مجلس صلحاء کی برکات وفوائد

وقت:...... بعد نماز ظہر

تاریخ:...... ١٩٩٩ء

بمقام:...... قندھار امارت اسلامی افغانستان۔

مجلس صلحاء کی برکات وفوائد

الحمدلولیه والصلوۃ والسلام علی نبیه

وعلی اله وصحبه اجمعین

امابعد!

میرے قابل قدر علماء کرام اور گراں قدر طالبان!

خواجہ حافظ شیرازیؒ فرماتے ہیں

نصیحت گوش کن جاناں کہ از جان دوست تر دارند

جوانانِ سعادت مند پند پیرداناں را

آپ کے سامنے ایک پیر داناں، نے نہیں بلکہ سو "پیرداناں" نے تقریریں کیں میں صرف خلاصے کے طور پر چند باتیں عرض کروں گا۔

مجلس صلحاء کا پہلا فائدہ:

اس اجتماع کا سب سے پہلا اور بڑا فائدہ تو یہ ہے کہ اس اجتماع کی وجہ سے ہم اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت ومغفرت کے مستحق ہو گئے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ

جب ایمان والے، اللہ کے لئے ایک جگہ جمع ہو جائیں تو

"حفتھم الملائکۃ"

(صحیح مسلم جلد ۲ص ۳۴۵)

اللہ کے فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو معاف کر دیتے ہیں اور

"وذکرھم فی من عندہ"

اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر اپنی مجلس میں فخر کیساتھ کرتا ہے

اس اجتماع میں شریک پر اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ کی مغفرت حاصل ہوئی اور دربارالٰہی میں ان کا ذکر ہوا۔

مجلس صلحاء کا دوسرا فائدہ:

دوسرا بڑا فائدہ یہ حاصل ہوا کہ

ہم نے بڑے بڑے علماء اور صلحاء کی زیارت کی اور ان کی صحبت میں بیٹھنے کی سعادت حاصل کی......

میں دین دار مسلمانوں اور طالبان سے ایک مختصری عرض کردوں کہ صالحین کے ساتھ بیٹھنا اور ان کی صحبت، اوران سے الحاق یہ ایک ایسی نعمت ہے جس کے لئے اللہ کریم کے انبیاء نے بھی دعا کی ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی دعا کے آخری الفاظ یہ ہیں کہ

"والحقنی باالصالحین"

(سورۃ یوسف ایت ۱۰۱)

اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا کے آخری الفاظ یہ ہیں کہ

"وادخلنی برحمتک فی عبادک الصالحین'

(سورۃ نمل آیت ۱۹)

یہ دو دن جو آپ لوگوں نے علماء اور صلحاء کی صحبت میں گزارے اس سے بڑی نعمت دنیا میں اور کوئی ہے نہیں۔

مجلس صلحاء کا تیسرا فائدہ:

ہمارے ذہن میں تھا کہ

''امر بالمعروف ونہی عن المنکر''

اس کو کہتے ہیں کہ

ایک مسلمان نماز نہیں پڑھتا تھا اور میں نے اس کو کہا کہ

نماز پڑھو......

تو اس سے میرا یہ خیال تھا کہ

میں نے امر بالمعروف کیا......

ایک آدمی گناہ کا کام کرتا تھا اور میں نے اس کو گناہ سے منع کیا کہ یہ گناہ مت کرو تو میرے ذہن میں یہ تھا کہ

میں نے نہی عن المنکر کیا۔

حالانکہ ''اصول الشاشی'' سے لیکر ''توضیح وتلویح'' تک ''امر'' کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ

ھو قول القائل لغیرہ علی سبیل الاستعلاء افعل

(نور الانوار صفحہ ۲۴)

اور نہی کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ

''ھو قول القائل لغیرہ علی سبیل الاستعلاء لاتفعل''

(نور الانوار صفحہ ۶۱)

تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ اس کے لئے قوت کی ضرورت ہے اور وہ قوت یہاں افغانستان میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے علماء اور طالبان کو دی ہے۔

مجلس صلحاء کا چوتھا فائدہ:

چوتھا فائدہ یہ ہوا کہ

علماء کی نصیحتوں سے ہم یہ جان گئے کہ اس امارت اسلامی کا دوام اس میں مضمر ہے کہ

آپ لوگ سب سے پہلے اپنے عقیدے کی تربیت کریں۔

دوسرے نمبر پر اپنے عمل کی تربیت کریں۔

تیسرے نمبر پر بندوں کے جو حقوق اپنے ذمہ ہیں ان حقوق کی تربیت حاصل کریں۔

چوتھے نمبر پر معاشرتی زندگی اور آداب کی تربیت حاصل کریں۔

قرآن مجید میں سورۃ لقمان میں حضرت لقمان علیہ السلام اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

''یبنی لاتشرک باللہ''

اے میرے بیٹے، اللہ کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ

یہ عقیدے کی ترتیب ہے۔

"ووصّینا الانسان بوالدیہ"

(سورۃ لقمان ۔ آیت ۱۴)

ہم نے انسان کو اس کے والدین کے بارے میں تاکید کی ہے

یہ حقوق کی تربیت ہے

"یبنی اقم الصلوٰۃ"

اے میرے بیٹے نماز پڑھ

یہ عملی زندگی کی عبادات کی تربیت ہے۔اور

"ولاتصعر خدک للناس"

اور لوگوں سے بے رخی کا برتاؤ نہ کر

"واقصد فی مشیک"

اور اپنی چال میں میانہ روی اختیار کر

"واغضض من صوتک"

اپنی آواز کو نیچا رکھ

"ولاتمش فی الارض مرحا"

(پارہ ۲۱۔سورۃ لقمان ۔آیت ۱۹)

اور زمین پر متکبرانہ چال سے نہ چلا کر

یہ معاشرتی زندگی کے معاشرتی آداب کی تربیت ہے۔

میرے عزیز طالبان......!

اگر ہم نے ان آداب کی تربیت حاصل کی تو انشاء اللہ یہ امارت اسلامی دوام

بھی ہو جائیگی اور اللہ تبارک وتعالیٰ اس امارت اسلامی کو شرقاً غرباً جنوباً شمالاً وسعت بھی عطاء فرمائے گا۔

مجلس صلحاء کا پانچواں فائدہ:

پانچواح فائدہ یہ کہ

امیر المؤمنین کا پیغام ہم سب کو سنایا گیا اور اس پیغام میں اس بات کی نشاندہی کی گئی ہے کہ

اس امارتِ اسلامی اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے دین کے اعلاء کے لئے دوام علی الجہاد ضروری ہے

اسی لئے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔

اور جہاد کے بغیر دین کا اعلاء اور استعلاء دنیا میں نہیں آسکتا۔

میرے عزیزو.....!

یہ خیال ہی دل میں نہ لائیں کہ پورا افغانستان باغیوں سے پاک ہوا لہٰذا جہاد کی ضرورت باقی نہیں رہی اگر جہاد سے غفلت اختیار کروگے تو امارت اسلامی کی بقاء اور دوام باقی نہیں رہے گا۔

مجلس صلحا کا چھٹا فائدہ:

چھٹا فائدہ یہ ہوا کہ

علماء کرام کے نصائح سے ہمیں یہ معلوم ہوا کہ

تمہاری صفوں کے اندر علی الخصوص اور پوری قوم کی صفوں کے اندر علی العموم ''اتحاد واتفاق'' قائم رہنا چاہیے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ

"ید اللہ علی الجماعۃ"

(جامع ترمذی ج۲صفحہ۳۹)

اللہ تبارک وتعالیٰ کی مدد ونصرت جماعت (اتحاد واتفاق والوں) کے ساتھ ہوتی ہے اللہ تعالیٰ وہ دن کبھی نہ لائے جب افغانستان کے علماء طلباء اور صالح مسلمانوں کے اندر اختلاف پیدا ہو جائے اور اگر ہو گیا وہ دن آپ کے زوال کا (خاکم بدہن) پہلا دن ہوگا۔

مجلس صلحاء کا ساتواں فائدہ:

ساتواں فائدہ ہمیں یہ ہوا کہ

اپنی قوت ہمارا اعتماد بحال ہو گیا

اس کا کیا مطلب ہوا......؟

مطلب یہ ہے کہ

اس سے پہلے میرا اور میرے جیسے بہت سے لوگوں اور علماء کا یہ اعتقاد تھا کہ عالم اور حکومت یہ دو متضاد چیزیں ہیں۔

ملا حکومت کر نہیں سکتا۔ ہم افغانستان آئے اور ہر صوبہ گئے یہاں کے حالات دیکھے۔

امیر المؤمنین عالم......

صوبوں کے گورنر علماء......

ہر محکمے کا سربراہ عالم......

تو اس پر ہمارا اعتماد بحال ہو گیا کہ اس دنیا میں عالم، ......غیر عالم سے بدرجہا صحیح طریقے سے حکومت کر سکتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے خلافت کے لئے اپنے پیغمبر حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور حضرت آدم علیہ السلام دیگر انبیاء کے طرح ایک نبی تھے اور انبیاء کے وارث علماء ہیں بخاری شریف کی حدیث ہے۔

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں......

''کانت بنوا اسرائیل تسوسھم الانبیاء کلما ھلک نبی خلفہ نبی وانہ لانبی بعدی وسیکون خلفاء فیکثرون''

(متفق علیہ صحیح بخاری کتاب احادیث الانبیاء، باب ماذکر عن بنی اسرائیل، صحیح مسلم کتاب الامارۃ، باب وجوب الوفاء)

بنی اسرائیل کی سیاست ان کے انبیاء کرتے تھے جب ایک نبی فوت ہو جاتا تو اس کے پیچھے دوسرا نبی آتا اور میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، البتہ خلفاء ہوں گے اور بہت ہوں گے۔

تو چونکہ یہ علماء نبی کے وارث ہیں اور حق دار ہیں اور علماء کرام نے ثابت کیا کہ وہ سب سے بہتر طریقے سے حکومت کر سکتے ہیں۔

مجلس صلحاء کا آٹھواں فائدہ:

آٹھواں فائدہ اس اجتماع سے یہ ہوا کہ

اس اجتماع میں باہر سے بھی بہت سے علماء آئے ہیں اب یہ علماء جب واپس اپنے علاقوں میں جائینگے اور یہاں کے حالات بیان کرینگے تو وہاں پر بھی لوگ اس طرز کی حکومت کے لئے جدوجہد شروع کریں گے اور امارتِ اسلامی کے دوام کے لئے ہر ممکن قربانی دیں گے۔ اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے اور امارتِ اسلامی افغانستان کو دوام اور استحکام عطاء فرمائے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

ووٹ کی شرعی حیثیت

وقت:...... بعد نماز عشاء

تاریخ:...... ۲۹ ستمبر ۲۰۰۲ء

بمقام:...... ایوبیہ محلہ اتحاد ٹاؤن کراچی۔

ووٹ کی شرعی حیثیت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذباللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھدان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ ونشھدان سیدنا وسندنا وحبیبنا محمداً عبدہ ورسولہ ارسلہ بالحق بشیراً ونذیراً وداعیاً الیہ باذنہ وسراجاً منیراً

امّا بعد......!

فاعوذباللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ وکفی باللہ شھیدا

(سورۃ الفتح آیت ۲۸)

صدق اللہ العظیم

میرے محترم علماء کرام اور قابل احترام مسلکی برادری کے بھائیو......!

جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں کہ جلسے اور جلوس والی سیاست سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے لیکن موجودہ حالات میں، میں اپنا شرعی...... اخلاقی فریضہ سمجھتا ہوں کہ اپنے مسلمان بھائیوں کو اس سے آگاہ کروں کہ اس وقت اُن کا شرعی

فریضہ کیا ہے؟

یہودیوں کے مکروہ عزائم:

رات کافی بیت چکی ہے میں مختصراً چند باتیں آپ کی خدمت میں عرض کردوں گا۔ یہ خطہ اور ملک جس میں ہم رہتے ہیں اور ہمارے آس پاس جو علاقے ہیں ان علاقوں کے متعلق اور خود ہمارے ملک کے متعلق یہودیوں کے کچھ عزائم ہیں۔ اور وہ یہ عزائم یہ ہے۔

کہ اس خطے سے...... اور اس علاقے سے...... دین کے نام لیواؤں کو ختم کیا جائے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس خطے کے اندر ان کی جو مفادات ہیں...... ان کے جو عزائم ہیں۔

وہ مفادات اس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتے اور ان کے وہ عزائم اس وقت تک پورے نہیں ہوسکتے۔ جب تک اس خطے کے اندر اہل دین موجود ہو۔ دین دار لوگ موجود ہو...... اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات پر ایمان رکھنے والے...... اور انبیاء کرام علیہ السلام کے ماننے والے یہاں موجود ہو۔

یہود جانتے ہیں کہ اُس وقت تک اس خطے کے اندر ہمارے عزائم مکمل نہیں ہوسکتے۔ اس سے پہلے انہوں نے سب سے پہلے مذہب کے نام پر دہشت گردی کروائی...... اور مذہب کے نام پر دہشت گردی اس لئے کروائی...... تاکہ عام مسلمانوں کے نظر میں مذہبی طبقہ بدنام ہو...... اور لوگوں کا اپنے مذہب سے اور مذہبی رہنماؤں سے لوگوں کا تعلق کٹ جائے۔

اس کے بعد یہاں پر انہوں نے دینی مدارس کے خلاف پروپیگنڈہ کرنا شروع کیا کہ ان مدارس کے اندر دہشت گردی کی تعلیم دی جاتی ہے...... یہاں دہشت گرد بنتے ہیں...... یہاں فرقہ واریت کی تعلیم دی جاتی ہے...... یہاں تنگ نظری کی تعلیم دی جاتی ہے۔

اس پروپیگنڈہ کا مقصد یہ تھا کہ......

لوگوں کا دین سے تعلق کٹ جائے اور دین سے لوگ دور ہو جائیں اس لئے یہاں پر جتنے اللہ والے لوگ تھے...... اور دینی جماعتوں سے تعلق رکھتے تھے...... یا وہ لوگ جو اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس دین کو پوری دنیا میں غالب رکھنے کا جذبہ رکھتے تھے...... ان کے خلاف پروپیگنڈہ کیا گیا اور ان کو اس علاقے سے ختم کرنے کی کوشش کی گئی کہ وہ اس علاقے سے ختم ہو جائے تا کہ ہم اپنے عزائم کو پورے کر سکیں اور اپنے مفادات کو حاصل کر سکیں۔

مثلاً میں آپ کے سامنے ایک بات عرض کرتا ہوں...... اس بات سے آپ اندازہ لگا دیجئے کہ ان کے عزائم یہاں کیا ہیں......؟

یہودی منصوبہ بندی:

امریکہ کے اندر ان کے ماہرین ارضیات نے انہیں یہ رپورٹ دی کہ مغرب کی جو صنعتی ترقی ہے وہ ترقی بجلی کی وجہ سے ہے اور بجلی وہاں پیدا ہوتی ہے تیل سے...... اور یہ خلیج ہی مسلمانوں کے پاس ہے...... ان کی دولت ہے۔ وہاں ہو تو ہم قبضہ کر چکے لیکن خلیج کا تیل زیادہ سے زیادہ تیس پچیس سال بعد ختم ہو جائے گا۔ اس کے بعد بھی تاریکی ہوگی۔

تو ان کی ماہر ارضیات نے ان کو یہ رپورٹ دی کہ دنیا کے ایک اور مقام پر تیل کے ذخائر موجود ہیں اور وہ وسط ایشیا کی ریاستوں کے نیچے موجود ہیں وہ اتنا تیل ہے...... اتنا زیادہ گیس ہے کہ وہ دو سال تک دنیا کی ضرورت کو پورا کر سکتا ہے۔

یہودیوں نے...... اور امریکہ نے منصوبہ بندی کی...... کہ ایک جو تیل وسطی ریاستوں میں ہے اس پر قبضہ ہو۔

دوسرے نمبر پر منصوبہ بندی کی کہ یہ تیل جو اس مقام پر موجود ہے یہ محفوظ طریقے سے یورپ و امریکہ تک پہنچا سکے۔

اب اس تیل کو یورپ تک پہنچانے کے لئے بظاہر دو راستے تھے۔

ایک راستہ تو ایران سے ہو کر گزرتا ہے...... بندر عباس کے راستے اس سے یورپ منتقل ہونا تھا یہ راستہ پر خطر بھی تھا اور مہنگا بھی تھا۔

دوسری صورت یہ تھی کہ وہ تیل افغانستان کے راستے پاکستان میں یہ گوادر کی بندرگاہ تک پہنچے اور یہاں سے یورپ منتقل کر دی...... لیکن اس صورت میں یہ تیل تب محفوظ طریقے سے افغانستان کے علاقے سے گزرے گا جب طالبان حکومت ختم ہو جائے...... پاکستانی علاقے میں یہ پائپ لائن اس وقت محفوظ رہے گی...... جب یہاں پر دین دار طبقہ موجود نہیں ہوگا اور دین دار طبقہ یہاں پر ختم ہو جائے......

لاکھوں مسلمانوں کا خون بہایا گیا:

اپنی اس مفاد کو حاصل کرنے کے لئے انہوں نے افغانستان کے اندر لاکھوں مسلمانوں کا خون کیا...... اور لاکھوں انسانوں کا خون کر کے بھی یہ لوگ

انسانیت کی چیمپئن اور علمبردار کہلاتے ہیں...... پاکستان کے اندر مذہبی دہشت گردی کے لئے اپنے ڈالر خرچ کئے...... یہاں پر جتنی بھی دہشت گردی ہوتی ہے اس کے پیچھے درحقیقت یہودیوں کی دولت ہوتی ہے...... اور یہودیوں کی دولت کے ذریعے سے یہاں پر مسلمانوں کو آپس میں پاکستانی شہریوں کو آپس میں لڑوانے کی کوششیں کی جاتی ہیں۔

ابھی دو دن پہلے واقعہ ہوا (رمپہ پلازہ میں سات عیسائیوں کو جو قتل کیا گیا) مجھے یقین ہے کہ اگر اس کی تحقیق کی جائے تو یہ بات ثابت ہو جائے گی کہ اس کے پیچھے یہودیوں کا...... یا ہندوؤں کا ہاتھ ہے...... اور وہ اس ملک میں رہنے والے افراد کے درمیان تفریق چاہتے ہیں۔ لڑوانا چاہتے ہیں تاکہ ملک کی استحکام کو نقصان پہنچے۔ یہاں یہ صورتحال ہے دوسری طرف سیاسی طور پر ہمارے فوجی حکمران یہودیوں کی خدمت گزاری میں حد سے بڑھے ہوئے ہیں...... جب فوجی حکمران حد سے بڑھے تو یہاں ہمارے جو سیاسی رہنما تھے...... مختلف جماعتوں کے...... تو انہوں نے بھی یہودیوں کے سامنے امریکہ کے سامنے اپنی خدمات کو بڑھ چڑھ کر پیش کرنے شروع کئے۔

پیپلز پارٹی کے رہنماؤں نے......

مسلم لیگ کے رہنماؤں نے......

اور دیگر سیاسی رہنماؤں نے اپنی خدمات ان کی خدمت میں پیش کرنی شروع کئے اور اخبارات بھی گواہ ہیں کہ ان سب نے یہودیوں کی خدمت گزاری...... اور امریکہ کی خدمت گزاری کے لئے اپنی خدمات پیش

کیں۔

یہودیوں کا مقابلہ کرنے والی قوت:

یہاں پر یہودیوں اور امریکی قوت کا مقابلہ کرنے والی اگر کوئی قوت تھی تو وہ یہی مذہبی قوت تھی......

یہی علماء کی قوت تھی......

دینی اور مذہبی جماعتوں کی قوت تھی......

یہ اٹھ کھڑی ہوئیں اور انہوں نے اعلان کیا کہ ہم یہودیوں کی حاکمیت...... یا امریکہ کی حاکمیت تسلیم نہیں کرتے۔

جب انہوں نے یہ اعلان کیا تو یہودیوں کے ساتھ ساتھ یہاں کے بے دین طبقہ بھی یہ چاہتے ہیں کہ پاکستان میں مذہبی طبقہ وہ موثر نہ رہے...... اور یہ کسی طریقے سے ختم ہو جائے یہ صورتحال ہیں۔

مسلمانو......! اب ذرا جاگو:

میں سمجھتا ہوں کہ مسلمانوں کو اب جاگنے کی ضرورت ہے کہ ہمارے ملک کے فوجی حکمران پرویز مشرف اس ملک میں جو ایجنڈا چلا رہے ہیں۔

اگر وہ لوگ برسر اقتدار آگئے مشرف سے بھی بڑھ کر امریکہ کو اپنی خدمات پیش کرتے ہیں۔ تو آپ یقین جانئے نتیجہ پھر اس کا یہ ہوگا کہ۔

نہ آپ کا ایمان محفوظ رہے گا......

نہ یہ ملک محفوظ رہے گا......

نہ اسلام محفوظ رہے گا......

اور نہ اسلامی غیرت محفوظ رہے گی......

یہ سب کچھ وہ ختم کرنا چاہتے ہیں......

بے حیائی کا معاشرہ قائم کرنا چاہتے ہیں...... وہ معاشرہ جو یہودیوں کے سامنے اور امریکہ کے سامنے اپنی غلامی کا اقرار کریں۔

نظام کی تبدیلی کے لئے مجلس عمل کو ووٹ دیں:

اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ......

اس ملک کے اندر مسلمان باقی رہے۔

اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ......

اس ملک کے اندر اسلام باقی رہے۔

اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ......

اس ملک کے آئین میں اسلامی شقیں (دفعات) محفوظ رہیں۔

اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ......

اس ملک کے اندر امن وامان ہو

اس شہر کے اندر امن وامان ہو

اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ......

اس ملک کے باسی ایک دوسرے سے دست وگریباں نہ ہو۔

اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ......

اس ملک کے رہنے والے بھائی چارے اور محبت کیساتھ ایک

دوسرے کیساتھ بھائی بن کر رہے۔

تو اس کے لئے ضروری یہ ہے کہ......

آپ ''متحدہ مجلس عمل'' کو ووٹ دیں۔

متحدہ مجلس عمل کے امیدوار پاکستان میں کسی بھی حلقے سے کھڑے ہیں چاہے وہ کسی بھی جماعت سے تعلق رکھتے ہو۔ کیونکہ ان کا تعلق ایک نظریے کے ساتھ ہیں...... ان کا تعلق ایک منشور کے ساتھ ہیں۔

مجلس عمل کا نظریہ ومنشور:

آپ کا ووٹ اس منشور کے لئے ہے آپ کا ووٹ اس نظریئے کے لئے ہے۔

اور وہ نظریہ ہے...... اللہ تبارک وتعالیٰ کی کتاب کا نظریہ

وہ نظریہ ہے...... نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا نظریہ

یہاں پر وہ مسیحی برادری نے بھی یہ اعلان کیا ہے کہ علماء کرام کو ووٹ دیں گے۔

قومی اسمبلی کیلئے بھی۔

اور صوبائی اسمبلی کیلئے بھی......

اقلیتیں اور مجلس عمل:

میں ان مسیحی حضرات سے یہ عرض کروں گا کہ......

آپ کا یہ فیصلہ نہایت دانشمندانہ...... نہایت عاقلانہ اور بروقت فیصلہ

ہے۔اس لئے کہ جس ملک کے اندر آپ رہتے ہیں پچپن سال گزرے۔

اس ملک کی اکثریت مسلمانوں کی ہے...... مسلمانوں کو ان کے حقوق نہیں ملے تو ظاہر ہے آپ حضرات کو کیسے حقوق ملے ہوں گے۔

اسلام ہی دنیا کو وہ واحد مذہب ہے جس نے سب سے پہلے انسانی حقوق کا تصور پیش کیا...... اللہ تبارک وتعالیٰ کے تصور پیش کیا۔

اسلام سے پہلے کسی معاشرے کے اندر...... کسی قانون کے اندر...... کسی مذہب کے اندر انسان کے حقوق کا تصور نہیں تھا...... اسلام سے پہلے خدا تعالیٰ کی مخلوق کے حقوق کا تصور نہیں تھا...... اسلام وہ پہلا مذہب ہے جس نے انسانوں کی حیثیت سے ان کے حقوق کا تذکرہ کیا...... پڑوسیوں کے حقوق کا تذکرہ کیا...... مسلمانوں کے حقوق کا تذکرہ کیا...... حتیٰ کہ چرند اور پرند کے حقوق کا تذکرہ کیا...... اسلام درحقیقت حقوق کا مذہب ہے...... جو لوگوں کو ان کے حقوق مہیا کرتا ہے اور ان کے حقوق ان تک پہنچاتا ہے۔

اس لئے میں ان مسیحی حضرات سے عرض کر رہا ہوں کہ

اگر متحدہ مجلس عمل پاکستان کامیاب ہو جاتی ہے اور انشاء اللہ کامیاب ہوگی۔

تو انشاء اللہ آپ دیکھیں گے کہ آپ اس ملک کے ایک باعزت شہری اور فرد کی حیثیت سے اس ملک میں زندگی گزاریں گے...... اور پچھلے ادوار کے اندر اور آئندہ دور کے درمیان آپ فرق محسوس کریں گے۔

مجلس عمل نے حجت قائم کردی:

اگلی بات میں آپ لوگوں کی خدمت میں یہ عرض کردوں کہ پہلے بھی علماء الیکشن کے موقع پر آتے تھے...... پارلیمانی سیاست کرنے والی مذہبی جماعتیں مختلف مواقع میں الیکشنوں میں آتے رہتے تھے۔

جمعیت علماء اسلام کے لوگ الگ...... پلیٹ فارم سے

جماعت اسلامی والے حضرات الگ...... پلیٹ فارم سے

جمعیت علماء پاکستان والے الگ...... پلیٹ فارم سے

اہلحدیث والے حضرات الگ...... اپنے فلیٹ فارم سے آتے رہتے تھے۔

اس لئے پاکستان کے مسلمان بعض دفعہ یہ حجت اور دلیل پیش کرتے تھے کہ ہم تو دین کو چاہتے ہیں لیکن ہمارے پاس دین کے نام سے اتنے لوگ آتے ہیں کہ ہماری سمجھ میں نہیں آرہا کہ ہم کس کو ووٹ دیں......؟

ہم کس کے اسلام کو ووٹ دیں......؟

بعض دفعہ وہ کہتے تھے کہ......

کیا مولانا نورانی صاحب کا اسلام الگ ہے......؟

کیا مولانا فضل الرحمٰن صاحب کا اسلام الگ ہے......؟

کیا قاضی حسین احمد صاحب کا اسلام الگ ہے......؟

یہ صورتحال تھی۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ حضرات اور اس ملک کے مظلوم طبقے کی دعا قبول فرمائی۔اور تمام دیندار اور دینی سیاست کرنے والی

جماعتوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے متحد کیا اب وہ اتحاد کے ساتھ اور اتفاق کے ساتھ آپ کے سامنے پیش ہوئے ہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ......

علماء کو کامیاب نہ کرنے کی صورت میں عذاب کا اندیشہ:

اگر ہمارے پاکستانی بھائیوں نے ہمارے مسلمان بھائیوں نے اب بھی علماء کرام کی اس قوت کا ساتھ نہ دیا تو کہ اس ملک پر اور اس ملک کے باشندوں پر آئندہ اللہ کا عذاب نہ آجائے۔

آپ لوگ اللہ تبارک وتعالیٰ کے عذاب کو دعوت نہ دیں...... اس لئے کہ جو دلیل آپ پیش کرتے تھے کہ یہ لوگ الگ الگ ہیں۔ ہم کس کو ووٹ دیں؟

ہم کس کے اسلام کو ووٹ دیں...... وہ دلیل ختم ہوگئی۔

اب وہ اتفاق واتحاد کے ساتھ آپ کے سامنے ہیں...... اب بھی اگر ان کا ساتھ نہ دیا گیا...... اگر اب بھی اللہ تعالیٰ کے دین کے علمبرداروں کو اس امت نے...... اس پاکستانی قوم نے ان کا ساتھ نہیں دیا۔ تو مجھے یہ خوف ہے کہ آئندہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا عذاب نہ آجائے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہم اس وقت بھی عذاب ہی میں مبتلا ہے۔

یہ جو یہودیوں کی حاکمیت ہم پر مسلط کی جارہی ہے...... امریکہ کی حاکمیت ہم پر مسلط کی جارہی ہے یا طور پر ہمارے درمیان لسانی تعصبات جو موجود ہیں۔ لسانی تعصبات اور زبان کے بنیاد پر لوگ ایک دوسرے کے دشمن

بنے ہوئے ہیں...... یہ سب کچھ درحقیقت اللہ تعالیٰ کا عذاب ہی تو ہے۔

ہم پرویز مشرف کی حکومت کو تو سوچتے ہیں لیکن یہ نہیں سوچتے کہ یہ ہمارے اعمال کا نتیجہ ہے...... ہمارے اعمال ہی کی بدولت اس قسم کے لوگ ہم پر مسلط ہوئے ہیں اور آئندہ بھی اگر سمجھداری سے کام نہیں لیں گے تو اس قسم کے لوگ ہم پر مسلط ہوں گے۔

میں صاف بات آپ سے کہدوں
کہ پاکستانی عوام نے کئی مرتبہ فوجی حکومتوں کو آزمالیا
ایوب کی فوج حکومت آزمالی گئی......
جنرل یحیٰ خان کی حکومت آزمالی گئی......
جنرل ضیاء الحق صاحب کی حکومت کو بھی لوگوں نے دیکھا
اور اس کے بعد اب تین سال سے پرویز مشرف صاحب کی حکومت کو لوگ دیکھ رہے ہیں۔

تو مجموعی لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو تیں پینتیس سال تک فوجی حکومتیں اس ملک پر رہی۔ لیکن اس تیں پینتیس سال فوجی حکومتوں نے...... عوام کی بھلائی کے لئے...... اس ملک کے رہنے والوں کی خوشی کے لئے ایک ذرہ برابر بھی کام نہیں کیا۔

یہاں پر مسلم لیگ کی حکومتیں رہی...... جب سے پاکستان بنا ہے...... ابتداہی سے مسلم لیگ کی حکومت رہی...... جنرل ایوب خان صاحب فوجی وردی اتار کر سامنے آئے...... تو وہ بھی مسلم لیگ کے نام سے آئے...... جونیجو

صاحب کی حکومت بھی مسلم لیگ ' کے نام سے تھی ...... اس کے بعد دو مرتبہ نواز شریف صاحب کی حکومت آئی ...... تو وہ بھی مسلم لیگ کے نام سے ......

مجموعی لحاظ سے اگر دیکھا جائے ...... تو تقریباً پندرہ بیس سال یہاں مسلم لیگیوں کی حکومت رہی لیکن انہوں نے بھی یہاں کے عوام کے لئے ......

مسلمانوں کیلئے ......

اس ملک کے رہنے والے کسی فرد کیلئے ......

چاہے اس کا کسی بھی مذہب سے تعلق ہو ......

اس کی خوشحالی کے لئے کچھ نہیں کیا ...... اور دھوکہ ہی دھوکہ دیا۔

یہاں پیپلز پارٹی کی حکومت رہی ......

بھٹو صاحب کی حکومت رہی ......

پھر دو دفعہ بے نظیر بھٹو صاحبہ کی حکومت رہی ہے ......

مجموعی لحاظ سے ان کی حکومت کا عرصہ دس سال سے کم نہیں بنتا ......

انہوں نے بھی روٹی، کپڑا، مکان کے نعرے لگائے ...... اور غریبوں کو ......

مزدوروں کو اپنی طرف متوجہ کیا ......

لیکن آپ نے دیکھا کہ انہوں نے غریبوں کے لئے ...... مزدوروں کے لئے ...... اس ملک کے پسے ہوئے طبقے کے لئے کچھ نہیں کیا۔

یہاں مختلف مواقع پر ایم کیو ایم بھی صوبائی حکومت میں شریک رہی ...... مرکزی حکومت میں شریک رہی ...... اسی طرح اے این پی اور دیگر علاقائی

جماعتیں جو ہمارے سامنے ہیں ...... صوبہ سرحد میں کئی حکومتوں میں ان کے لوگ موثر قوت کے طور پر شریک رہے ...... لیکن آپ جانتے ہیں کہ وہاں کے عوام کے لئے انہوں نے کیا کیا ...... ؟ کون سے حقوق انہوں نے دلائے۔

اور ان کی غیرت کا عالم یہ ہے ...... یہ جو پشتونیت کا اور پشتو کا نام جو لیتے ہیں لیکن پشتو کا عالم یہ ہے کہ جہاد افغانستان میں ظاہر شاہ برسراقتدار تھا یہ کہتے تھے کہ ولی خان اور ظاہر شاہ ...... بھائی بھائی ہیں۔

داؤد ظاہر شاہ کی حکومت کا تختہ الٹا ...... یہ کہنے لگے کہ ولی خان اور داؤد ...... بھائی بھائی ہیں۔

پھر نور محمد ترکئی کی کمیونسٹ حکومت آئی اس نے داؤد کو قتل کر دیا ...... یہ کہنے لگے کہ ترکئی اور ولی خان ...... بھائی بھائی ہیں۔

غیرت کا عالم دیکھو کہ قاتل کو بھی بھائی کہتے تھے اور مقتول کو بھی بھائی کہتے تھے۔ پھر نور محمد ترکئی کو حفیظ اللہ امین نے قتل کیا ...... تو حفیظ اللہ امین بھی ولی خان کا بھائی تھا۔

پھر حفیظ اللہ امین کو ببرک کارمل نے قتل کیا پھر یہ کہتے تھے کہ ولی خان اور کارمل بھائی بھائی ہیں۔

پھر ببرک کارمل کو ڈاکٹر نجیب نے بھگایا پھر یہ کہتے تھے کہ ......

ڈاکٹر نجیب اور ولی خان ...... بھائی بھائی ہیں۔

ان کی عجیب غیرت ہے ...... کہ مقتول بھی ان کا بھائی تھا اور قاتل بھی ان کا بھائی تھا۔

ان کے اندر کونسی پشتو ہے...... ؟ ان کے اندر کونسی پشتونیت ہے...... ؟

حقیقت یہ ہے کہ ولی خان کے والد محترم بادشاہ خان جو تھے...... یقیناً آزادی کے لئے ان کی خدمات تھیں...... لیکن ولی خان کے بعد ان کے جو نسل چلیں انہوں نے تو وہ کارنامے انجام دیئے کہ بادشاہ خان کو قبر میں شرم آئی گی

قبر میں وہ شرماتا ہوگا کہ پشتو کے نام پر میری اولاد یہ کیا کر رہی ہے...... ؟

کسی کے دھوکے میں نہ آئیں

اس لئے میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ......

آپ اس قسم کے کسی دھوکے میں مزید نہ آئے...... پچپن سال آپ نے یہ دھوکے کھائے ہیں...... اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ موجودہ دور میں آپ کا یہ شرعی فریضہ ہے...... اخلاقی فریضہ ہے...... کہ آپ متحدہ مجلس عمل کے نامزد کردہ امیدوار...... جس حلقے میں ہو اور جو بھی ہو آپ ان کو ووٹ دیں تا کہ یہ ملک مستحکم رہے...... یہ ملک باقی رہے...... اس ملک کے اندر اسلام اور مسلمان باقی رہے...... ایمان اور غیرت باقی رہیں۔

اس قوت کو جب آپ آگے بڑھائیں گے...... تو یہی قوت امریکہ کے سامنے...... یہودیوں کے سامنے...... اس ملک کے بے دینوں کے سامنے کھڑی ہوگی...... اور یہی قوت ان سے مقابلہ کرے گی...... یہی قوت ہمارے ایمان کی حفاظت کرے گی۔

اس لئے یہ آپ کا شرعی فریضہ ہے......

ملی فریضہ ہے......

اخلاقی فریضہ ہے......

کہ علماء کی اس قوت کو...... اہل دین اس قوت کو...... آپ کامیاب کریں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائیں۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

اپنے اعمال سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف نہ پہنچائیں

وقت:...... بعد نماز عصر

تاریخ:...... اپریل ۲۰۰۲ء

بمقام:...... جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی۔

اپنے اعمال سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف نہ پہنچائیں

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیّات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھدان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشھدانّ سیدنا وحبیبنا ومولانا محمداً عبدہ ورسولہ ارسلہ بالحق بشیراً ونذیراً وداعیاً الیہ باذنہ وسراجاً منیراً، اما بعد......!

فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"یاایھا الذین امنوا لا تکونوا کالذین اذوا موسیٰ فبراہ اللہ مما قالوا وکان عند اللہ وجیھًا"

(احزاب آیت ۶۹)

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں

اے ایمان والو! تم ان بنی اسرائیل کی طرح نہ بنو جنہوں نے موسیٰ کو ایذاء و تکلیف پہنچائی پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو اس بات سے بری کر دیا جو وہ اسکے متعلق کہتے تھے اور موسیٰ اللہ کے نزدیک صاحب وجاہت تھے۔

حدیث شریف میں اس آیت کی تفسیر میں ایک واقعہ منقول ہے۔

کہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل اس میں ایک رواج تھا۔ اجتماعی غسل کرنے کا۔ کہ وہ سب اجتماعی طور پر ننگے ایک مقام پر غسل کیا کرتے تھے۔

حضرت موسیٰ بڑے باحیا تھے:

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق حدیث شریف میں آتا ہے کہ

"اِنَّ موسیٰ کان رجلاً حییاً"

یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام بڑے باحیا تھے اور پردے والے تھے۔

اس لئے وہ غسل کے وقت ایسے مقام پر جاکر غسل فرماتے جہاں کسی کی نظر ان پر نہ پڑتی تو اس وجہ سے بنی اسرائیل نے یہ پروپیگنڈہ کیا کہ حضرت موسیٰ کسی مرض میں مبتلا ہے اس وجہ سے علیحدہ غسل کرتے ہیں۔

حدیث شریف:

حدیث شریف میں پوراواقعہ نقل ہے

(عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان موسی کان رجلا حییا مستترا لا یریٰ من جلدہ شیٔ استحیاء منہ فاذاہ من اذاہ من بنی اسرائیل فقالوا ما یستتر الا من عیب بجلدہ اما برص واما ادرۃ واما افۃ وان اللہ اراد ان یبرئہ مما قالو الموسیٰ فخلا یوما وحدہ فوضع ثیابہ علی الحجر ثم اغتسل فلما فرغ اقبل الی ثیابہ لیاخذھا وان الحجر عن الثوبہ فاخذ موسیٰ عصاہ وطلب الحجر فجعل یقول ثوبی حجر حتیٰ انتھی الیٰ ملاء من بنی اسرائیل فرأوہ عریانا احسن ما خلق اللہ وابرآہ مما یقولون وقام الحجر فاخذ ثوبہ فلبسہ وطفق بالحجر ضربا بعصاہ فواللہ ان

بالحجر من اثر ضربہ ثلثا او اربعا او خمسا۔

(صحیح بخاری کتاب الانبیاء باب حدیث الخضر مع موسیٰ علیہ السلام)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

موسیٰ علیہ السلام بڑے ہی باحیاء اور ستر پوشی کے معاملے میں انتہائی محتاط تھے ان کی حیاء اور شرم کا یہ عالم تھا کہ ان کے بدن کا کوئی حصہ بھی نہیں دیکھا جاسکتا تھا۔ بنی اسرائیل کے جو لوگ انہیں اذیت پہنچانے کے درپے تھے وہ کیوں باز رہ سکتے تھے۔ ان لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ اس درجہ ستر پوشی کا اہتمام صرف اس لئے ہے کہ ان کے جسم میں عیب ہے یا برص ہے یا خصیتین بڑے ہیں۔ یا پھر کوئی اور بیماری ہے ادھر اللہ تعالیٰ یہ ارادہ کرچکا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کی ان سے برات کرے گا۔

ایک مرتبہ موسیٰ علیہ السلام تنہا غسل کرنے کیلئے آئے اور ایک پتھر پر اپنے کپڑے اتار کر رکھ دئے پھر غسل کیا جب فارغ ہوئے تو کپڑے اٹھانے کے لئے بڑھے، لیکن پتھر (خدا کی حکم سے) ان کے کپڑوں کے سمیت بھاگنے لگا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا اٹھایا اور پتھر کے پیچھے پیچھے دوڑے، یہ کہتے ہوئے کہ اے پتھر میرا کپڑا دے دے۔ آخر بنی اسرائیل کی ایک جماعت تک پہنچ گئے، ان سب نے آپ کو اللہ کی مخلوق میں سب سے بہتر حالت میں ننگا دیکھ لیا۔ اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کی تہمت سے آپ کی براءت کردی اب پتھر بھی رک گیا اور آپ نے کپڑا اٹھا کر پتھر کو اپنے عصا سے مارنے لگے۔ بخدا، اس پر پتھر پر مارنے کی وجہ سے تین چار یا پانچ نشانات پڑ گئے تھے)

مقصدِ حدیث:

اس واقعہ کے بارے میں حدیث شریف میں یہ منقول ہے کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے باعثِ ایذا تھا، تکلیف دہ تھا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کے سبب یہ ایذا ان کو پہنچی۔

اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے یہ ارشاد فرمایا کہ

"یاایھا الذین امنو لاتکونوا کالذین اذوموسیٰ"

(سورۂ احزاب آیت ۶۹)

فرمایا کہ یہ ان لوگوں کی طرح جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایذا پہنچائی تھی۔ مت بنو۔

اس کا مفہوم یہ ہے کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے اپنے پیغمبر کی نافرمانی کی اور نافرمانی کی وجہ سے اپنے پیغمبر کے لئے ایذا اور تکلیف کا باعث بنیں۔

حضورؐ کے لئے باعث ایذا نہ بنیں:

اس لئے مسلمانوں کو خطاب کر کے یہ فرمایا کہ تم اپنے پیغمبر کی خلاف ورزی کر کے......

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں کی خلاف ورزی کر کے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح اپنے پیغمبر کے لئے باعثِ ایذا مت بنو۔

حدیث شریف میں ہے کہ

امت کے اعمال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کئے جاتے ہیں۔

اگر ان اعمال میں اعمالِ صالحہ کا غلبہ ہوتا ہے۔ نیک اعمال زیادہ ہوجاتے ہیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشی ہوتی ہے

اور جو اعمال پیش کئے جاتے ہیں ان میں برے اعمال، گناہوں کا غلبہ ہو تو یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے باعثِ ایذا، اور باعث تکلیف ہے۔

اور بحیثیت مسلمان ہمارے عقیدے میں یہ بات شامل ہے کہ ہم اس دنیا میں جتنے اعمال کرتے ہیں یہ محفوظ ہوتے ہیں۔

حفاظتِ اعمال کا ایک طریقہ:

حفاظت کا ایک ذریعہ وہ ہے جو قرآن کریم میں ہے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

یہ تمام اعمال لکھے جاتے ہیں۔

اور قیامت کے دن میں ہمارا اعمال نامہ ہمارے ہاتھ میں دیا جائے گا۔ تو قرآن کریم کے بیان کے مطابق جب انسان اپنے اعمال نامے کو دیکھے گا تو پکارے گا کہ

'مال ھذا الکتاب لایغادر صغیرة ولا کبیرة الا احصاھا.

(سورۂ کہف آیت ۴۹)

اس اعمالنامے کو کیا ہوگا کہ اس نے زندگی کے چھوٹے سے چھوٹا قصہ، چھوٹے سے چھوٹا عمل اور چھوٹے سے چھوٹا واقعہ ایسا باقی نہیں جو اس میں موجود نہ ہو تو ایک حفاظت کا ذریعہ تو یہ ہے۔

حفاظتِ اعمال کا دوسرا ذریعہ:

دوسرا ذریعہ حفاظت کا یہ اللہ تعالیٰ علم ہے۔

ایک مسلمان کی حیثیت سے ہم سب کا یہ عقیدہ ہے کہ ہماری زندگی کا

ایک ایک حصّہ......

ایک ایک واقعہ......

ایک ایک عمل......

اللہ کے علم ازلی میں ہے۔

اور قیامت کے دن جب ہم اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے پیش ہوں گے۔تو ایک ایک عمل کے مطابق یہ پوچھا جائے گا کہ۔

فلاں عمل کیوں کیا تھا......؟

آیت کی تفسیر حدیث سے:

حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کی تفسیر میں حضرت عائشہؓ سے حدیث منقول ہے۔

قرآن کریم میں حساب یسیر کا ذکر ہے کہ قیامت کے دن اللہ تبارک وتعالیٰ بندے سے آسان حساب لے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"فسوف یحاسب حسابًا یسیرًا"

(سورۃ انشقاق آیت نمبر ۸)

تفسیر میں یہ حدیث منقول ہے......

عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس احدٌ یحاسب الاھلک قالت قلت یارسول اللہ جعلنی اللہ فدآءک الیس یقول اللہ عزوجل فامّا من اوتی کتابہ بیمینہ فسوف یحاسب حسابا یسیرا .قال ذالک العرض یعرضون ومن نوقش الحساب ھلکَ۔

(صحیح بخاری، کتاب التفسیر باب اذالسماء انشقت)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کسی کا بھی قیامت کے حساب لے لیا گیا تو وہ ہلاک ہوجائے گا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ مجھے آپ پر قربان کرے، کیا اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ "جس کسی کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں ملے سو اس سے آسان حساب لیا جائے گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آیت میں جس حساب کا ذکر ہے وہ تو صرف پیشی ہوگی وہ پیش کئے جائیں گے اور چھوٹ جائیں گے لیکن جس سے پوری حساب لے لیا گیا وہ ہلاک ہوگیا۔

تو جب حضورؐ نے یہ ارشاد فرمایا کہ

"لیس احدٌ یحاسب الاھلک"

جس شخص سے محاسبہ کیا گیا یعنی اس سے پوچھا جائے کہ یہ فلاں عمل تم نے کیوں کیا تھا......؟

تو اس قسم کا سوال جس سے ہوا تو وہ شخص ہلاک ہوا، تباہ ہوا، برباد ہوا، کیونکہ اس کیوں کا جواب کسی کے پاس موجود نہیں۔

تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ نے فرماتے ہیں کہ جس سے حساب لیا گیا تو وہ ہلاک ہو گیا اور قرآن کریم بھی اللہ رب العزت فرماتے ہیں۔

"فسوف یحاسب حسابا یسیرا

(سورۃ انشقاق آیت نمبر ۸)

کہ ہم آسان حساب لیں گے۔

آپ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

آسان حساب یہ ہے کہ قیامت کے دن جب بندہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے پیش ہوگا۔

اللہ تعالیٰ اپنے علم ازلی پر اس بندے کو کہے گا کہ تم نے یہ عمل کیا تھا، وہ عمل کیا تھا یہ برائی کی تھی۔

وہ برائی کی تھی۔

لیکن جاؤ ہم نے سب معاف کر دیا..... ایسی صورت بھی پیش آئے گی کہ بعض بندوں کے متعلق اللہ تبارک وتعالیٰ کے رحم وکرم کا معاملہ ایسا ہوگا۔

کہ انسان پر ان کے اعمال پیش کر کے احسان فرمائے گا کہ

جاؤ جنت میں ہم نے تم کو معاف کر دیا

یہ حساب یسیر ہے کہ ان پر انکے بداعمالیاں تو پیش کیے جائیں گے لیکن مواخذہ نہیں ہوگا۔

کیوں کا سوال نہیں ہوگا۔

یہ حساب یسیر ہے۔

تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ حساب کا دوسرا ذریعہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا علم ازلی ہے، علم ازلی میں یہ سب کچھ محفوظ ہے۔

مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی کا واقعہ:

حضرت شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی ایک مشہور محدث اور بزرگ گزرے ہیں انہوں نے ایک دن مجلس میں لوگوں سے پوچھا کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ

گزرا وقت ہاتھ نہیں آتا

تو یہ وقت کہاں جاتا ہے.....؟

تو اہل مجلس چپ ہو گئے۔

حضرت نے فرمایا کہ یہ جو وقت گزرتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کے پاس جا کر محفوظ ہو جاتا ہے ان اعمال کے ساتھ جو اعمال اس بندے کے کیے جاتے ہیں۔ جس وقت میں اعمال کیے جاتے ہیں۔ ان اعمال کو اپنے ساتھ محفوظ لے کر اللہ تبارک وتعالیٰ کے پاس جاتا ہے۔

اور حدیث بیان کی کہ قیامت کے دن جب بندہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے پہنچے گا تو ایک صورت تو یہ ہے کہ جب اس سے پوچھا جائے کہ تم نے یہ کام کیوں کیا؟

تو یہ انکار کر دے کہ میں تو یہ نہیں کہا۔

اور ایک جواب قرآن کریم میں ہے کہ

"الیوم نختم علی افواھھم"

(سورہ یٰس آیت نمبر ۶۵)

فرمایا کہ ہم اس انسان کے منہ پر مہر لگادیں گے اس کے قوت گویائی کو سلب کریں گے ختم کریں پھر فرمایا کہ

"وتکلمنا ایدیھم وارجلھم"

(سورہ یٰس آیت نمبر ۶۵)

کہ اس کے اعضاء سے ہم بات کریں گے۔

اس کے ہاتھ سے......

پیر سے......

آنکھ سے......

ہر ہر عضوء سے...... پوچھا جائیگا۔

ہر ہر عضوء کیساتھ جو گناہ کیا ہے وہ عضو اقرار کرے گا کہ میں نے یہ فلاں گناہ کیا ہے۔

اور دوسرا ذریعہ وقت ہے، جو اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ محفوظ ہے، اور وقت کے اندر جو گناہ کیے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس وقت کو ان اعمال کیساتھ تو خود اٹھادیں گے جو اس انسان نے اس وقت کے اندر کیے گئے تو یہ انسان اس عمل کو خود کرتا ہوا سامنے دیکھے گا کہ یہ عمل میں نے کیا تھا۔ جو عمل اس نے دنیا میں کیا ہے تو یہ انسان اس کو اپنے

سامنے دیکھے گا۔

یہ ساری چیزیں میں نے اس لئے بیان کیے۔

ہمارے گناہوں سے حضورؐ کو تکلیف پہنچتی ہے۔

کہ جب قیامت کے دن ہمارے اعمال اور ہمارے سارے کرتوت جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آئیں گے۔ تو ظاہر ہے آپؐ کے لئے امت کی یہ ساری چیزیں باعثِ ایذاء اور باعث تکلیف ہوں گے۔

ہم جو گناہ کرتے ہیں۔ یہ صرف یہ نہیں کہ ہمارے پر باعث نہیں کہ ہم اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں بلکہ اس لئے ہمارے پر باعث ہیں کہ ہمارا یہ عمل حضور ﷺ کے لئے باعث ایذا اور باعث تکلیف ہے۔

تو یہ ارشاد فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح نہ بنو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو انہوں نے ایذا پہنچائی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایذاء کیسی پہنچائی:

ایذا کیسی پہنچائی تھی......؟

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تہمتیں لگائی تھی۔

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تبارک وتعالیٰ کے جو احکام لے کے آئے تھے امت نے ان احکام کی خلاف ورزی کی۔ یہ نافرمانی کا عمل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے باعثِ ایذا تھا۔

اس قسم کے ہمارے اعمال جو ہیں یہ بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے باعث ایذا ہے۔ اس جہت اور اس زاویہ صورت سے بھی ہمیں اپنے گناہوں پر سوچنا چاہئے کہ

ہم جو گناہ کر رہے ہیں کہ اعمال صرف یہ نہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے احکام تک خلاف ورزی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خلاف ورزی ہے بلکہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے باعث ایذا بنتے ہیں۔ اور باعث ایذا بننا یہ انسان کے لئے انتہائی کی خطرناک ہے۔

اپنا محاسبہ خود کریں:

اور حدیث شریف میں ہے کہ......

"حاسبوا قبل ان تحاسبوا"

خود اپنا محاسبہ کرو اس سے پہلے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے۔

انسان کے لئے یہ لازم ہے کہ وہ کم از کم دن میں ایک مرتبہ اپنے اعمال کا محاسبہ کرے کہ آج کے دن میں جو وقت گزرا اس وقت میں میری حسنات، میری نیکیوں کا پلہ بھاری تھا یا میرے گناہ زیادہ تھے۔

رات کو جب انسان آرام کے لئے، سونے کے لئے لیٹتا ہے تو کم از کم ایک لمحہ بھر کے لئے اپنے پورے دن کے اعمال کا محاسبہ کرنا چاہئے کہ آج میرے حسنات زیادہ ہیں یا سیئات۔

یہ مراقبہ اور محاسبہ جب انسان خود کرتا ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یہ انسان اپنے اعمال سے پھر غفلت اختیار نہیں کرتا۔ اس کو ہمیشہ اپنی اصلاح کی فکر ہوتی ہے۔

لیکن انسان جب اپنی بیماری ہی سے غافل ہو۔

بیماری کو بیماری ہی نہ سمجھے تو ظاہر ہے۔ پھر علاج کی فکر وہ کہاں کرے گا......؟

علاج کی فکر تو تب ہوتی ہے جب انسان کو بیماری کا احساس ہو۔ اور بیمار ہونے کا یہ احساس تب پیدا ہوتا ہے جب انسان خود اپنے اندر کی اصلاح کے لئے اپنے اعمال کا محاسبہ کریں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں عمل کرنے کی اور بچنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

خطاب......تقریب ختم بخاری شریف

وقت:......صبح نو بجے

تاریخ:......اکتوبر ۲۰۰۰ء

بمقام:......جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی۔

خطاب......تقریب ختم بخاری (شریف)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکّل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیّات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھدان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشھدانّ سیدنا وحبیبنا ومولانا محمداً عبدہ ورسولہ ارسلہ بالحق بشیراًونذیراًوداعیاً الیہ باذنہ وسراجاً منیرا۔

امّابعد.....!فانّ اصدق الحدیث کتاب اللہ وخیر الھدی ھدی محمّد صلی اللہ علیہ وسلّم وشرّ الامور محدثٰتھا وکل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النّار۔

امّابعد......!

فقد قال الامام البخاری رحمۃ اللہ علیہ بالسّند المتّصل منّا الیہ!"باب قول اللہ ونضع الموازین القسط لیوم القیامۃ وانّ اعمال بنی آدم وقولھم یوزن......وقال مجاھد القسطاس العدل بالرومیۃ ویقال القسط مصدر المقسط وھو العادل وامّا القاسط فھو الجائر حدثنی احمدبن اشکاب حدثنا محمدبن فضیل عن عمارۃ بن القعقاع عن ابی زرعۃ عن ابی ھریرۃ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کلمتان حبیبتان الی الرحمن خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم"

یہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم کتاب صحیح بخاری کا آخری باب ہے۔

امام بخاریؒ کی اس کتاب صحیح بخاری کو اللہ تعالیٰ نے جو مقبولیت عطا فرمائی ہے امت اس بات پر متفق ہے کہ کتاب اللہ یعنی قرآن مجید کے بعد اس دنیا میں صحیح ترین اور اصح ترین کتاب ''صحیح بخاری'' ہے۔

امام بخاریؒ نے اس کتاب کو علم وفن کے قواعد کو ملحوظ رکھ کر اور علم اور فن حدیث کے جتنے علوم تھے، تمام علوم کو سامنے رکھ کر اس کتاب کو ترتیب دیا...... لیکن ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی کتاب کو جو مقبولیت عطا فرمائی ...... وہ مقبولیت صرف اس بناء پر نہیں کہ صحیح بخاری علم حدیث کے قواعد یا قوانین کے مطابق لکھی گئی ہے بلکہ اس کی مقبولیت کی وجہ یہ ہے کہ امام بخاریؒ کو اللہ تعالیٰ نے جو اخلاص نصیب فرمایا تھا...... یہ اس اخلاص کا نتیجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو وہ مقبولیت عطا فرمائی کہ قرآن کریم کے بعد امت اس کو صحیح ترین کتاب مانتی ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ!

امام مالکؒ نے جب اپنی کتاب ''الموطا'' لکھی تو اس زمانے میں مدینہ منورہ میں کچھ دوسرے علماء، فقہاء اور محدثین تھے ...... جنہوں نے موطا کے نام سے کتابیں لکھی تھیں امام مالکؒ کے کسی شاگرد نے امام مالکؒ سے پوچھا کہ!

''آپ کی کتاب الموطا کی کیا خصوصیت ہے؟ جس طرح کتاب آپ نے لکھی ہے اسی طرح آپ کے ہم عصر علماء نے بھی لکھی ہیں''

امام مالکؒ نے جواب میں ایک جملہ ارشاد فرمایا کہ ''ٹھیک ہے، لیکن تم دیکھو گے کہ!

ما کان للہ یرفع (جو کتاب اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے ہوگی وہی باقی رہے گی)''

اور آج حقیقت یہ ہے کہ امام مالکؒ کی الموطا موجود ہے اور امت اس سے فائدہ اٹھا رہی ہے اور اس وقت دیگر علماء نے جو کتابیں لکھی تھیں آج نہ کوئی اسکے مصنف کو جانتا ہے اور نہ ہی مصنف اور کتاب کو جانتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جو کام اللہ تعالیٰ کے لئے ہو، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہو تو اس کام کو اللہ تعالیٰ دوام عطا فرماتا ہے۔

بخاری اصح الکتب بعد کتاب اللہ:

امام بخاریؒ کی کتاب کو جو اللہ تعالیٰ نے مقبولیت دی ہے کہ سب اس کو ''اصح الکتب بعد کتاب اللہ'' مانتے ہیں تو اس کی بنیادی وجہ امام بخاریؒ کا اخلاص ہے جس کی طرف امام بخاریؒ نے کتاب کی پہلی حدیث میں ارشاد فرمایا کہ!

''انما الاعمال بالنیات و انما لامرء ما نوی من کانت هجرته الی الله ورسوله فهجرته الی الله ورسوله ومن کانت هجرته الی دنیا یصیبها او امراة یتزوجها وفی روایة ینکحها فهجرته الی ما هاجر الیه''

''تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔ ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی پس جس شخص کی ہجرت کی نیت اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہو تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہے اور جس شخص کی ہجرت کی نیت دنیا کیلئے ہو، تا کہ وہ اس کو حاصل کر لے یا جس شخص کی ہجرت کی نیت عورت کیلئے ہو، تا کہ وہ اس سے شادی کر لے اور ایک روایت میں ہے کہ اس سے نکاح کر لے تو اس کی ہجرت اسی کے لئے ہوگی جس کی اس نے نیت کی ہے''

صحیحین کی تنقیص بدعت ہے:

غرض یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا اور اخلاص نے اس کتاب کو اور امام بخاریؒ کی اس محنت کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں وہ مقام عطا فرمایا کہ سب اس کے صحیح ہونے پر متفق ہیں یہاں تک کہ حجۃ اللہ فی ارض اللہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اپنی کتاب ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں فرماتے ہیں کہ کوئی شخص صحیحین (صحیح بخاری وصحیح مسلم) کی تنقیص کرتا ہو تو وہ شخص بدعتی ہے...... کیونکہ پوری امت اسکی صحت پر اتفاق کرتی ہے اور اس کے اندر جو احادیث موجود ہیں وہ صحیح ہیں۔

(حجۃ اللہ البالغۃ۔ص ۲۰۵)

صحیح احادیث صرف بخاری میں نہیں:

اس کے ساتھ یہ بات بھی سمجھنی چاہئے کہ صحیح بخاری میں جتنی احادیث ہیں وہ یقیناً صحیح ہیں...... امام مسلمؒ کی کتاب صحیح مسلم میں جتنی احادیث ہیں وہ بھی یقیناً صحیح ہیں لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جتنی بھی صحیح احادیث ہیں وہ ان دونوں کتابوں کے اندر بند ہیں اور ان کے علاوہ کسی کتاب میں صحیح حدیث نہیں ہے...... ایسا نہیں ہے۔

یہ بات میں اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ آج امت میں کچھ لوگ ایسے پیدا ہو گئے ہیں، ایک طبقہ ایسا پیدا ہو گیا ہے کہ وہ امت کے اندر اس فکر کو پھیلانا چاہتے ہیں...... اس فکر کو عام کرنا چاہتے ہیں کہ صحیح حدیث صرف بخاری اور مسلم میں موجود ہے...... اور جب کبھی کسی مسئلے پر بحث ہوتی ہے...... بحث ومباحثہ ہوتا ہے تو وہ لوگ کہتے ہیں کہ صحیح بخاری میں بتاؤ...... صحیح مسلم میں بتاؤ۔

امت یقیناً اس بات پر متفق ہیں کہ ان کتابوں کے اندر جتنی احادیث ہیں وہ سب صحیح ہیں لیکن اس پر بھی اتفاق ہے کہ سب صحیح حدیثیں ان کتابوں کے اندر منحصر نہیں اس کے علاوہ بھی کتابیں ہیں جنکے اندر صحیح حدیثیں موجود ہیں۔

قرأت خلف الامام:

خود امام مسلم کا قول ہے ''صحیح مسلم میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی حدیث نقل کرتے ہیں جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ منقول ہیں

''فاذا کبر الامام فکبروا''

جب امام تکبیر تحریمہ کہے تو تم تکبیر تحریمہ کہو

''واذا رکع فارکعوا''

جب امام رکوع کرے تو تم رکوع کرو

''واذا سجد فاسجدوا''

اور جب امام سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو

اسی حدیث کے اندر یہ الفاظ آتے ہیں کہ

''فاذا قرا فانصتوا''

(صحیح مسلم...... ج ا ص ۱۷۴)

کہ جب امام قرات کرے تو فرمایا کہ تم چپ رہا کرو، خاموشی کے ساتھ اسے سنا کرو۔

امام مسلمؒ کے ایک شاگرد نے ان سے پوچھا کہ آیا آپ ابوموسیٰ اشعریؓ کی اس حدیث کو صحیح سمجھتے ہیں؟

امام مسلمؒ نے فرمایا کہ ''ہاں میں اس کو صحیح سمجھتا ہوں''

پوچھنے والے نے پوچھا کہ جب آپ اس کو صحیح سمجھتے ہیں تو پھر آپ نے اپنی کتاب صحیح مسلم میں اس کو نقل کیوں نہیں کیا؟

امام مسلمؒ نے جواب دیا کہ

"لیس کلّ شئی صحیح عندی وضعته ھھنا انما وضعت ھھنا ما علیه"

فرمایا کہ جتنی حدیثیں میرے نزدیک صحیح ہیں میں نے تمام کو اپنی کتاب میں جمع نہیں کیا بعض ایسی حدیثیں ہیں جو میرے نزدیک یقیناً صحیح ہیں لیکن میں نے اپنی کتاب میں ان کو جمع نہیں کیا۔

امام مسلمؒ اس بات کا اعتراف کر رہے ہیں کہ تمام صحیح حدیثیں صحیح مسلم میں موجود نہیں ہیں صاحب مستدرک امام ابوعبداللہ ابن ربیع جو حاکم کے نام سے مشہور ہیں اور جن کی کتاب "مستدرک حاکم" کے نام سے مشہور ہے وہ خود اپنی کتاب کے مقدمے میں لکھتے ہیں کہ

بعض لوگوں نے یہ باتیں کہنی شروع کیں کہ صحیح احادیث وہ ہیں جو صرف صحیح مسلم اور صحیح بخاری میں موجود ہیں ان کے علاوہ کوئی حدیث صحیح نہیں ہے..... اس بات کی تردید اور اس پروپیگنڈے کو ختم کرنے کے لئے میں نے مستدرک حاکم کے نام سے یہ کتاب لکھی ..... جس میں امام حاکمؒ نے ایسی ہزاروں حدیثیں ذکر کی ہیں جو امام مسلمؒ اور امام بخاریؒ کی شرط پر پوری اترتی ہیں لیکن ان دونوں حضرات نے ان احادیث کو اپنی کتابوں میں نقل نہیں کیا ہے۔

کہنے کا مقصد یہ تھا کہ صحیحین کی احادیث یقیناً سب صحیح ہیں لیکن تمام احادیث ان دونوں کتابوں کے اندر منحصر نہیں ہیں یا کسی کا کسی مسئلہ کے موقع پر یہ کہنا کہ بخاری

میں بتاؤ یا صحیح مسلم میں بتاؤ..... یہ بات صحیح نہیں ہے۔

ماڈرن طبقہ اور فقہاء دشمنی:

بلکہ یہ طبقہ مسلمانوں کو اور پوری امت کو ائمہ مجتہدین اور فقہاء کرام سے بدظن کرنا چاہتا ہے اور ان لوگوں کی محنتیں اس بات پر جاری ہیں کہ مسلمانوں کو فقہاء کرام امام ابوحنیفہؒ، امام مالک، امام محمد بن ادریس الشافعیؒ، اور امام احمد بن حنبلؒ) ان حضرات کی محنتوں اور ان حضرات نے جو فقہ مرتب کی ہے خصوصاً امام ابوحنیفہؒ سے لوگوں کو بدظن کرنا چاہتے ہیں۔

تنقیص فقہاء کا نتیجہ انکار حدیث ہوتا ہے:

یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ جو لوگ مسلمانوں کو امام ابوحنیفہؒ کی فقہ یا دوسرے فقہاء کرام کی فقہ سے بدظن کرنا چاہتے ہیں..... تو حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگ فقہ کے انکار کے بعد آہستہ آہستہ حدیث کے انکار پر پہنچ جاتے ہیں۔

اور حدیث کے انکار کے بعد وہ قرآن کریم کے انکار پر پہنچتے ہیں اور قرآن کریم کے انکار کے بعد بقول مولانا ثناء اللہ امرتسری وہ خود پھر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں..... تو اس قسم کے لوگوں کا آخری انجام یہی ہوتا ہے کہ وہ اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں اور اسلام سے پھر ان کا کوئی تعلق باقی نہیں رہتا۔

محدثین اور فقہاء:

میرے محترم سامعین..... !

دیکھئے: دو الگ الگ شعبے ہیں۔

(۱) ایک شعبہ تو یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ کو پوری حفاظت، امانت اور دیانت کے ساتھ امت تک پہنچانا۔

یہ کام یقیناً محدثین کا تھا...... جو انہوں نے نہایت احتیاط، امانت اور دیانت کے ساتھ مرتب کیا (اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے)۔

لیکن ان احادیث کے اندر فقہ اور احکام کے جو موتی چھپے ہوئے ہیں ان احکام کو امت کے سامنے نکال کر ایک مرتب نظام کی صورت میں امت کے سامنے پیش کرنا یہ فقہاء کرام کا کام تھا۔ (اللہ تعالیٰ ان کی قبور کو منور فرمائے)

محدثین کا کام الگ تھا اور فقہاء کرام کا کام الگ تھا۔

محدثین کا کام استنباط مسائل نہیں:

فقہاء کرام کے مقام پر محدثین نہیں بیٹھ سکتے...... کیونکہ احادیث سے استخراج کر کے، استنباط کر کے مسائل کو نکالنا اور امت کے سامنے ان کو پیش کرنا یہ کام فقہاء کرام اور ائمہ مجتہدین کا ہے...... یہ کام محدثین کا نہیں تھا۔

امام اعمش کا اعتراف:

خود محدثین نے اس بات کا اعتراف کیا ہے اور کہتے ہیں کہ یہ کام ہمارا نہیں ہے۔ تاریخ کی کتابوں میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ ایک دن امام اعمشؒ کی مجلس میں ایک آدمی نے آکر ایک مسئلہ پوچھا۔

اعمش بن سلیمان بن مہران جو خود بہت بڑے محدث تھے ان کو یہ مسئلہ معلوم نہیں تھا اس مجلس میں امام ابوحنیفہؒ تشریف فرما تھے انہوں نے اعمشؒ سے اجازت

طلب کی کہ اگر آپ کی اجازت ہو تو یہ مسئلہ میں بتا دیتا ہوں۔

اعمشؒ نے کہا: بتلا دو۔

امام ابوحنیفہؒ نے وہ مسئلہ بتا دیا...... بتانے کے بعد امام اعمشؒ نے ان سے پوچھا کہ یہ مسئلہ تم نے کہاں سے مستنبط کیا؟ کہاں سے یہ مسئلہ نکالا ہے؟ کون سی حدیث سے اس کا حکم ثابت ہے؟

امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا

"من حدیث کذا و کذا، حدثنا کذا و کذا"

یعنی یہ مسئلہ فلاں فلاں حدیث سے ثابت ہے جو فلاں دن آپ نے ہمیں سنائی تھی۔

جب امام ابوحنیفہؒ نے ان کو استنباط کا طریقہ بتایا کہ فلاں حدیث سے یہ مسئلہ اس طرح ثابت ہوتا ہے...... تو امام اعمشؒ کی طبیعت میں کچھ ظرافت بھی تھی...... تو ارشاد فرمایا کہ

یہ حدیث میں نے اس وقت سنی تھی کہ اس وقت تمہارے والد اور تمہاری والدہ کی ملاقات بھی نہیں ہوئی تھی...... یعنی تم پیدا بھی نہیں ہوئے تھے لیکن مجھے معلوم نہیں تھا کہ اس حدیث کے اندر یہ مسئلہ چھپا ہوا ہے...... اس حدیث کے اندر یہ مسئلہ موجود ہے یہ بات مجھے معلوم نہیں تھی۔

خود امام ترمذیؒ نے ابواب الجنائز میں جہاں پر یہ حدیث نقل کی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کا انتقال ہوا تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے اور جو خواتین ان کو غسل دینے کے لئے موجود تھیں ان

سے خطاب فرمایا کہ:

''اغسلنھا ثلاثاً او خمساً ان رایتن ذلک''

(جامع ترمذی ابواب الجنائز باب ماجاء فی غسل المیت)

فرمایا کہ اگر ضرورت محسوس کرتی ہو تو تین دفعہ غسل دو اور اگر اس سے زیادہ ضرورت محسوس ہو تو پانچ مرتبہ غسل دو۔

الفقہاء اعلم بمعانی الحدیث:

امام ترمذیؒ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر ایک شخص نے میت کو ایک دفعہ غسل دیا اور اس ایک دفعہ غسل سے میت صاف ہو گئی تو یہ کافی ہے تین یا پانچ مرتبہ غسل دینا ضروری نہیں ہے اور فرماتے ہیں کہ!

''کذالک قال الفقہاء وھم اعلم بمعانی الحدیث''

(جامع ترمذی ابواب الجنائز باب ماجاء فی غسل المیت)

ارشاد فرماتے ہیں کہ یہی بات فقہاء نے کہی کہ ایک مرتبہ غسل دینا کافی ہے اور اس کے بعد فرمایا کہ:

''وھم اعلم بمعانی الحدیث''

کہ احادیث کے معانی اور مفہوم کے یہی فقہاء زیادہ بڑے عالم ہیں۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ محدثین کا کام کچھ اور تھا..... فقہاء کا کام کچھ اور تھا۔

محدثین کو لا کر فقہاء کے مقام پر بٹھانا بلاشبہ یہ ایسی بات ہو گی کہ کسی لوہار کو اٹھا کر حکیم اور ڈاکٹر کی جگہ پر بٹھایا جائے کہ تم لوگوں کا علاج کرو..... لوہار کا کام اپنا..... اور ان کا کام اپنا۔

بخاری میں تکرار حدیث کا مقصد:

امام بخاریؒ نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں جو احادیث کی تکرار کی ہے کہ کسی حدیث کو تین تین مقام پر، چار چار جگہ، پانچ پانچ جگہ اور بعض احادیث دس دس اور پندرہ پندرہ مقام پر مکرر کر کے ذکر کیا ہے۔

ایک مقام پر امام بخاریؒ اس پر الگ عنوان قائم کرتے ہیں..... یہ بتلانے کے لئے کہ اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی نکلتا ہے۔ دوسرے مقام پر دوسرا عنوان قائم کرتے ہیں یہ بتانے کیلئے کہ اس حدیث سے یہ دوسرا مسئلہ بھی نکلتا ہے..... تیسرے مقام پر اس کو ذکر کرتے ہیں اور تیسرا عنوان قائم کرتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ تیسرا مسئلہ بھی نکلتا ہے پھر چوتھا، پانچواں، چھٹا..........

امام بخاریؒ اس سے خود طلباء کو یہ دعوت دیتے ہیں کہ احادیث سے مسائل نکالنے کا، استنباط اور استخراج کا طریقہ طلباء کو معلوم ہو جائے..... امام بخاریؒ کا یہ عمل خود فقہ کی طرف دعوت ہے کہ لوگ فقہ کی طرف متوجہ ہوں۔

لیکن آج لوگ امام بخاریؒ کو فقہائے کرام کے مقام پر لا کر کھڑا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ فقہاء کرام نے نعوذ باللہ اسلام کے خلاف کوئی ایسا متبادل نظام پیش کیا ہے جو احادیث سے ثابت نہیں ہے۔

فقہاء نے اسلام کو مرتب انداز میں پیش کیا:

یہ انتہائی مبالغہ آمیزی ہے بلکہ امت اور اسلام کے ساتھ ایسی دشمنی ہے کہ امت کو اسلام سے متنفر کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اسلئے کہ مرتب نظام کی صورت

میں اگر اسلام کو امت کے سامنے کسی نے رکھا ہے تو یہ صرف فقہاء کرام نے رکھا ہے۔

امام ابو حنیفہؒ نے رکھا ہے......

امام مالک بن انسؒ نے رکھا ہے......

امام محمد بن ادریس الشافعیؒ نے رکھا ہے......

امام احمد بن حنبلؒ نے رکھا ہے......

ان حضرات نے اسلام کو امت کے سامنے ایک مرتب نظام کی صورت میں رکھا ہے اس لئے ان کی محنتوں اور ان کی کاوشوں سے لوگوں کو متنفر کرنا یہ اسلام دشمنی ہے...... یہ امت دشمنی ہے اور یہ امت کو انتشار میں مبتلا کرنے کا ذریعہ ہے کہ اس انتشار سے پھر کبھی امت نکل نہیں سکی۔

غرض یہ کہ امام بخاریؒ نے ایک ایک حدیث کو کئی مقامات پر ذکر کیا اور ان پر جو تراجم اور عنوانات قائم کئے ہیں ان میں ایسی مشکل اور دقتیں رکھی ہیں...... ایسی باریکیاں رکھی ہیں اور واقعتاً بعض تراجم ایسے ہیں کہ آج تک علماء ان کا مفہوم متعین نہیں کر سکے ہیں کہ یہاں امام بخاریؒ کیا کہنا چاہتے ہیں؟

اساتذہ کرام طلباء کے سامنے اقوال ذکر کرتے ہیں کہ فلاں محدث کہتے ہیں کہ اس ترجمۃ الباب کا یہ مقصد ہے...... فلاں کہتے ہیں کہ اس ترجمۃ الباب کا یہ مقصد ہے لیکن متعین طور پر بعض تراجم اب تک ایسے ہیں کہ دقت کی وجہ سے آج تک ان کا مفہوم متعین نہیں ہو سکا کہ امام بخاریؒ کے تراجم ایسے دقیق ہیں...... ایسے علوم پر مشتمل ہیں کہ واقعتاً ان کا ادراک کرنا بہت مشکل ہے۔

باب ونضع الموازين القسط:

امام بخاریؒ نے یہ جو آخری باب قائم کیا ہے

”باب ونضع الموازين القسط ليوم القيمة وان اعمال بنى ادم وقولهم يوزن“

اس ترجمۃ الباب کے بارے میں فیض الباری میں علامہ انور شاہ کشمیریؒ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے اپنی کتاب کی ابتداء فرمائی تھی ”مبداء المبادی“ سے اور کتاب کی انتہاء فرمائی ہے ”غایت الغایات“ سے۔ اس کا کیا مطلب ہے؟

علامہ بدر عالم میرٹھیؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ شریعت کے جتنے احکام ہیں...... چاہے اسکا تعلق اعمال سے ہو اور چاہے اسکا تعلق عقیدے سے ہو ان تمام احکام کی بناء وحی پر ہے اور امام بخاریؒ نے اپنی کتاب کی ابتداء کی ہے!

”باب كيف كان بدء الوحى الى رسول الله صلى الله عليه وسلم“

عمل اور عقیدہ کی بنیاد اخلاص:

دوسری بات یہ کہ عمل ہو یا عقیدہ ہو...... یعنی جوارح اور اعضاء کا عمل ہو یا دل کا عقیدہ ہو جب تک عمل اور عقیدے میں اخلاص موجود نہ ہو تب تک نہ وہ عمل مقبول ہے اور نہ ہی وہ عقیدہ مقبول ہے تو گویا کہ عمل اور عقیدہ دونوں کی بنیاد اخلاص پر ہے۔

اور امام بخاریؒ نے اپنی کتاب میں سب سے پہلی حدیث یہ ذکر کی ہے کہ!

”انما الاعمال بالنيات الى آخره“

اس بناء پر علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے اپنی کتاب کی ابتداء کی ہے "مبدا المبادی" سے اور کتاب کی انتہاء فرمائی ہے "غایت الغایات" سے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اس دنیا میں ہمارے جتنے بھی اقوال اور اعمال ہیں یہ سب لکھے جاتے ہیں...... فرشتے اس کو لکھتے ہیں...... محفوظ کرتے ہیں اور محفوظ ہوکر اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیش ہوں گے۔

اعمال کس صورت میں پیش کئے جائیں گے:

تو یہ اعمال نامے کی شکل میں ہمارے سامنے پیش کئے جائیں گے اور پھر یہ اعمال اللہ کے ہاں ایک ترازو ہوگا...... اس میں تولے جائیں گے...... اچھے برے سب اعمال اللہ تعالیٰ کے ہاں تولے جائیں گے۔

غرض یہ کہ ہمارے ان تمام اعمال واقوال کی انتہاء ہوگی تولے جانے پر...... تولے جانے کے بعد پھر فیصلہ ہوگا اور جو کامیاب ہوں گے (اللہ تعالیٰ ہم سب کو شریک کرے) وہ سب جنت میں جائیں گے اور جو ناکام ہوں گے (اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بچائے) وہ جہنم میں جائیں گے...... تو غایت الغایات پر اپنی کتاب کی انتہاء کردی۔

دوسری بات یہ کہ بعض محدثین فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے اپنی کتاب میں ایک عجیب تفنن اختیار کیا ہے اور وہ یہ کہ اس کتاب کی ابتداء وحی سے کی ہے۔

"باب کیف کان بدء الوحی الیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقول اللہ عزوجل انا اوحینا الیک کما اوحینا الیٰ نوح والنبیین من بعدہ"

اور فرماتے ہیں کہ کتاب کی انتہاء بھی وحی کی مباحث سے ہے بالکل آخر میں دیکھئے!

"باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم الماہر بالقرآن مع الکرام البررۃ وزینوا القرآن باصواتکم"

اس کے بعد دوسرا باب قائم کیا کہ!

"باب قول اللہ تعالیٰ فاقرؤا ماتیسر من القرآن"

پھر اس کے بعد تیسرا باب قائم کیا ہے کہ!

"باب قول اللہ تعالیٰ بل ھو قرآن مجید. فی لوح محفوظ"

پھر اس کے بعد باب قائم کیا ہے!

"باب قراۃ الفاجر والمنافق واصواتھم وتلاوتھم لاتجاوز حناجرھم"

یہ عجیب تفنن اختیار کیا ہے کہ کتاب کی ابتداء اور انتہاء دونوں وحی کی مباحث سے کی ہے اس سے امام بخاریؒ اس بات کی طرف اشارہ فرمانا چاہتے تھے کہ اسلام کی خصوصیت ہے کہ اس دین کی ابتداء سے لے کر انتہاء تک جو احکام ہیں وہ تمام کے تمام وحی پر بناء ہیں کسی اور چیز کے اوپر بناء نہیں۔

امام بخاریؒ کی کتاب میں ایک تفنن یہ بھی ہے کہ امام بخاریؒ نے جو پہلا باب قائم کیا تھا کہ

"باب کیف کان بدء الوحی الیٰ آخرہ"

یہ بطور مقدمہ تھا اور کتاب کی ابتداء ہوئی ہے کتاب الایمان سے تو امام بخاریؒ کی کتاب کی ابتداء بھی ایمان کے مباحث پر مشتمل ہے اور صحیح بخاری کی انتہاء بھی معتزلہ اور خوارج کے اوپر رد کرتے ہوئے ایمان اور عقیدے کے مسائل پر مبنی ہے۔

گویاامام بخاریؒ اس بات کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں کامیاب ہونے کیلئے یہ ضروری ہے کہ انسان ابتداء سے لیکر انتہاء تک ایمان پر رہے تو تب آدمی کامیاب ہوگا اور اگر خدانخواستہ انتہاء خراب ہو تو ابتداء چاہے جتنی ہی اچھی کیوں نہ ہو کوئی فائدہ نہیں دیتی...... اس کے علاوہ بھی مختلف قسم کے تفنن امام بخاریؒ نے اس کتاب میں اختیار فرمائے ہیں۔

اور یہ جو باب ہے

"باب قول اللہ ونضع الموازین القسط لیوم القیمة

وان اعمال بنی ادم وقولهم یوزن"

ترجمۃ الباب کا مقصد:

اس ترجمۃ الباب کا مقصد کیا ہے؟ امام بخاریؒ یہاں کیا کہنا چاہتے ہیں؟

عام محدثین نے یہ بات لکھی ہے کہ امام بخاریؒ اس باب کے ذریعے معتزلہ پر رد کرنا چاہتے ہیں...... وزن اعمال کے مسئلے میں...... کہ اعمال تولے جائیں گے اور اس کیلئے ترازو قائم کیا جائیگا۔

اعمال تولے جائیں گے یا نہیں؟ یا ترازو قائم ہوگا یا نہیں؟

یہ مسئلہ اہل سنت والجماعت اور معتزلہ کے نزدیک مختلف فیھا ہے۔ اور اختلاف یہ ہے کہ معتزلہ اس بات کے قائل ہیں کہ قیامت کے دن نہ ترازو قائم ہوگا اور نہ ہی اعمال تولے جائیں گے۔...... دلیل کیا ہے؟

تو معتزلہ کے ساتھ کوئی نقلی دلیل قرآن وحدیث یا آثار صحابہ میں سے کوئی نہیں ہے معتزلہ اپنے اس دعویٰ کے ثبوت کے لئے عقلی دلیل پیش کرتے ہیں

اور حقیقت یہ ہے کہ معتزلہ اپنے زمانے کے روشن خیال لوگ سمجھے جاتے تھے اور ان کے مقابلے میں محدثین اور فقہاء کو لوگ تنگ نظر کہتے تھے...... جیسے کہ آج کے دور میں علماء کو ترقی کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرنے والے، تنگ نظر کہتے ہیں اور عام پروفیسر اور دانشوروں کو روشن خیال سمجھا جاتا ہے۔

غرض معتزلہ بھی اپنے دور کے روشن خیال لوگ اسلئے سمجھے جاتے تھے کہ وہ اپنے ہر دعویٰ کے لئے عقلی دلیل پیش کرتے تھے۔ سارے احکام اور سارے عقائد ان کے نزدیک عقل پر مبنی تھے۔

یہ بات اپنی جگہ صحیح ہے کہ عقل سے کام لینا چاہئے لیکن اہل سنت والجماعت کا طریقہ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اسلام میں اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے پیغمبر ﷺ نے ہمیں جو بات بتائی ہے...... وہ یہ ہے کہ جب وحی کی بات آجاتی ہے تو پھر عقل کو اسکے مقابلے میں مسترد کر دیا جاتا ہے۔

......کسی نے کیا خوب کہا ہے!

اچھا ہو کہ دل کے پاس رہے پاسبانِ عقل
لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دو

کہتے ہیں کہ کبھی کبھار جب وحی اور عقل کا مقابلہ ہو تو پھر عقل کو چھوڑ کر وحی پر عمل کرو۔

اعمال کے تولے جانے پر اعتراض اور اس کا جواب:

غرض یہ کہ وہ لوگ اپنی دلیل پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ!

(۱) کہ اعمال تولے جانے کا مقصد کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ ہر

آدمی کے اعمال کتنے ہیں...... اچھے اعمال کتنے ہیں...... برے اعمال کتنے ہیں جب اللہ تبارک وتعالیٰ کو معلوم ہے...... اور جس کے اعمال تولے جاتے ہیں اسکو اللہ تعالیٰ پر اعتماد ہوگا...... اگر نہیں ہوگا تو تولے جانے کے بعد بھی ممکن نہیں ہوگا اگر اعتماد ہے تو اس نے جو کچھ اعمال کئے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہیں...... تولے جانے کی ضرورت نہیں ہے وہ جو بھی فیصلہ کرے گا اس کا منظور ہوگا۔

اہل سنت والجماعت اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ!

اس دنیا میں ہم جو بھی اعمال کرتے ہیں تو یہ بات قران کریم سے ثابت ہے کہ وہ لکھے جاتے ہیں...... کراماً کاتبین موجود ہیں اور وہ انسان کے اچھے برے سب اعمال لکھ رہے ہیں لہٰذا تم جو اعمال کے تولے جانے پر اعتراض کر رہے ہو تو یہی اعتراض پھر اعمال کے لکھے جانے پر بھی ہوگا کہ اس کے لکھنے کی کیا ضرورت ہے...... سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔

تو لکھنے کی ضرورت فقط یہ ہے کہ بندے کے لئے انکار کی گنجائش باقی نہ رہے اور تولنا اسلئے ہے کہ بندہ کے اوپر ایسی حجت قائم ہوجائے کہ بندے کیلئے پھر انکار کی گنجائش باقی نہ رہے جس طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ!

"الیوم نختم علیٰ افواھھم وتکلمنا ایدیھم وتشھد ارجلھم"

(سورۃ یٰسین آیت نمبر ۶۵)

کہ اس دن ہم اس کے منہ اور زبان پر مہر لگائیں گے اور ان کے اعضاء بول پڑیں گے، گواہی دیں گے۔

تو اس کا مقصد بھی یہی ہے کہ ان لوگوں کے اوپر خود دلیل اور حجت قائم

ہوجائے تو خود ان پر دلیل اور حجت کے لئے اللہ تعالیٰ کے فرشتے یہ اعمال لکھتے ہیں اور پھر یہ تولے جائیں گے اسلئے ان اعمال کا تولنا بے فائدہ نہیں ہے۔

اعمال کو کیسے تولا جائے گا......؟

دوسری دلیل معتزلہ یہ پیش کرتے ہیں کہ......

......اعمال کو کیسے تولا جائے گا؟

اعمال کا تو اپنا کوئی وجود ہی نہیں...... اور تولا تو ان چیزوں کو جاتا ہے جن کا اپنا کوئی حسی وجود موجود ہو...... وہ جوہر کی قبیل سے ہو...... اور اعمال اعراض کی قبیل سے ہیں اور جب یہ اعراض کی قبیل سے ہیں تو اعراض کا قانون یہ ہے کہ......

"اذا وجد فتلاش"

ان کا وجود نہیں ہوتا ہے۔

جیسے نمازی نماز پڑھتا ہے تو نمازی کی جو حرکتیں ہیں...... قیام، رکوع، سجدہ، قومہ اور قعدہ وغیرہ...... ان کو نماز کہتے ہیں۔

لیکن اگر کوئی یہ کہہ دے کہ قیام، رکوع اور قعدہ کو الگ کر دو اور نماز کو الگ کر دو تو ظاہر ہے نمازی سے ہٹ کر نماز کا کوئی وجود پیش نہیں کیا جاسکتا۔

اسی طرح قائم بالغیر کے قبیل کی جو چیزیں ہوتی ہیں علماء کے نزدیک یہ اعراض کہلاتی ہیں اور اعراض کا جب اپنا کوئی وجود نہیں تو پھر اس کو کیسے تولا جائے گا؟ ان کا تولا جانا کیسے ممکن ہے؟

اعمال کا تولا جانا عقلاً ممکن ہے:

اہل سنت والجماعت فرماتے ہیں کہ اعمال کا تولا جانا عقلاً ممکن ہے اور شرعاً ثابت ہے۔ عقلاً ممکن کیسے ہے؟

فلاسفہ اور مناطقہ کے نزدیک ممکن ہر اس چیز کو کہتے ہیں کہ جس کے وجود کو فرض کرلیا جائے تو اس کے وجود کے فرض کیے جانے سے کوئی محال لازم نہ آتا ہو۔

تو اب اگر ہم اعمال کے تولے جانے کو فرض کرلیں تو اس سے کوئی محال اور خرابی لازم نہیں آتی اسلئے یہ عقلاً ممکن ہے اور شرعاً ثابت ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں ا

"ونضع الموازين القسط ليوم القيٰمة"

اور وہاں قیامت کے روز ہم میزان عدل قائم کریں گے (سب کے اعمال کا وزن کریں گے)

"واما من ثقلت موازينه"

(القارعۃ آیت نمبر ۶)

پھر (وزن اعمال کے بعد) جس شخص کا پلہ (ایمان کا) بھاری ہوگا۔

"واما من خفت موازينه"

(القارعۃ آیت نمبر ۷)

اور جس شخص کا پلہ (ایمان کا) ہلکا ہوگا

احادیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعمال کے وزن کرنے کو ذکر فرمایا ہے اور اس پر امت کا اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ ترازو ہے اور اعمال تولے جائیں گے۔

اس لئے اہل سنت والجماعت کہتی ہے کہ جو چیز عقلاً ممکن ہو اور نقلاً قرآن کریم، حدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے اور اس کا انکار گمراہی ہے۔

اب اس کے بعد اہلسنت والجماعت یہ تفسیر بیان کرتے ہیں کہ قیامت کے دن حقیقتاً ایک ترازو رکھا جائیگا یعنی یہ تمثیلی بات نہیں بلکہ حقیقی بات ہے اور اس میں اعمال تولے جائیں گے۔

امام قسطلانیؒ کا قول:

امام قسطلانیؒ نے ارشاد الباری میں لکھا ہے کہ قیامت کے دن ایک ترازو لایا جائیگا اور اس کو نصب کیا جائیگا اس کا دایاں پلڑا جنت کے سامنے ہوگا اور بایاں پلڑا جہنم کے سامنے ہوگا اور وہ ترازو اتنے بڑے حجم کا ہوگا کہ آسمان اور زمین اور مافیہا کو اکٹھا کر کے اس کے ایک پلڑے میں رکھا جائے تو یہ سب کچھ اس میں سما جائے لیکن باوجود اتنے بڑے کے وہ حساس اتنا ہوگا کہ روئی کے برابر دانے کا اضافہ اگر کسی ایک جانب ہو جائے تو وہ جھک جائیگا۔

امام قسطلانیؒ نے ایک اثر نقل کیا ہے کہ حضرت داؤدؑ نے رب سے عرض کیا کہ

"ربي ارني الميزان"

اے اللہ مجھے میزان دکھلا دیجئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی عرض کو منظور کیا اور ان کو میزان دکھایا۔ جب حضرت داؤدؑ نے میزان دیکھا تو اس کے حجم سے وہ بے ہوش ہو گئے کہ اے اللہ کتنا بڑا ترازو ہے اور جب ہوش میں آگئے تو اللہ تعالیٰ سے عرض کیا۔

اے پروردگار: کس بندے کی اتنی طاقت ہے کہ وہ اس ترازو کو اعمال سے بھر دیں..... تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے داؤد جب میں کسی بندے سے راضی ہوتا ہوں اور وہ صرف ایک کھجور میری رضا کیلئے کسی کو دیتا ہے تو میں اس ایک کھجور کے ثواب کو اتنا بڑھا دیتا ہوں کہ اس ترازو کو بھر دیتا ہوں۔

اور فرمایا کہ جب بندہ ایک مرتبہ

"اشهدان لا اله الا الله واشهدان محمدا رسول الله"

اخلاص کے ساتھ پڑھے تو میں اس ترازو کو بھر دیتا ہوں۔

غرض یہ کہ اس ترازو کے اندر حقیقتاً اعمال تولے جائیں گے۔

وزن اعمال پر کونسا فرشتہ مقرر ہے:

ایک قول کے مطابق وزن کرنے کیلئے حضرت جبرائیل علیہ السلام مقرر ہوں گے۔

دوسرا قول یہ ہے..... کہ حضرت میکائیل علیہ السلام مقرر ہوں گے۔

تیسرا قول یہ ہے..... کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام مقرر ہوں گے۔

اور چوتھا اور صحیح قول یہ ہے..... کہ خود حضرت آدم علیہ السلام مقرر ہوں گے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام سے فرمائیں گے کہ اے آدم اپنی اولاد کے اعمال کے وزن کی نگرانی خود کرو..... میزان پر کھڑے ہو تاکہ تمہاری اولاد کو شکایت نہ ہو۔

اعمال تولنے کا طریقہ:

اب اعمال کیسے تولے جائیں گے؟

تو اہل سنت والجماعت کے اس میں متعدد اقوال ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں اور امام قسطلانی نے ارشاد الباری میں حضرت عبداللہ ابن عباس کا اثر نقل کیا ہے اور فرماتے ہیں کہ اس اثر کو متکلمین نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے، محدثین نے ذکر نہیں کیا ہے۔

اس اثر میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان اعمال کو اجسام بنا دیں گے۔

"یقلب الله الاعراض الاجساد"

اس کو اجساد بنا دیں گے، ان اعمال کو جسم دیں گے اور یہ بات کئی احادیث سے ثابت ہے کہ فلاں عمل خوبصورت شکل میں آئیگا، فلاں عمل اس خوبصورت شکل میں آئے گا اور فلاں بدعملی فلاں بدصورتی کی شکل میں آئیگی کہ جس طرح عمل ہو۔

تو جب اللہ تبارک وتعالیٰ ان اعراض کو اجساد بنا دیں تو اجسام اور جسم کو تو تولا ہی جاتا ہے تو یہ اعتراض ختم ہوگیا کہ اس کو کس طرح تولا جائے گا۔

دوسرا قول وہ ہے جو حدیث بطاقہ سے ثابت ہے۔

حدیث بطاقہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کی حدیث ہے۔ سنن ترمذی، سنن ابن ماجہ، مستدرک حاکم اور صحیح ابن حبان نے اس کو نقل کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے

ارشاد فرمایا!

"ان اللہ یستخلص رجلامن امتی"

(اخرجہ الترمذی وقال حسن غریب والحاکم جلد اص ۵۲۹)

اور سنن ابن ماجہ میں ہے کہ!

"ان اللہ ینادی رجلامن امتی"

(ابن ماجہ ۴۳۰)

میری امت کے ایک آدمی کو پکارا جائے گا اسکو کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیش ہو۔

جب وہ پیش ہوگا تو فرمایا کہ اس کے سامنے ننانوے رجسٹر کھولے جائیں گے جو اس کے گناہوں سے بھرے ہوئے ہوں گے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائیں گے!

"کہ یہ تمہارے گناہوں سے بھرے ہوئے رجسٹر ہیں کیا تمہیں اس سے انکار ہے؟"

بندہ کہے گا کہ جی نہیں، مجھے انکار نہیں ہے۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ پوچھیں گے کہ کیا میرے لکھنے والے فرشتوں نے تم پر کوئی ظلم یا غلطی کی ہے؟ کہ ایسی بات بھی لکھی ہو جو تم نے کی نہ ہو۔

جیسا کہ غالب کا شعر ہے!

پکڑے جاتے ہیں فرشتوں کے لکھنے پر ناحق
آدمی کوئی ہمارا دمِ تحریر بھی تھا

اس وقت ہمارا کوئی آدمی تھا کہ فرشتے یہ لکھتے جارہے تھے۔

تو اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ کوئی ایسا عمل بھی ہے جو میرے فرشتوں نے زیادہ لکھا ہو۔

بندہ جواب دے گا: کہ

نہیں تو اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ

"بلیٰ لک عندنا حسنة"

بے شک تمہاری ایک نیکی ہمارے پاس موجود ہے۔

اور وہ نیکی کیا ہے؟

ایک بطاقہ کاغذ کا پرزہ نکالا جائے گا اور اس پر لکھا ہوگا!

"اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ"

اللہ تبارک وتعالیٰ ان سے فرمائیں گے کہ جاؤ میزان پر اور اس کا وزن کرو۔ بندہ کہے گا: کہ پروردگار کیا ضرورت وہاں جانے کی، ایک طرف ننانوے بڑے بڑے رجسٹر اور دوسری طرف کاغذ کا ایک پرزہ۔

تو اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ!

"اسفروا وزنک فانک لاتظلم الیوم"

جاؤ وزن کیلئے آج تمہارے ساتھ ظلم نہیں ہوگا۔

جب یہ چلا جائے گا تو ترازو کے بائیں پلڑے میں وہ ننانوے رجسٹر رکھے جائیں گے اور دائیں پلڑے میں کاغذ کا یہ پرزہ رکھا جائے گا اور جب یہ کاغذ کا پرزہ رکھا جائے گا تو حدیث کے الفاظ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد

فرماتے ہیں!

''وہ ننانوے رجسٹر اوپر کو اٹھ جائیں گے اور یہ کاغذ والا پلڑہ نیچے جھک جائیگا۔

(اخرجہ الترمذی وقال حسن غریب۔ ابن ماجہ ص ۴۳۰ حاکم ج ۱ ص ۵۲۹)

کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے نام سے کوئی چیز زیادہ بھاری نہیں ہو سکتی۔

(یہ اللہ تعالیٰ کے فضل کا معاملہ ہے)

اس حدیث سے یہ ثابت ہے کہ اعمال نامے تولے جائیں گے تو اس پر کوئی اعتراض اور اشکال نہیں کیونکہ وہ جوہر ہے عرض نہیں ہے۔

تیسرا قول:

تیسرا قول یہ ہے کہ......!

ان اعمال کو اعمال ہی کی صورت میں تولا جائیگا یعنی عمل کو عرض کی صورت میں تولا جائیگا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس پر قادر ہے۔ اور یہ اشکال پہلے زمانے میں تو ہو سکتا تھا کہ اعراض کو کس طرح تولا جائیگا لیکن آج کے اس سائنٹیفک دور میں اس اشکال کے کوئی معنی نہیں۔

کیونکہ آج کے زمانے میں تو گرمی کو تولا جاتا ہے...... تھرمامیٹر رکھ کر بتایا جاتا ہے کہ اتنے ڈگری کی گرمی ہے...... سردی کو تولا جاتا ہے کہ اتنی سردی پڑی۔

اعمال کو اعمال کی صورت میں تولے جائیں گے:

اس بنیاد پر یہ اعتراض نہیں ہوگا کہ کس طرح اعراض کو تولا جائیگا۔

امام بخاریؒ نے اس باب میں کہ

''ان اعمال بنی ادم وقولهم یوزن''

شارحین کہتے ہیں کہ یہ الفاظ کہہ کر امام بخاریؒ اس تیسرے قول کو ترجیح دے رہے ہیں کہ اعمال کو اعمال ہی کی صورت میں تولا جائے گا۔

اور ایک قول یہ بھی ہے کہ خود صاحبِ اعمال کو تولا جائیگا...... یعنی انسانوں کو تولا جائے گا لیکن میزان اس طرح کا ہوگا کہ انسان کو تولے جانے سے یہ ظاہر ہو جائے گا کہ اس انسان کے اعمال حسنہ زیادہ ہیں یا اعمال سیئہ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ!

''فلانقیم لهم یوم القیمة وزنا''

(سورۃ کہف آیت ۱۰۵)

اور صحیح بخاری میں ایک حدیث ہے کہ قیامت کے دن ایک بھاری بھرکم اور موٹے آدمی کو لایا جائے گا لیکن!

''لایعدل عنداللہ جناح بعوضة''

کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ہوگا۔

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ خود صاحب عمل کو تولا جائے گا اور اس کو تولے جانے سے اللہ تعالیٰ کے نظام کے مطابق یہ ظاہر ہوگا کہ اس کی اچھائیاں زیادہ ہیں یا برائیاں۔

بہرصورت اہل سنت والجماعت والے کہتے ہیں کہ ان اعمال کو تولا جائے گا۔

ترجمۃ الباب سے معتزلہ پر رد:

اب اس باب سے امام بخاریؒ اہل سنت والجماعت کے عقیدے اور قول کو ثابت فرمارہے ہیں اور معتزلہ کے عقیدے اور قول پر رد فرمارہے ہیں۔

اور اس سے امام بخاریؒ علماء کو یہ بات بتانا چاہتے ہیں کہ صرف حق کا بیان کرنا اور اس کا اظہار کافی نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ باطل پر رد کرنا بھی ضروری ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس ترجمۃ الباب سے امام بخاریؒ معتزلہ کے اوپر ایک اور مسئلہ میں رد کرنا چاہتے ہیں اور وہ مسئلہ ہے ''خلق قرآن'' کا مسئلہ کہ معتزلہ کہتے تھے کہ!

''کلام اللہ مخلوق''

کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا کلام مخلوق ہے۔

اور اہل سنت والجماعت کہتے ہیں کہ قرآن کلام اللہ بمعنی کلام نفسی کے وہ قدیم ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات بھی قدیم اور اسکی صفات بھی قدیم ہیں۔

تو امام بخاریؒ اس ترجمۃ الباب کے ذریعے سے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ دیکھو!

انسانوں کے اعمال اور اقوال تولے جائیں گے تو جو چیز مخلوق ہوگی تو اس کو تولا جائے گا اور جو خالق ہے یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفات تو قدیم

ہوں گی تو قدیم کو نہیں تولا جاتا تو قرآن کریم بمعنی کلام نفسی یہ تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت ہے تو اس کے لئے وزن نہیں ہوگا وزن تو اعمال بنی آدم کیلئے ہوگا کہ ان کے اقوال واعمال کو تولا جائیگا۔

اور تلاوت کرنا ہمارا قول ہے، ہمارا عمل ہے اس کو تو تولا جائے گا لیکن جس چیز کی تلاوت کررہے ہیں اس کو نہیں تولا جائیگا۔

اس فرق کو واضح کرنے کیلئے امام بخاریؒ نے اس ترجمۃ الباب کو قائم کیا۔

چوتھا قول یہ ہے کہ

امام بخاریؒ اس ترجمۃ الباب سے حنابلہ کے اوپر رد کرنا چاہتے ہیں کیونکہ خلقِ قرآن کے معاملے میں حنابلہ افراط کا شکار ہوئے تھے۔

جب معتزلہ کا زور ٹوٹا اور اہل سنت کا زور آیا تو اس وقت حنابلہ افراط کا شکار ہوئے۔

حنابلہ اور خلق قرآن:

کہنے لگے کہ قرآن کریم قدیم ہے...... جس کاغذ پر لکھا جاتا ہے وہ کاغذ بھی قدیم ہے...... جس سیاہی سے لکھا جاتا ہے وہ سیاہی بھی قدیم ہے...... تو اس طرح حنابلہ افراط کا شکار ہوئے۔

تو جہاں امام بخاریؒ نے معتزلہ پر رد کیا تو وہاں حنابلہ کے اوپر بھی رد کیا اور فرمایا کہ اہلِ سنت والجماعت کا صحیح تر قول جو ہے...... وہ اعتدال والا راستہ ہے...... نہ تو قرآن کو مخلوق مانتے ہیں...... اور نہ ہی کاغذ کو قدیم مانتے ہیں۔

جب امام بخاریؒ نیشاپور گئے تو اسی مسئلے پر محمد بن یحییٰ الزہلی ان سے ناراض ہو گئے۔

غرض یہ کہ اس ترجمۃ الباب کا مقصد حنابلہ کے اوپر رد کرنا ہے کہ انسانوں کے اعمال واقوال تولے جائیں گے..... اب تلاوت یہ ہمارا قول ہے اس کو تولا جائے گا اور جب اس کو تولا جائے گا تو معلوم ہوا کہ یہ قدیم نہیں ہے۔

اب اقوال اعمال کو خود بخود شامل ہے لیکن امام بخاریؒ نے اقوال کی اہمیت کے لئے اس کو الگ ذکر کیا۔

اور حقیقت یہ ہے کہ انسان کے جتنے گناہ ہوتے ہیں تو اس میں آدھے سے زیادہ وہ گناہ ہوتے ہیں کہ جنکا تعلق زبان سے ہوتا ہے۔

زبان کی حفاظت:

ایک حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک صحابی حضورﷺ کے پاس آئے او رفرمایا کہ مجھے وصیت کیجئے۔

تو حضورﷺ نے فرمایا کہ!

"امسک علیک لسانک"

اپنی زبان کو کنٹرول کرو۔

دوبارہ اس نے کہا کہ

"اوصنی یارسول اللہ"

یارسول اللہ مجھے وصیت کیجیے۔

جواب دیا کہ:

"امسک علیک لسانک"

اپنی زبان کو قابو میں رکھو

تیسری مرتبہ کہا تو پھر فرمایا کہ

"امسک علیک لسانک"

اپنی زبان کو قابو میں رکھو

دوسری حدیث میں ہے حضورﷺ فرماتے ہیں کہ جو کوئی شخص مجھے زبان کی ضمانت دے کہ وہ خلاف شرع استعمال نہیں کرے گا اور اپنی شرم گاہ کی ضمانت دے کہ اس کو احکامات الٰہی کے مطابق استعمال کرے گا تو میں ان کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

تو اسلئے زبان سے باتوں کی اہمیت کیلئے واقوالھم کو الگ ذکر کیا اور اب تو بعض گناہ ایسے ہیں کہ جو ہم زبان سے کرتے ہیں نعوذ باللہ اس کا تو تصور ہی ہمارے ذہنوں سے نکل گیا۔

گناہ عام ہو گئے:

غیبت ہوگئی..... علماء کی مجلس ہو..... طلباء کی مجلس ہو..... مشائخ کی مجلس ہو..... مجاہدین کی مجلس ہو..... عورتوں کی ہو یا مردوں کی ہو..... جوانوں کی ہو یا بوڑھوں کی ہو، ہر مجلس میں غیبت عام ہے اور یہ خیال بھی دل پر نہیں گزرتا کہ یہ گناہ ہم کر رہے ہیں۔

گالی دینا آج زبانوں پر اتنا عام ہو چکا کہ کسی کو احساس تک نہیں ہوتا کہ ہم گناہ کبیرہ کر رہے ہیں اور گناہ کبیرہ بھی وہ جس کا تعلق حقوق العباد سے ہے۔

اگر کسی کو گالی تو جب تک وہ معاف نہیں کرے گا تو اس کا یہ گناہ معاف نہیں ہوتا۔

غرض یہ کہ امام بخاریؒ اس طرف اشارہ فرمارہے ہیں کہ ان کے اقوال اوراعمال تولے جائیں گے۔

ترجمۃ الباب کے الفاظ تبرک کیلئے

امام بخاریؒ کا طریقہ یہ ہے کہ ابواب اور تراجم جب قائم کرتے ہیں تو عموماً قرآن کریم کی آیات اور احادیث مبارکہ کے الفاظ سے قائم کرتے ہیں۔

برکت کے لئے اپنے الفاظ نہیں لاتے بلکہ قرآن کریم یا احادیث مبارکہ کے الفاظ لاتے ہیں ترجمۃ الباب میں قرآن کے جو الفاظ لاتے ہیں تو اس قسم کے جتنے بھی اِلفاظ قرآن کریم میں جہاں جہاں ہوتے ہیں امام بخاریؒ پھر اس کی شرح کرتے ہیں اب!

وزنوا بالقسطاس المستقیم یا ونضع الموازین القسط۔

ق، س، ط کے جو الفاظ ہیں وہ ذکر کرتے ہیں۔

القسطاس!

ق کے کسرے کیساتھ بھی پڑھتے ہیں۔قِسطاس

ق کے ضمے کے ساتھ بھی پڑھتے ہیں۔قُسطاس

"العدل بالرومیة"

اشکال اوراس کا جواب:

امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ قسطاس یا قُسطاس رومی زبان میں عدل کو کہتے ہیں۔

اشکال ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں رومی زبان کا لفظ کیسے آ گیا؟

قرآن میں تو یہ ارشاد ہے کہ

"انا انزلناه قرآنا عربیا"

(سورۃ یوسف آیت ۳)

کہ قرآن کریم کو ہم نے عربی زبان میں نازل کیا ہے۔

محدثین اور مفسرین حضرات فرماتے ہیں کہ قرآن کریم عربی ہے نظم اور اسلوب کے اعتبار سے لیکن اس کا ہر ہر لفظ عربی زبان میں ہونا ضروری نہیں ہے اس کو ترادف لغتین کہتے ہیں کہ ایک لفظ ایسا ہے کہ وہ عربی زبان میں بھی اس معنی میں استعمال ہے اور رومی زبان میں بھی اسی معنی میں مستعمل ہے تو اس میں کوئی اشکال نہیں ہوتا ہے اسی طرح ہوتا ہے۔

آگے فرماتے ہیں کہ

"القسط مصدر المقسط وهو العادل

قرآن کریم میں ہے

"ان اللہ یحب المقسطین"

تو امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ قسط مصدر ہے مقسط کا اور یہ مصدر المصدر ہے بمعنی عادل ہے۔

آگے فرماتے ہیں کہ:

"ان القاسط فهو الجائر"

آگے فرماتے ہیں

"واما القاسطون فکانو الجھنم"

کے الفاظ قرآن کریم میں ہے اس کو ذکر کر رہے ہیں کہ قاسط یہ ظالم اور جابر کو کہتے ہیں۔

محدثین نے لکھا ہے کہ ق،س،ط یہ مادہ اضداد میں سے ہے یہ عدل اور جور دونوں کے معانی میں آتا ہے۔

آگے حدیث ہے کہ!

"حدثنی احمد بن اشکاب"

اَشکاب الف کے فتحہ کے ساتھ اور اِشکاب کسرے کے ساتھ دونوں پڑھتے ہیں۔امام بخاریؒ نے اس حدیث کو صحیح بخاری میں دو مرتبہ پہلے بھی ذکر کیا ہے۔

ایک مقام پر ذکر کیا ہے زہیر ابن محمد سے......

دوسری جگہ اس کو ذکر کیا قتادہ ابن سعید سے......

لیکن آخر میں اپنے استاد احمد بن اشکاب سے ذکر کیا۔

یہ اس لئے کہ احمد بن اشکاب امام بخاریؒ کے ان استادوں میں سے ہیں جن کے ساتھ سب سے آخر میں ملاقات ہوئی تھی۔فرماتے ہیں کہ!

"حدثنی احمد بن اشکاب قال حدثنا محمد بن فضیل عن عمارة بن القعقاع عن ابی ذرعة عن ابی ہریرةؓ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کلمتان حبیتان الی الرحمن"

حبیبتان ای محبوبتان:

دو کلمے ہیں جو کہ حبیب ہیں۔حبیب کا لفظ بروزن فعیل بمعنی اسم مفعول کے ہے۔

"حبیبتان ای محبوبتان"

یہ کلمات محبوب نہیں ہیں بلکہ

"محبوب قائلھما"

کہ ان دونوں کلمات کا قائل، کہنے والا اللہ تبارک وتعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے۔

اس کے کیا معنی ہیں؟

تو قسطلانی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے معنی یہ ہیں کہ اللہ کی جانب سے کسی بندے کے ساتھ خیر کا ارادہ ہوجائے کہ اس سے خیر پہنچے گا تو اس کو کہتے ہیں محبت۔

کلمتان موصوف ہے اور حبیبتان اس کی صفت ہے۔

"خفیفتان علی اللسان"

کہ وہ دونوں کلمات زبان پر خفیف ہیں۔

"ثقیلتان فی المیزان"

یہاں سے ترجمۃ الباب ثابت کرتے ہیں کہ یہ دونوں کلمات بڑے بھاری ہوں گے ترازو میں......ترازو میں ان کلمات کا بھاری ہونا یہ تب معلوم ہوگا کہ جب اس کو ترازو میں تولا جائے۔

وہ کلمات کیا ہیں تو فرمایا کہ وہ یہ ہیں!

"سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم"

امام بخاریؒ نے اس حدیث کو آخر میں ذکر کیا ختم مجلس کی عافیت کے لئے۔

حدیث شریف میں آتا ہے!

دعاء اختتام مجلس:

کہ مجلس کے اختتام پر اگر یہ دعا پڑھی جائے تو مجلس میں جو کمی کوتاہی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ معاف فرمادیتا ہے..... تو اس جہت سے بھی اس کو ذکر کیا۔

اور اس بات کی طرف بھی اشارہ فرمایا کہ انسان کی زبان آخر تک اللہ تبارک وتعالیٰ کے ذکر سے تروتازہ رہنی چاہیے۔

"کلمتان حبیبتان الی الرحمٰن"

یہ خبر مقدم ہے اور سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم یہ مبتدا موخر ہے۔

سبحان اللہ وبحمدہ میں کافی باتیں ہیں.......... لیکن وقت بہت گزرا باقی باتیں میں عرض نہیں کرتا۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

نظام ٹیکس اور سود

وقت:....... صبح گیارہ بجے

تاریخ:....... ۲۰۰۰ء

بمقام:...... جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوریؒ ٹاؤن کراچی۔

تاجر برادری سے استقبالیہ خطاب

نظام ٹیکس اور سود

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم"

الحمدللہ، الحمدللہ کفیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدالرسل وخاتم الانبیاء وعلیٰ الہ واصحابہ الاتقیاء۔

"امابعد"

قابل صد احترام علماء کرام اور میرے معزز ومکرم تاجر حضرات!

سب سے پہلے تو میں مجلس تعاون اسلامی کی جانب سے اور

جامعہ علوم اسلامیہ (علامہ بنوری ٹاؤن) کی انتظامیہ، اساتذہ اور طلباء کی جانب سے آپ حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ ہماری درخواست پر تشریف لائے اور آپ نے ہمیں وقت دیا۔

موجودہ دور معاشیات واقتصادیات کا دور ہے:

اصل بات یہ ہے کہ!

جیسے ابھی آپ مجھ سے پہلے جناب فاروق قریشی صاحب سے سن رہے تھے کہ یہ دور جس میں ہم جی رہے ہیں یہ اقتصادیات اور معاشیات کا دور ہے۔ اور ہم نے یہ دیکھا بھی کہ اس وقت دنیا میں جو ملک معاشی طور پر مضبوط ہوتا ہے دنیا میں اس کی رائے کی قدر بھی ہوتی ہے...... اور اس ملک میں رہنے والے عوام کو بھی لوگ عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

بالفاظ دیگر میں آپ کے سامنے مختصر طور پر یہ حقیقت رکھ دوں کہ دنیا جن

اقتصادیات یا جن معاشیات کی بات کرتی ہے...... میں انشاءاللہ تفصیل سے آپ کے سامنے بعد میں عرض کروں گا۔

اقتصادیات پر یہود کا غاصبانہ قبضہ:

اس وقت دنیا کی اقتصادیات پر اور دنیا کی معاشیات پر یہودی سانپ بن کے بیٹھے ہوئے ہیں اور آج سے تقریباً تین سو، ساڑھے تین سو سال پہلے یہودیوں کے زعماء اور ان کے بڑے جب کہ اس وقت ان کی حکومت بھی نہیں تھی...... وہ اس دنیا میں غلام تھے۔

لیکن اس وقت وہ جمع ہوئے تھے اور انہوں نے دنیا پر یہودی تسلط کے لئے جو نظریات ایجاد کیے یا جن امور پر انہوں نے آئندہ عمل کرنا تھا...... ان امور پر جب ان کا مشورہ ہوا تو پروٹوکول کے نام سے انہوں نے ایک نظریہ ایجاد کیا۔

اس وقت دنیا بھر کی اقتصادیات، دنیا بھر کی معاشیات اور دنیا بھر کا نظام اسی پروٹوکول کے مطابق چلانے کی کوششیں کی جارہی ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اس وقت دنیا کی دولت پر یہودیوں کا قبضہ ہے...... اور اسی طریقے سے دنیا کے میڈیا پر بھی یہودیوں کا قبضہ ہے...... وہ سیاہ کو سفید بنا کر ہمارے سامنے پیش کرنا چاہیں تو ہم اعتبار کر لیتے ہیں...... اور سفید کو سیاہ بنا کر پیش کرنا چاہیں تو ہم اعتبار کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔

اس وقت سوچنے کی بات یہ ہے کہ دنیا کا مسئلہ یقیناً تجارت کا ہوگا کہ کس طریقے سے تجارت کی جائے اور کس طریقے سے استحکام حاصل کیا جائے؟

ایک مسلمان کا مسئلہ:

لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ایک مسلمان کا مسئلہ صرف اتنا نہیں ہے کہ تجارت کس طریقے سے کی جائے؟

اور کس طریقے سے مال کمایا جائے؟............ یہ ایک مسلمان کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ مسلمان کی حیثیت سے مسلمان کا مسئلہ یہ ہے کہ جائز اور حلال کاروبار، جائز اور حلال تجارت کیسے کی جائے؟

اس لئے کہ دنیا کے لئے تو حلال اور حرام کی تمیز نہیں ہے لیکن ہم جس امت سے تعلق رکھتے ہیں، ہم جس نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستگی رکھتے ہیں اور جس دین کی طرف ہم منسوب ہیں............ وہ دین ہمیں اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ تم جو کچھ بھی کرو تو اس میں سب سے پہلے یہ سوچو کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں جائز کیا ہے اور ناجائز کیا ہے؟

میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک بنیادی فرق ہے............ اس وقت دنیا کا جو اقتصادی نظریہ ہے یا جو معاشی نظریات ہیں............ ہماری اقتصادیات میں اور دنیا کی اقتصادیات میں یہی ایک بنیادی فرق ہے۔

ہماری معاشیات میں اور دنیا کی معاشیات میں............ ہماری تجارت اور دنیا کی تجارت میں یہی ایک بنیادی فرق ہے۔

ہمارا دین ہمیں اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ تم جائز کاروبار کرو............ اور جائز طریقے سے تمہارے معاملات ہونے چاہئیں۔

سود تجارت کا حصہ نہیں:

قرآن کریم نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر یہ وحی اتری کہ سود کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے حرام قرار دیا تو اس وقت کے یہودی اور غیر مسلم کہنے لگے کہ اسلام عجیب مذہب ہے کہ جس نے سود کو حرام قرار دیا............ بھئی سود کا مقصد بھی کمانا ہے اور تجارت کا مقصد بھی کمانا ہے۔

قرآن کریم نے ان کے الفاظ کو نقل کیا کہ!

"قالو انما البیع مثل الرّبوا"

(سورہ بقرۃ آیت ۲۷۶)

"کہنے لگے کہ بیع یعنی خرید وفروخت اور تجارت یہ تو سود ہی کا ایک معاملہ ہے"

قران کریم نے کہا کہ نہیں!

"احلّ اللہ البیع وحرّم الرّبوا"

(سورہ بقرۃ آیت ۲۷۶)

قران کریم نے ایک بنیادی حقیقت کو واضح کیا کہ نہیں............ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تو خرید وفروخت اور تجارت کو تو جائز قرار دیا ہے اور سود کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔

تو مختصراً یہ کہ ہمارا مسئلہ یہ نہیں کہ ہم اپنی تجارت کو کیسے ترقی دیں؟ کیسے تجارت کی جائے؟ ہمارا ٹیکس کا نظام کیا ہو؟ اور ہماری اقتصادی پالیسی کیا ہو؟

خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمیؐ:

نہیں ہمارا مسئلہ صرف اتنا نہیں ہے بلکہ ہم جس امت سے تعلق رکھتے ہیں بقول اقبال

خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی

ہم رسولِ ہاشمی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مناسبت رکھتے ہیں اس لئے ہمارا مسئلہ صرف تجارت کے فروغ کا نہیں بلکہ حلال اور جائز تجارت کے فروغ کا ہے کہ ہم جائز اور ناجائز، حرام اور حلال تجارت کے فروغ کو سمجھ سکیں۔

پھر موجودہ نظام میں کیا ہو رہا ہے؟ اس کی حقیقت بھی سامنے آجائے۔۔۔۔۔۔ ۔۔۔۔۔اور اس کے مقابلے میں اسلام کیا کہتا ہے؟ وہ بھی ہمارے سامنے آجائے۔

ٹیکس کا موجودہ ظالمانہ نظام جس نے پوری تاجر برادری کو بلکہ پوری قوم کو مضطرب کر رکھا ہے اس کی حقیقت کیا ہے؟ اور یہ کہ اس کے مقابلے میں ٹیکس کے متعلق اسلام کا نظریہ کیا ہے؟ اور اسلام اس کے متعلق کیا کہتا ہے؟

میں آپ کے سامنے خلاصہ عرض کردوں، اُس دن ہماری بات مخدوم جناب ڈاکٹر جاوید انصاری صاحب سے سیمینار کے متعلق ہو رہی تھی تو میں نے اور چند ساتھیوں نے مشورہ دیا کہ یہ سیمینار کسی ہوٹل میں رکھ دیتے ہیں۔

اس لئے کہ ہم جس طبقے سے بات کرنا چاہتے ہیں (تاجر طبقہ)۔۔۔۔۔۔۔۔وہ بہت نازک طبع لوگ ہیں شاید ہی وہ مدرسہ میں آئیں۔۔۔۔۔۔ مسجد میں آئیں اور ہمارے ساتھ بیٹھیں۔

تو ڈاکٹر صاحب نے بہت خوبصورت بات ارشاد فرمائی۔۔۔۔۔۔۔۔فرمایا کہ

بھائی۔۔۔۔۔!

"بات یہ ہے کہ ہم اس تاجر طبقے کو اس ماحول سے، جس ماحول سے وہ تنگ آچکا ہے۔ دوبارہ مدرسہ اور مسجد کی طرف لانا چاہتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔ہم ان کو بتانا چاہتے ہیں کہ اس مدرسہ اور مسجد کا جس دین سے تعلق ہے وہ دین آپ سے کیا کہتا ہے؟۔۔۔۔۔۔آپ کو کتنی سہولتیں دیتا ہے؟۔۔۔۔۔۔

وہ آپ کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہتا ہے؟۔۔۔۔۔۔

یہ حقیقت آپ کے سامنے واضح ہو جائے اور پھر اس کے بعد دونوں نظام یا دونوں طریقے جب آپ کے سامنے آجائیں گے۔

قوم کے سامنے جب یہ حقیقت آجائے گی تو اس کے بعد قوم کو اختیار ہے کہ وہ چاہے اس کو اختیار کرلیں اور چاہیں تو اس کو اختیار کرلیں۔

قرآن کریم نے "راہ ہدایت" کو بھی واضح کر کے بیان کیا اور کفر کی باتوں کو بھی بیان فرمایا اور اس کے بعد فرمایا کہ!

"فمن شآء فلیؤمن ومن شآء فلیکفر"

(سورہ کہف آیت ۲۹)

"کہ جس کا جی چاہے یہ راہ اختیار کرلیں اور جس کا جی چاہے وہ راہ اختیار کرلیں"

تو عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ!

اس موضوع پر انشاء اللہ تبارک وتعالیٰ آپ سے باتیں ہوں گی۔

میں آخر میں پھر مجلس تعاون اسلامی کی جانب سے اور ہمارے مدرسہ جامعہ علوم اسلامیہ (علامہ بنوری ٹاؤن) کے رئیس ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر کی جانب سے، مدرسہ کی انتظامیہ کی جانب سے اور مدرسہ کے اساتذہ کی جانب سے آپ حضرات کا خیر مقدم کرتا ہوں۔

اور دعا گو ہوں کہ.....!

اللہ تبارک وتعالیٰ آپ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اور جس مقصد کے لئے ہم جمع ہوئے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ اس مقصد میں ہمیں کامیاب فرمائے۔

(آمین)

”وآخر دعوانا ان الحمدللہ ربّ العالمین“

سوالات وجوابات

(پروگرام کے اختتام پر تاجر بھائیوں نے نہایت اہم اور چبھتے ہوئے سوالات کئے۔

مفتی صاحب نے ان کے مکمل ومدلل اور مسکت جوابات دیئے)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوالات وجوابات

سوال:...... کیااس کی کوئی عملی شکل بھی بن سکتی ہے کہ طبقہ وار ہر قسم کے تاجروں کوالگ الگ جمع کر کے ان شعبوں کے مسائل بیان کئے جائیں، مثلاً مہینہ میں ایک بار کپڑے کے تاجروں کوجمع کر کے کپڑے کی تجارت کے مسائل بیان کئے جائیں۔

اور تاجروں کے ساتھ سوال وجواب کی بھی نشست ہو، اور اگر ممکن ہوتو اس مذاکرات کی اخبار کے ذریعے تشہیر کریں۔

جواب:...... انشاء اللہ تبارک وتعالیٰ اگر آپ حضرات کا تعاون رہے گا تو ہم اپنے مدرسے کے علمائے کرام سے مشورہ کریں گے...... اور ہر مہینے ایک نشست رکھیں گے...... کپڑے کے تاجروں کے لئے الگ، اور دوسرے تاجروں کے لئے الگ...... ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب اس کا اعلان ہوجائے گا۔

سوال:...... ایک صاحب پوچھتے ہیں کہ

''سٹی بینک (City Bank) میں یہودیوں کا جونمائندہ بیٹھا ہوا ہے اور تنظیموں کوفنڈ دے رہا ہے...... اور وہ فنڈز اور وہ تنظیمیں آپ کو معلوم ہیں تو برائے مہربانی اس کی وضاحت فرمائیں''۔

جواب:...... بھائی؛...... متعلقہ ادارے جتنے بھی ہیں ہم ان کے سامنے بات رکھ چکے ہیں۔ اور صرف میں نہیں بلکہ بریلوی مکتبہ فکر کے حضرت مولانا شاہ احمد نورانی صاحب بھی ذمہ داروں کے سامنے یہ بات رکھ چکے ہیں۔

تو اگر اس سے فائدہ نہیں ہوا تو ہم عام بھی کر دیں گے...... لیکن فی الحال اب اس وقت یہ بات مناسب نہیں ہے۔

سوال:...... ایک صاحب پوچھتے ہیں کہ

''ولکم فی القصاص حیٰوۃ یااولی الباب''

(سورۂ بقرۃ آیت ۱۷۹)

کے تحت بدعنوان وزراء سے موجودہ حکومت کس طرح قصاص لے گی؟

جواب:...... بھئی...... یہ تو موجودہ حکومت لگی ہوئی ہے۔ جب ان کی (بدعنوان وزراء) باری آئے گی تو جس طرح قرآن کریم میں ایک آیت ہے کہ

''وقالت الیھود لیست النصاریٰ علیٰ شئی وقالت النصاریٰ لیست الیھود علیٰ شئی''۔

(سورۂ بقرۃ آیت ۱۱۳)

'' کہ یہودی کہنے لگے کہ نصاریٰ کچھ بھی نہیں اور نصاریٰ کہنے لگے کہ یہودی کچھ بھی نہیں، فضول لوگ ہیں...... غلط ہیں''

تو مسلمانوں نے کہا کہ ہم تم دونوں کی تصدیق کرتے ہیں تم دونوں صحیح کہتے ہو...... تو یہ جو ایک دوسرے کو چور کہتے ہیں۔ (ہم کہتے ہیں کہ تم دونوں صحیح کہتے ہو)

تو چور سے حساب لینا چاہئے، ہم اس کی تائید کرتے ہیں۔

سوال:...... ایک صاحب پوچھتے ہیں کہ '' اس ماحول میں انفرادی کردار کے بارے میں کچھ فرمائیں تاکہ لوگ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھ سکیں''۔

جواب:...... یہ بات میں نے عرض کی کہ ایک تو ہماری اجتماعی ذمہ داریاں ہیں......اور اس کو پورا کرنا حکومت کے ذریعے سے ممکن ہوسکتا ہے۔

لیکن جب تو وہ صورت مہیا نہ ہوتو...... ہر تاجر...... ہر عالم...... ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ اس کے شعبے کے متعلق جتنے مسائل ہوں...... ذاتی اور انفرادی طور پر...... اس پر عمل کریں، یہ ہر مسلمان پر فرض ہے۔

سوال:...... مفتی صاحب!

''پاکستان میں کوئی بینک یا کوئی ادارہ ایسا موجود ہے جس میں تنخواہ...... سرمایہ لگایا جاسکے؟ اور منافع کمایا جاسکے؟

جواب:...... ہماری اطلاع کے مطابق کوئی بینک اس وقت شاید ہی موجود ہو...... جن کے سارے مسائل دینی احکام کے مطابق ہوں۔

البتہ یہ ''المیزان'' اور ''البرکۃ'' والے حضرات ہیں جن کے پاس حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کی تحریر ہے...... ان کے خیال میں وہ کافی حد تک صحیح ہے...... اور ان حضرات کے علم میں ہے۔

ان حضرات سے اگر کوئی شخص اس معاملہ میں پوچھ لیں...... اور وہ حضرات تصدیق کردیں تو پھر وہ ''المیزان'' اور ''البرکۃ'' والے ہیں...... (شائد)۔

سوال:...... مفتی صاحب......!

تشہیر کاری کے بارے میں علمائے کرام کیا فرماتے ہیں؟ اور یہ کن صورتوں میں جائز ہے؟

جواب:...... تشہیر کاری کا مطلب یہ ہے کہ اپنے مال کے ''ایڈورٹائز''

اور اس کی شہرت کے لئے جتنے بھی جائز طریقے ہیں...... مثلاً اعلان کی صورت میں...... اخباری اشتہارات کی صورت میں اور دوسرے تمام طریقوں میں۔

البتہ تصاویر کا جو طریقہ اختیار کیا جاتا ہے وہ ناجائز ہے...... اور جائز مال کے لئے جتنے بھی جائز طریقوں ہوں وہ بالکل جائز ہے۔

سوال:...... ایک تاجر جو زکوٰۃ پوری ادا کرتا ہے مگر ٹیکس نظام کے ظالمانہ ہونے کی وجہ سے ٹیکس پورا ادا نہیں کرتا ہے، کیا وہ صحیح کرتا ہے؟

جواب:...... بالکل صحیح کرتا ہے۔ ظاہر ہے یہ جو ٹیکس ہے ظالمانہ ہے...... اس سے بچنا چاہئے۔ البتہ جب نظام صحیح ہوجائے تو پھر ٹیکس دینا چاہئے...... اس لئے کہ ٹیکس کے بغیر ملک کا نظام چلتا نہیں ہے۔

سوال:...... موجودہ بینکاری اور معاشی نظام میں آپ کے نزدیک کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی شخص ''امپورٹ ایکسپورٹ'' کا بزنس کرسکے؟

جواب:...... یہ امپورٹ ایکسپورٹ کے جتنے قواعد ہیں...... خاص طور پر اس کے ایل سی کے لئے جتنے طریقہ کار ہیں...... ابھی تک ہماری اطلاع اور علم کے مطابق یہ صحیح نہیں ہے۔ لیکن اگر کوئی مسلمان ان غلط طریقوں سے بچ سکتا ہے تو جائز ہے۔

سوال:...... ہم لوگ پرفیوم امپورٹ کرتے ہیں...... سوال یہ ہے کہ آیا یہ جائز ہے یا ناجائز؟

جواب! اس کے لئے میں نے عرض کردیا...... انشورنس کا مسئلہ یہ ہے ......
جہاں تک اپنے اختیار کی بات ہے تو اختیاری امور میں اب تک ہمارے علماء کا فتویٰ یہ ہے کہ انشورنس سے بچنا چاہئے لیکن جہاں پر آپ کا اختیار نہیں...... حکومت کا لازمی قانون ہے ...... اور وہ لازمی طور پر آپ نہیں کریں گے تو جرم سمجھا جائے گا۔

تو وہاں پر استغفار کرتے ہوئے کریں ...... اور جو قانون انہوں نے بنایا ہے اس کا گناہ بھی انہی پر ہوگا۔

سوال: ...... موجودہ حالات میں زکوٰۃ وعشر کی آمدنی کافی ہوگی ...... یا اسلامی نظام کے تحت ٹیکس کی ضرورت ہوگی؟

جواب: ...... میرا خیال یہ ہے کہ موجودہ نظام تو سارا ہی غلط ہے ...... لیکن اسلامی حکومت اگر بن جائے تو اسلامی محاصل کے زکوٰۃ وعشر اور اس طرح کے جو بھی اسلامی محاصل ہیں ...... وہ اتنی ہیں کہ اگر حکومت ٹھیک ہوجائے تو وہ حکومت کے اخراجات سے بھی زائد ہیں ...... اور مزید کسی ٹیکس کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

آپ کے سامنے اس کی صورت حال موجود ہے۔ اگرچہ ان کی معیشت ابھی تک اپنے پاؤں پر کھڑی نہیں ہوسکی ہے ...... لیکن افغانستان میں طالبان کا جو نظام ہے ...... اس نظام میں وہ اسلامی محاصل ہی سے اپنی ضرورتیں پوری کرتے ہیں۔

بعض چیزوں پر جو ٹیکس وہ لیتے ہیں ...... وہ دو، تین فی صد ہے ...... جس کا دنیا میں تھوڑی ہی نہیں ہے ...... تو ظاہر ہے کہ حکومت کی جو مشینریاں یا پرزے ہیں یہ سارا نظام انہی کا خراب کیا ہوا ہے۔

ہر محکمے میں ایک ایک افسر کے ساتھ پانچ، چھ، چھ گاڑیاں ہوتی ہیں ان گاڑیوں میں تیل اور ان کے مصارف ...... اور پھر ان کے دیگر مصارف اور پھر جب باہر جاتے ہیں تو ٹی اے ڈی اور پتہ نہیں کیا کیا مصیبتیں ہوتی ہیں۔

یہ جو ملک کو لوٹا جاتا ہے یہ سارا سسٹم اگر ختم ہوجائے ...... تو آپ دیکھیں گے تو اس وقت اگر ایک محکمے کا بجٹ ایک ارب ہے ...... تو اس کی اصلاح کے بعد اور اسلامی نظام کے نفاذ کے بعد انشاءاللہ تبارک وتعالیٰ ایک لاکھ بھی نہیں رہے گا۔

سوال: ...... حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بازار کی دیکھ بھال خود کرتے تھے...... تو علماء کرام اس سنت کو موجودہ دور میں کیسے پورا کریں گے؟

جواب: ...... آپ علماء کرام کو قوتِ نافذہ دے دیں ...... انشاءاللہ تعالیٰ علماء کرام اس ذمہ داری کو پورا کریں گے۔

سوال: ...... مفتی رشید احمد صاحب نے اپنے بیان میں اسٹاک مارکیٹ کو ختم کرنے کی بات کی ہے؟

جواب: ...... اسٹاک مارکیٹ یعنی اسٹاک ایکسچینج جو ہے ...... اس میں جائز کاروبار بھی ہوتا ہے اور ناجائز کاروبار بھی ہوتا ہے ...... تو انہوں نے جو

بات کہی ہے یا دیگر حضرات جو بات کرتے ہیں تو اس میں ناجائز یا فرضی قسم کے یا جوئے کے قبیل کی چیزیں ہوتی ہیں وہ ناجائز ہیں۔

سوال:...... ہفتے میں ایک دن لیکچر دینے کی بجائے ایک ایسا ادارہ قائم کیا جائے کہ جس میں مختلف ماہرین معاشیات آکر درس دیں......اور معاشیات کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کریں...... نیز بینکنگ، ٹیکسز، امپورٹ ایکسپورٹ اور تجارت کے دوسرے اہم مسائل پر روشنی ڈالیں۔

جواب:...... جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ اگر آپ حضرات کا تعاون ہوگا تو انشاء اللہ تعالیٰ اس کے لئے مستقل ماہانہ نشستیں رکھیں گے۔ اور پھر اس کو مستقل ادارے کی شکل دے دیں گے جب مشورہ ہو جائے گا۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

سوال:...... ایک ایسی کمیٹی تشکیل دی جائے جو اسلامی اصولوں کے مطابق وقتاً فوقتاً تاجروں کی صحیح دینی راہ نمائی کرتی رہے۔

جواب:...... انشاء اللہ تعالیٰ جیسا کہ میں نے عرض کیا تو ہم مختلف تاجروں کیلئے ماہانہ الگ الگ پروگرام کریں گے......تو اس کی یوں شکل بنے گی تو وہ آگے جا کر ایک ادارے کی شکل بھی اختیار کرلے گی اور کمیٹی کی صورت بھی۔

سوال:...... بعض اہم مال باہر ملک سے منگواتے ہیں اس کی مالی حیثیت دس لاکھ ہوتی ہے تو ٹیکس کی وجہ سے قیمت ایک لاکھ بتاتے ہیں...... اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب:...... اس کی ایک اصولی بات میں نے آپ کے سامنے عرض کردی ہے کہ ٹیکس اگر ظالمانہ ہو تو اس میں بچنے کے جتنے بھی جائز ذرائع اختیار کئے جاسکتے ہیں اختیار کئے جائیں...... اگر نظام ظالمانہ نہ رہے...... حکومت کا رویہ اور اس کا قانون صحیح ہو جائے تو پھر ٹیکس دینا ضروری ہے اس میں اس طرح کی چیزیں جائز نہیں ہیں۔

سوال:...... ہماری دوکان کی سالانہ سیلز تقریباً تیس لاکھ ہے...... ہم بارہ لاکھ شو(SHOW) کرتے ہیں...... کیا یہ صحیح ہے؟

جواب:...... یہ بھی وہی بات ہے جو میں نے اصولی طور پر عرض کی۔

سوال:...... اسٹاک مارکیٹ کے نظام کو مطلقاً مسترد کردیا گیا...... کیا یہ صحیح ہے؟

جواب:...... میں نے عرض کیا کہ اسٹاک مارکیٹ کے کاروبار کو مطلقاً رد نہیں کیا گیا...... جس میں فرضی یا ناجائز یا سٹے کے کاروبار ہوتے ہیں وہ حرام ہے۔

سوال:...... غیر سودی بینکاری کیلئے ضروری ہے کہ ایک اسلامی بینک قائم کیا جائے...... جس میں مسلمان سرمایہ کار، سرمایہ کاری کرسکیں۔

جواب:...... اگر مسلمان تاجر جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے پیسہ دیا ہے...... وہ یا سب مل کر یہ کام کریں تو انشاء اللہ تبارک وتعالیٰ علماء کی خدمات یعنی صحیح راہ نمائی انہیں حاصل ہوگی اور انشاء اللہ تعالیٰ وہ صحیح راہ نمائی کریں گے۔

سوال:...... مدارس کے نصاب میں علماء کرام جو جدید مسائل کی سوجھ بوجھ

رکھتے ہوں ...... ان کی کتابیں بھی نصاب میں شامل کی جانی چاہئیں۔

جواب: ...... اس پر مدارس کے علماء غور فرما رہے ہیں ...... جدید تجارت کے جدید مسائل پر انشاء اللہ سب پر کتابیں بھی آئیں گی ...... اور آپ حضرات کے علم میں بھی آئیگا۔

سوال: ...... ٹیکس کی ادائیگی کے سلسلے میں بعض مقامات پر ایک تاجر کو رشوت بھی دینا پڑتی ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

جواب: ...... رشوت کا مسئلہ یہ ہے بھائی! کہ جہاں آپ پر ظلم ہو رہا ہو اور اس ظلم کو دفع کرنا بغیر رشوت کے ممکن نہ ہو تو پھر مجبوراً جو شخص رشوت دے گا وہ گنہگار نہیں ہوگا ...... لیکن لینے والا بہر صورت گنہگار ہوگا۔

سوال: ...... خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک مزدور کو دو ہزار یا تین ہزار دو سو درہم ماہانہ آمدنی ہوتی تھی ...... آج چودہ سو سال گزرنے کے بعد بھی مزدور کو دو ہزار پانچ سو روپے ماہانہ تنخواہ دیتے ہیں اور ٹیکس بھی وصول کرتے ہیں؟

جواب: ...... یہ تو میں نے عرض کر دیا ہے کہ یہ جو نظام ہے، یہ اسی ظالمانہ نظام کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو ختم فرمائیں تو انشاء اللہ تعالیٰ دوسرے مسائل بھی ختم ہو جائیں گے۔

سوال: ...... اسمگلنگ کے مال کے بارے میں کچھ فرمائیں۔

جواب: ...... اسمگلنگ کا طریقہ جو ہے یہ حکومتی قوانین کے بھی خلاف ہے ...... اور جائز کاروبار کرنے والوں کو بھی اس سے نقصان ہوتا ہے ...... تو اس

لئے یہ جائز نہیں ہے ...... اور صحیح طریقہ کار نہیں ہے۔

سوال: ...... جدید تجارت کے مسائل پر کوئی کتاب ہو تو بتائیں۔

جواب: ...... بازار میں اسی نام سے میرے خیال میں کئی کتابیں ہیں مثلاً ......

سوال: ...... تمام مقررین نے موجودہ نظام کے خلاف بات کی ...... اگر اس کے خلاف ملی جدوجہد میں علماء کرام شریک ہوں؟

جواب: ...... انشاء اللہ تعالیٰ! ہم آپ کے ساتھ شریک ہیں۔ جو جدوجہد اس موجودہ ظالمانہ نظام کے خلاف آپ کریں گے ...... انشاء اللہ تبارک وتعالیٰ ہم ہر مرحلے میں آپ کے ساتھ شریک ہوں گے۔

"وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین"

امریکی واجب القتل ہیں

وقت:......پانچ بجے شام

تاریخ:......۱۵ اکتوبر ۲۰۰۱ء

بمقام:......امریکہ مردہ باد ریلی سے خطاب

بنارس کراچی۔

امریکی واجب القتل ہیں

نحمده ونصلي على رسوله الكريم.

امابعد......!

میرے عظیم مسلمان بھائیوں......!

میں آپ کو چند شرعی احکام بتانا چاہتا ہوں۔آپ حضرات توجہ سے سن لیں

سب سے پہلی بات:......

یہ ہے کہ ہمارے پاکستان کے صدر، پرویز مشرف یہ یہودیوں کی اور صلیبیوں کی حمایت کی وجہ سے یہ مسلمانوں پر حکمرانی کرنے کا حق نہیں رکھتا۔آپ سب حضرات اور تمام پاکستان کے مسلمانوں کا یہ فرض ہے کہ ہر جائز اور قانونی طریقہ، ہر شرعی طریقہ کو اختیار کر کے اس حکومت کو ختم کریں۔پرویز مشرف کو برطرف کیا جائے۔وہ اپنے عمل کی وجہ سے اپنے اس موقف کی وجہ سے اب وہ مسلمانوں پر پاکستان مسلمانوں پر حکمرانی کا حق نہیں رکھتے۔

دوسری بات:......

یہ ہے کہ اس وقت افغانستان کے مسلمانوں پر دنیا بھر کے یہویوں نے اور عیسائیوں نے جو حملے شروع کر رکھے ہیں۔اب دنیا کے تمام مسلمانوں پر اس وقت جہاد فرض ہے۔اور اپنے افغان بھائیوں کی مدد کرنا یہ بھی تمام مسلمانوں کا فریضہ ہے۔

لہذا میں تمام مسلمان نوجوانوں سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ جب آپ سے علماء کہیں گے۔آپ کو علماء فتویٰ دیں گے۔تو اس وقت آپ سب افغانستان

جانے کے لئے اور وہاں اپنے افغان بھائیوں کے ساتھ جہاد میں شریک ہونے کے لئے سب تیار ہوں۔

کیا آپ سب تیار ہیں.....؟

(مجمع نے یک زبان ہو کر جواب دیا کہ)

ہم سب تیار ہیں۔

تیسری بات:......

یہ کہ تمام مسلمان اپنے اپنے ملکوں میں، ہر مسلمان اپنے اپنے مقام پر افغانستان کے مسلمانوں بھائیوں کے لئے مالی تعاون کرنے کے لئے بھی کوشش کریں۔

چوتھی بات:.......

میں آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ حکومت کے تمام ادارے، چاہے وہ جو بھی ہو۔ اگر حکومت والے، صدر مملکت، دوسرے لوگ، انہیں اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف، مسلمانوں کے خلاف استعمال ہونے کے لئے کہے تو تمام مسلمان چاہے ان کا تعلق جس ادارے سے بھی ہو۔ وہ سب انکار کردیں اور کہدیں کہ ہم اپنے مسلمان بھائیوں کے خلاف استعمال نہیں ہوں گے۔

پانچویں بات:......

یہ کہ اگر پاکستان کے حدود میں جہاں بھی امریکی طیارے نظر آئے امریکی فوجی نظر آئے تو تمام مسلمان پر لازم ہے۔

کہ تمام امریکی تنصیبات کو، تمام یہودی تنصیبات کو، امریکہ کی فوجوں کو، جہاں دیکھے، جہاں پائے، ان کو قتل کردیں۔ اس وقت ہر مسلمان کا یہ شرعی فریضہ ہے۔

و آخر دعوانا ان الحمد الله رب العالمين.

بیعت کی غرض و غایت

بیعت کی اغراض و مقاصد پر یہ حضرت مفتی صاحب کا
نہایت اہم مضمون ہے۔
وقت کی ضرورت کی بناء پر شامل کیا گیا۔

بیعت کی غرض و غایت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیعت کا حاصل یہ ہے کہ!

''انسان غفلت اور معصیت سے نکل کر تقویٰ واطاعت کی زندگی بسر کرے...... بیعت سے اخلاق رذیلہ دور ہو کر اخلاق حمیدہ حاصل ہو جاتے ہیں۔''

کوئی عامی شخص جس نے اپنی عمر کو غفلت اور معصیت کے کاموں میں صرف کیا ہو...... جب اس کو اپنے حال پر تنبہ اور عبرت ہو...... یعنی اس کو درستگی کا خیال آوے...... اور حالات گزشتہ پر وہ نادم ہو کر تقویٰ اور طاعت کے کاموں کی طرف رجوع کرنا چاہے...... تو یہ چیز بدون کسی شیخ کے...... جو ظاہراً اور باطناً متقی ہو...... اپنے اوپر حاکم بنائے ہوئے...... یونہی بطور خود عادتاً وقوع پذیر نہیں ہوا کرتی۔ کیونکہ شریعت کی کتابوں کا مطالعہ ایسا ہی ہے...... جیسا کہ کسی طب کی کتاب کی طرف مراجعت کی جائے...... اور یہ سب جانتے ہیں کہ بیمار کے لئے بغیر اس کے کہ طب اور معالجہ میں اس کو ملکہ اور مہارت حاصل ہو۔

محض کتب بینی کے ذریعہ سے اصلاح کر لینا اور مرض کا دفع کرنا، دشوار ہے...... لہٰذا اس ضرورت کے تحت کسی کو اپنا شیخ اور مصلح بنانے کے لئے کہ شخص کا انتخاب کریں...... جو شریعت کا عامل ہو اور سنت کا پابند ہو...... او الاعمال کا خوگر ہو۔

یہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اعلیٰ اور ممتاز سنّت ہے۔

ہر انسان کا حسن وکمال تمام امور میں ظاہراً و باطناً...... اصولاً و فروعاً...... عقلاً وفعلاً...... عادتاً و عبادتاً کامل اتباع رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں مضمر ہے۔

ایسے شخص کا انتخاب کر کے اپنے تمام کاموں کی لگام اس کے ہاتھ میں دے دے...... اور اس کی اتباع کو اپنے اوپر لازم پکڑے...... شیخ کے لئے فن جاننا اور اس میں مہارت ہونا ضروری ہے۔

شیخ کو اپنا رہبر بنانا نہایت ضروری ہے...... کیونکہ وہ تجربہ کار ہے...... ان کو اچھی طرح معلوم ہو چکا ہے کہ اس بات کے حاصل کرنے میں بلا شیخ کی مدد کے ہرگز کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی...... بلا کسی استاد سے مشق کئے ہوئے اور بلا کسی خوشنویس کی مدد کے کوئی خوشنویس نہیں بن سکتا۔

امت کے تمام اکابر نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ بلا شیخ کے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا...... اور سالک کو یہ پتہ نہ چلے گا کہ کہاں جاؤں؟ اگر اس طلب کے اندر کچھ اثر نہ ہوتا...... تو آخر بیعت کے ان ثمرات کا جو ظہور اور مشاہدہ ہو رہا ہے...... یہ کیوں ہوتا ہے؟

بہرحال شیخ ملکات فاسدہ کو مغلوب کرنے کے طریقے بتلاتا ہے!

اور طریقے مرکب ہیں...... تدبیر سے اور ذکر سے۔

پھر کسی تعلیم پر عمل کرنے کے بعد یہ تبدیلی واقع ہوتی ہے...... یعنی ملکات فاسدہ بالکل مغلوب اور کالعدم ہو جاتے ہیں...... اور ملکات حسنہ غالب ہو جاتے

بیعت کی حقیقت التزام ہے!

یعنی شیخ اور طالب دونوں ایک امر کا التزام کرتے ہیں...... طالب اطاعت واتباع کا...... اور...... شیخ تعلیم واصلاح کا۔

بیعت کا ثمرہ اور نتیجہ آخرت میں نجات کلی ہے، اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں رسائی اور مولیٰ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہے!

تین حق ہیں محترم مرشد کے رکھ
ان کو یاد اعتقاد و اعتماد و انقیاد

بیعت کے لئے صرف طلب اور مناسبت کی ضرورت ہے۔

بزرگان دین جو بیعت لیتے ہیں وہ جوگیوں اور بدھ مذہب کی پیروی نہیں کرتے...... بلکہ......

حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہیں کہ کبائر سے صراحتاً توبہ کراتے ہیں اور ہر نافرمانی سے روک کر طاعتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر آمادہ کرتے ہیں۔

حضرات صوفیاء کرامؒ میں جو بیعت معمول ہے جس کا حاصل!

”معاہدہ ہے التزام احکام واہتمامِ اعمال ظاہری وباطنی کا، جس کو ان کے عرف میں بیعت، طریقت کہتے ہیں۔“

سورۂ فتح میں ارشاد ہے!

”ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ“

(سورۂ فتح ۱۰)

پھر چند آیات کے بعد یعنی تیسرے رکوع کے شروع میں ہے!

"لقد رضی اللّٰہ عن المؤمنین اذیبایعونک تحت الشجرۃ"

(سورۂ فتح: ۱۸)

یہاں مؤمنین بلکہ اعلیٰ درجہ کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بیعت لی گئی جن میں وہ حضرات بھی ہیں جو مکہ مکرمہ میں اسلام لا چکے تھے...... اور دینِ اسلام کی خاطر بڑی تکلیفیں برداشت کر چکے تھے اور ان کا شمار مہاجرین اولین میں ہے...... اور غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ برابر شریک رہتے تھے۔

ظاہر ہے یہ بیعت اسلام قبول کرنے کے لئے نہیں تھی...... اسلام تو ان کو بہت پہلے سے حاصل تھا جو کہ نہایت قوی تھا۔

اسی طرح سورۂ ممتحنہ میں ہے:

"یا ایها النبیّ اذا جاءک المؤمنات یبایعنک علی ان لایشرکن بالله شیئا ولایسرقن ولایزنین ولایقتلن اولادهن ولایأتین ببهتان یفترینه بین ایدیهن وارجلهن ولایعصینک فی معروف فبایعهن واستغفرلهن الله ان الله غفور الرحیم۔

(سورۂ ممتحنہ: ۱۲)

اس آیت شریفہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے چھ چیزوں پر بیعت لینے کا حکم فرمایا ہے...... اور سب سلبی ہیں...... اگر غور کریں تو سمجھ میں آئے گا کہ چھٹی چیز "ولایعصینک فی معروف" ایک عام ضابطہ ہے۔

یعنی وہ کسی نیک کام میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کریں گی...... جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر فرمان کی اطاعت کریں...... یہ صورتاً سلب ہے...... اور حقیقتاً سب سے بڑا ایجاب ہے۔

اس کے علاوہ بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے اور بھی کسی خاص چیز پر بیعت لینا بھی ثابت ہے۔ چنانچہ ان خاص چیزوں پر بیعت کے سلسلہ میں حدیث شریف میں صاف صاف موجود ہے!

"عن عبادۃ بن صامت قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم وحولہ عصابۃ من اصحاب: بایعونی علیٰ ان لاتشرکوا باللّٰہ شیئاً، ولاتسرقوا، ولاتزنوا، ولاتقتلوا اولادکم، ولاتاتوا ببهتان تفترونه بین ایدیکم وارجلکم، ولاتعصوا فی معروف، فمن وفیٰ منکم فاجرہ علی اللّٰہ، ومن اصاب من ذالک شیئاً فعوقب به فی الدنیا فهو کفارۃ له، ومن اصاب من ذالک شیئاً ثم سترہ اللّٰہ علیه فهو الی اللّٰہ ان شاء اللّٰہ عفاعنه وان شاء عاقبه فبایعناہ علیٰ ذالک"

(متفق علیہ، مشکوٰۃ ص: ۱۳)

"حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی جماعت کو، جو آپ کے پاس تشریف فرما تھی۔

فرمایا!

مجھ سے ان باتوں پر بیعت کرو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراؤ گے، چوری نہیں کرو گے، زنا نہیں کرو گے، تنگ دستی کے خوف سے اپنے بچوں کو قتل نہیں کرو گے، جان بوجھ کر کسی پر بہتان تراشی نہیں کرو گے، اور معروف میں نافرمانی نہیں کرو گے۔

پس تم میں سے جو اس عہد کو پورا کرے گا اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے، اور جو شخص (سوائے شرک کے) ان میں سے کسی گناہ میں مبتلا ہو جائے گا اور دنیا میں اس کو اس کی سزا بھی مل جائے تو یہ سزا اس کے لئے کفارہ ہو جائے گی، اور اللہ تعالیٰ نے اس مرتکب گناہ کی ستر پوشی فرمائی تو اب اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے، اگر چاہے تو معاف فرمادے اور اگر چاہے تو اس کو سزا دے۔

راوی فرماتے ہیں کہ ہم نے ان شرائط پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیعت کی۔"

مشائخ تصوف چشتی ...... قادری ...... نقشبندی ...... سہروردی سب کے ہاں بیعت کا طریقہ یہی ہے اور بہت بڑی مخلوق کو اس کے ذریعے تزکیہ باطن ہو کر نسبت سلسلہ حاصل ہوئی ہے، اخلاق رذیلہ دور ہو کر اخلاق فاضلہ نصیب ہوئے ہیں۔

طالب اور سالک کے لئے چار چیزوں کی ضرورت ہے۔

دو تو بیعت سے پہلے ...... اور دو بیعت کے بعد ہمیشہ تک۔

پہلی دو چیزیں ہیں۔ اعتقاد و اعتماد اگر شیخ پر اعتماد نہ ہو گا تو فائدہ نہیں ہو گا ...... اعتقاد یہ ہونا چاہئے کہ اس کی تعلیم و تربیت میرے لئے سب سے انفع ہے ......

یہی معنیٰ ہیں شیخ کو اوروں سے کامل سمجھنے کے ...... دوسرے اعتماد ہونا بھی ضروری ہے ...... اگر اعتماد نہ ہو گا تو اس کی تعلیم و مشورہ میں خلجان رہے گا۔

اب دوسری دو چیزوں کی ضرورت بیعت کے بعد کی ہے۔

اور وہ یہ ہیں: اطلاع و اتباع

کیونکہ بدون اطلاع کے، شیخ طالب کے لئے تجویز یا ترمیم کیسے کرے گا؟

پھر اطلاع کے بعد اتباع ضروری ہے ...... یعنی جو شیخ نے بتایا ہے، بس اس میں کمی بیشی نہ کرے اور اپنی رائے سے کچھ نہ کرے ...... اور اگر امر شیخ کے اتباع میں دشواری یا مشقت یا ضرر دیکھے ...... تو اس کی بھی شیخ کو اطلاع کرے ...... شیخ کوئی مناسب تجویز کر دے گا۔

"وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین"

جامع فقہی مجلس کے قیام، طریق کار

اور ہیئت کیلئے تجاویز

وقت:...... دس بجے صبح

تاریخ:...... ۱۷ اپریل ۱۹۹۶ء

بمقام:...... المرکز الاسلامی بنوں صوبہ سرحد۔

جامع فقہی مجلس کے قیام، طریق کار

اور ہیئت کیلئے تجاویز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون"

(سورۃ انبیاء آیت ۷)

گرامی قدر، صدر مجلس، المرکز الاسلامی کے منتظمین اور دیگر معزز اور اکابر علماء کرام!

سب سے پہلے تو یہ عرض کرتا ہوں کہ اس قسم کی کانفرنس کا انعقاد یہ یقیناً المرکز الاسلامی کے منتظمین اور بنوں کے علماء کرام کا ایک کارنامہ ہے۔ پاکستان بھر سے بڑے بڑے علماء کرام اور علاقے کے اکثر علماء کرام یہاں موجود ہیں اور علماء کرام کے متعلق جیسے کہ مشہور ہے کہ وہ کسی بات پر اتفاق بھی نہیں کرتے اور کسی مجلس میں اس طرح جمع بھی نہیں ہوتے۔ بلکہ بعض لوگوں نے تو یہاں تک کہا کہ علماء کرام کو کسی مجلس میں جمع کرنا (توہین مقصود نہیں) بے ادبی کی پہلے معافی چاہتا ہوں کہ علماء کرام کو جمع کرنا یہ ایسا ہے جیسے مینڈکوں کو تولنا۔

ظاہر ہے کہ ترازو کے ایک پلڑے میں جب آپ انہیں جمع کریں گے اور تولنے کے لئے ترازو اٹھائیں گے تو جب تک آپ ترازو اٹھائیں گے اتنی دیر تک وہاں کچھ بھی نہیں ہوگا۔ اس مجلس میں ملک بھر کے علماء کرام اور علاقے

کے بزرگ اور معزز علماء موجود ہیں جو یقیناً منتظمین کے اخلاص کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائیں۔

دوسری بات آپ کی خدمت میں یہ عرض کرتا ہوں کہ ہمارے اس دور کا المیہ یہ ہے کہ امت مسلمہ کا وہ طبقہ کہ جس طبقے میں قوت عمل موجود ہے وہ طبقہ علماء سے کٹ چکا ہے، اور علماء کرام اس طبقے سے کٹ چکے ہیں۔

میں ادب کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ موجودہ عصر میں، اس زمانے میں عام طور پر علماء نے اس پر اکتفاء کیا کہ دینی مدارس میں درس وتدریس کا سلسلہ جاری کیا جائے، اس سے آگے بڑھکر اگر کچھ کیا تو امامت یا خطابت۔

لیکن آپ جانتے ہیں کہ یہ ہماری خدمت کے محدود دائرے ہیں، دینی مدارس میں آپ پڑھاتے ہیں، چترال اور گلگت سے لے کر کراچی کے ساحل تک دینی مدارس کے طلبہ کا شمار کیا جائے تو آپ کے ساتھ ایک لاکھ طالب علم آئیں گے اور اگر آپ کے پاس آبادی کے تناسب سے ایک فیصد بھی طلبہ ہوتے تو ان کی تعداد بارہ لاکھ ہونی چاہیے تھی۔ لیکن کیا یہ حقیقت نہیں کہ ہم اس تعداد پر اکتفاء کئے ہوئے ہیں اور اپنی خدمات کا دائرہ کار ہم نے اس حد تک محدود رکھا ہے۔

ہماری خدمت کا دوسرا دائرہ مساجد ہیں۔ لیکن آپ مجھے معاف فرمائیں کہ مساجد میں آپ کے پاس یا تو وہ بچے آتے ہیں جو کچھ سمجھنے کے قابل نہیں ہوتے اور جب کچھ سمجھنے کے قابل ہو جاتے ہیں تو پھر وہ موجودہ دور کی قتل گاہوں میں منتقل ہو جاتے ہیں، یا آپ کے پاس وہ بوڑھے آتے ہیں جو قوت عمل سے محروم ہو چکے ہوتے ہیں اور ہماری ساری صلاحیتیں ان بچوں پر اور

ان بوڑھوں پر صرف ہو جاتی ہیں۔ اور امت کا وہ طبقہ جس میں قوت عمل موجود ہے وہ ہم سے کٹا ہوا ہے اور ہم اس طبقے سے کٹے ہوئے ہیں اور کبھی یہ خواہش اور ولولہ پیدا نہیں ہوا کہ اس طبقے سے ہمارا رابطہ کس طریقے سے قائم ہو۔ یہ سوچنے کی بات ہے۔ اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ دنیا میں اسلامی انقلاب آئے یا کم از کم اس ملک میں جس ملک میں آپ رہتے ہیں ہم رہتے ہیں اس میں کچھ اسلام کا غلبہ ہو تو اس کیلئے ضروری ہے کہ اس طبقہ سے ہمارا تعلق قائم ہو جائے ہم اس طبقے کو متاثر کر سکیں جس طبقہ میں اٹھنے کی طاقت ہے اور قوت عمل موجود ہے اور اس کیلئے جلسے کی ضرورت نہیں سیاسی بیان کی ضرورت نہیں وہ ایک محنت ہے اور ایک جہد مسلسل ہے جس کا تقاضہ ہم سے وقت کر رہا ہے۔

یہ تو ایک درد دل کی بات تھی کہ جو آپ سے کہہ دی چونکہ علماء کا اجتماع ہے تو بقول امیر!

امیر جمع ہیں احباب درد دل کہہ لیں
پھر التفات دل دوستاں رہے نہ رہے

اس لئے یہ بات آپ کے سامنے عرض کر دی۔ اگرچہ موضوع سے غیر متعلق ہے لیکن اس پر سوچنے کی ضرورت ہے۔

اجتہاد کا لغوی معنی تحمل ''الجہد'' یعنی مشقت برداشت کرنا یا ''بذل الجہد'' یعنی نص سے حکم شرعی معلوم کرنے کیلئے اپنی مقدور بھر طاقت کو خرچ کرنا اور محنت کو اس حد تک پہنچانا کہ اس مسئلہ میں اس سے زیادہ محنت کرنا ممکن نہ ہو۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ!

''استفرغ لجهوده اى بذله كله فيه واستقصا''

چنانچہ امام شافعیؒ سے منقول ہے کہ مجتہد اس وقت تک کسی مسئلہ میں اعلم یالا اعلم نہیں کہتا جب تک کہ اپنی پوری طاقت صرف کر کے مسئلہ کی حقیقت تک نہ پہنچ جائے۔اور یا پوری وسعت کے باوجود کچھ ہاتھ نہ آئے اور عاجز نہ ہو۔

(الامام السیوطی فی کتابہ الرد علی من اخلد الی الارض ،صفحہ ۷۰،۸۵)

اسی معنی کو ظاہر کرنے کیلئے علماء نے اجتہاد کی تعریف میں مندرجہ ذیل الفاظ استعمال کئے ہیں۔۔۔۔۔

''بذل الوسع ،بذل المجهود،

استفراغ الوسع، استفراغ المجهود''

ان سب الفاظ کا مفہوم تقریباً ایک ہے اور وہ یہ ہے کہ مجتہد اپنی تمام اجتہادی صلاحیتوں کو صرف کر کے حکم اور شریعت کے مقصد کو معلوم کرے اور اس سلسلے میں کوئی کوتاہی نہ کرے۔

اجتہاد کی اصلاحی تعریف علامہ بہاریؒ نے یہ کی ہے کہ

''الاجتهاد بذل الطاقه من الفقيه

فى تحصيل حكم شرعى ظنى''

(البہاری فی کتابہ مسلم الثبوت مع شرحہ فواتح الرحموت صفحہ ۳۶۲،جلد ۲)

ابن ملکؒ نے ان الفاظ سے تعریف کی ہے

''بذل المجهود فى استخراج الاحكام من الادلة الشريعه''

(ابن ملک فی کتابہ شرح المنار صفحہ ۸۲۳)

امام زرکشیؒ فرماتے ہیں کہ۔۔۔۔۔

''الاجتهاد بذل الوسع لنيل حكم شرعى عملى بطريقه الا ستنباط''

(البحر المحیط صفحہ ۲۸۱،جلد ۳)

ملا خسروؒ الحنفی مرقاۃ الوصول میں لکھتے ہیں کہ

''هو استفراغ المجهود فى استنباط الحكم الشرعى الفرعى عن دليله''

(مرقاۃ الوصول ،صفحہ ۳۶۴ ۔جلد ۲)

اصول بزدوی کی شرح کشف الاسرار میں لکھا ہے۔کہ

''بذل الجهد فى استخراج الاحكام من شواهدها الدالة عليها بالنظر المودى اليها''

(صفحہ ۱۱۳۴،جلد ۲)

اس مقام پر چونکہ تعریف کی تحقیق مقصود نہیں ہے اسلئے ہم صرف تعریفات کے فوائد پر اکتفاء کرتے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔۔۔۔۔ کہ مجتہد حکم شرعی معلوم کرنے کے لئے اپنی پوری اجتہادی صلاحیتوں کو صرف کریں۔

۲۔۔۔۔۔ یہ کوشش (یعنی حکم شرعی تک پہنچنا) اس آدمی کی جانب سے ہو جس میں اس کی صلاحیت موجود ہو۔اسکی تعبیر علامہ بہاریؒ کی تعریف میں لفظ

فقیہ سے کی گئی ہے۔

۳...... یہ کوشش حکم شرعی معلوم کرنے کے لئے ہوتو وہ اصطلاحی یا شرعی اجتہاد کہلائے گا۔

۴...... استخراج حکم ادلہ شرعیہ سے ہو جسکی تصریح ابن ملکؒ کی تعریف میں من الادلة الشرعیه کے لفظ سے کی گئی ہے۔

۵...... وہ حکم جس کا استخراج مقصود ہے وہ ظنی ہو کما فی تعریف البهاری۔

۶...... وہ حکم جس کا استخراج مقصود ہے وہ فرعی ہو کما فی تعریف ملاخسرو۔

۷...... حکم کا استخراج ایسے شواہد سے ہو جو اس پر دلالت کرتے ہوں جیسے کہ کشف الاسرار کی تعریف میں اس کی صراحت ہے۔

۸...... اس طرح یہ ضروری ہے کہ وہ پیش آمدہ نازلہ کہ جس میں اجتہاد مقصود ہے وہ منصوص نہ ہو اور کوئی صریح نص کتاب وسنت سے یا اجماع سے اس کے حکم کی وضاحت کے لئے موجود نہ ہو جیسے کہ امام ابن تیمیہؒ نے فرمایا ہے کہ! مسائل کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) قطعی......

(۲) مجتہد فیہا......

مجتہد فیہا وہی مسائل ہیں کہ جس میں دلیل قطعی موجود نہ ہو۔

(المسودہ فی اصول الفقہ لابن تیمیہ صفحہ ۴۹۶)

اجتہاد کا مفہوم بہت جامع اور وسیع ہے اور مندرجہ ذیل تمام صورتیں اس میں شامل ہیں۔

۱...... ان احکام میں اجتہاد جن میں فقہاء پہلے غور وفکر کر چکے ہیں۔

۲...... ان احکام ومسائل میں اجتہاد جو پہلے سے موجود نہ ہوں بلکہ حالات اور تقاضے کے مطابق اب ان کی ضرورت پیش آرہی ہو۔

۳...... ایسا اجتہاد کہ جو پہلے فقہاء کی رائے کے مطابق ہو۔

۴...... وہ اجتہاد کہ بنیاد میں اتفاق کے باوجود مختلف اسباب ووجوہات اور تقاضا عصری کی بناء پر رائیں مختلف ہوگئیں ہوں۔

۵...... اجتہاد انفرادی نہ ہو بلکہ شورائی طرز کا ہو کہ آپس میں ایک دوسرے کی اعانت ومدد سے کسی نتیجہ پر پہنچا گیا ہو۔

۶...... اجتہاد تو انفرادی ہو لیکن اس میں قلبی طمانیت حاصل ہوگئی ہو۔

۷...... اجتہاد موقع ومحل کی تعیین کے لئے ہو۔

۸...... وہ اجتہاد کہ جو حکم شرعی کے فوت شدہ مقصد کو واپس لانے کی غرض سے حکم کا نیا قالب تیار کرنے کیلئے ہو کہ حالات کی تبدیلی کی بناء پر اصل حکم میں مشقت ودشواری پیش آرہی ہے یا مضرت کا یقین ہے تو سہولت پیدا کرنے یا دفع مضرت کے لئے اجتہاد ہو۔

غرض یہ کہ اجتہاد کے وسیع دائرہ میں وہ تمام ناگزیر صورتیں اور ضرورتیں داخل ہیں جن میں احکام کے ذریعہ الٰہی حکمت یعنی جائز منافع کا حصول اور مضرت دفعیہ مقصود ہو اور مختلف احوال واسباب کی بناء پر اس میں

رکاوٹ پیش آرہی ہو۔

اب وہ جامع فقہی مجلس جس کے طریقہ کار اور ہیئت کے متعلق ہم کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں سب سے پہلے یہ متعین کرنا ضروری ہے کہ اس مجلس کے اہداف ومقاصد کیا ہوں گے؟

ظاہر ہے کہ یہی کہا جائیگا کہ اس وقت امت مسلمہ کو جو مختلف معاشی، اقتصادی، معاشرتی اور سیاسی مشکلات درپیش ہیں یہ مجلس ان مشکلات کا شرعی اور موجودہ دور میں قابل عمل شرعی حل پیش کرے گی۔ یہ بات ملحوظ رہنی چاہئے کہ موجودہ دور جو مشینی یا کمپیوٹر دور کہلاتا ہے اس میں شبہ نہیں ہے کہ اس دور میں انسان کی زندگی بھی مشین ہی کی طرح اس طرز پر گزرتی ہے۔

اس بناء پر یہ کمیٹی جو شرعی حل پیش کریں اس میں مندرجہ ذیل باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری یا مناسب ہوگا۔

۱.....حل ایسا ہو کہ وہ موجودہ دور میں قابل عمل بھی ہو۔ ہمیں صرف قرآن وحدیث یا فقہ سے کسی مسئلے کا حکم پیش کرنے پر اکتفاء نہیں کرنا چاہئے بلکہ یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ یہ حل موجودہ دور میں قابل عمل بھی ہے کہ نہیں، کیونکہ عالم اسلام کے مالیاتی، معاشی اور اقتصادی مسائل اس وقت مغربی دنیا سے متعلق ہیں اور ظاہر ہے کہ وہ ہمارے مذہبی احکام اور جائز وناجائز کے پیش نظر اپنے قوانین تجارت تو بدلنے سے رہے خصوصاً جبکہ اس وقت مالیاتی منابع پر امریکہ اور یورپ کے پردے میں یہودی مسلط ہیں اور وہ حالات کو اپنے پروٹوکول کے مطابق اس نہج پر لے جانا چاہتے

ہیں۔ آہستہ آہستہ غیر محسوس طریقے سے پوری دنیا یا اس کے اکثر حصہ پر ان کا حاکمانہ تسلط بھی قائم ہو جائیگا ان کی نظر میں اس سلسلے میں سب سے بڑی رکاوٹ اسلام اور وہ مسلمان ہیں جو کہ انقلاب اسلامی کی تمنا دلوں میں رکھتے ہیں اور اسلام کی حاکمیت کے لئے کوشاں ہیں تو اس حقیقت کے پیش نظر وہ اقتصادی ومعاشی مسائل میں اسلامی احکام کی رعایت کیا کریں گے؟ بلکہ ان کی کوشش تو یہ ہوگی کہ ایسے طور طریقے اختیار کئے جائیں کہ اسلامی احکام ناقابل عمل نظر آئے تاکہ اس ذریعے سے وہ مسلمان نوجوانوں کو بھی اسلام سے برگشتہ کرسکیں اس لئے ہمیں اس سازش کو ناکام بنانے کے لئے اس نہج پر سوچنا ہوگا کہ ہم اگر موجودہ دور کے معاشی واقتصادی مالیاتی وتجارتی مسائل کا کوئی حل دنیا کے سامنے پیش کرنا چاہئے تو وہ قابل عمل بھی ہوتا ہے کہ یورپ کو یہ موقع نہ ملے کہ وہ کہے کہ یہ حکم تو اس وقت قابل عمل ہی نہیں ہے۔

۲.....یہ کہ وہ حل ایسا ہو کہ اس پر جلدی عمل کرنا ممکن ہو وہ اس قدر سست رفتار نہ ہو کہ اپنی سست رفتاری کی وجہ سے ناقابل عمل نظر آئے۔ کیونکہ یہ سریع الحرکت دور ہے اور ہر آدمی منافع کے دوڑ میں مصروف ہے وہ تھوڑے سے وقت میں زیادہ منافع حاصل کرنا چاہتا ہے اس فارمولے کے مطابق اگر ناجائز طریقہ اور ذریعہ سریع الحرکت ہو تو وہ اس کو اختیار کرے گا۔

۳.....وہ حل اگر ممکن ہو تو یورپی اور مغربی قوانین کے مقابلے میں زیادہ محفوظ

اور منافع بخش ہوتا کہ لوگ اس کی طرف راغب ہونے پر اپنے آپ کو مجبور پائے۔ ہمارا دعویٰ بھی تو یہی ہے کہ مختلف مشکلات زندگی کا جو حل اسلام پیش کرتا ہے وہ سب سے بہتر ہے۔ لہٰذا اس اسلامی حل کی افادیت بھی ہمیں ثابت کرنی ہوگی۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم موجودہ دور کے اقتصادی، معاشی، مالیاتی، معاشرتی اور سیاسی مشکلات و احکام سے خود واقف ہوں مثلاً اس وقت موجودہ دور میں بین الاقوامی تجارت کے اصول وضوابط کیا ہیں؟

اس میں کتنے ضوابط وقوانین اسلامی احکام کے مطابق ہیں چاہے وہ کسی ایک فقہی مسلک کے مطابق جائز ثابت ہوتے ہوں اور کون سے قواعد اسلامی احکام کے مطابق نہیں ہیں؟

اس کے بعد پھر دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ ان قوانین وضوابط کے متبادل اسلامی احکام کیا ہیں؟

جو ان سے بہتر بھی ہو اور قابل عمل بھی ہو۔ لہٰذا بندہ کے خیال میں اگر یہ مجلس اس نہج کے مطابق کام کرے اور ارکان مجلس ایسے حضرات ہوں جو مستند و متدین علماء ہوں۔

یہاں اس کی وضاحت ضروری ہے کہ آج کل ہمارے دینی و دنیوی تعلیم کا جو معیار ہے اس سے ہم سب واقف ہیں اس لئے مجلس کے انتخاب میں صرف فاضل ہونا کافی نہیں ہے اور نہ ہی کسی ادارے کا مہتمم و ذمہ دار ہونا کافی ہے بلکہ ضروری ہے کہ ایسے خدا ترس علماء کا انتخاب کیا جائے جو مندرجہ

ذیل صفات کے حامل ہوں۔

۱.....مستند علماء ہوں جو احادیث و آثار مصطلح الحدیث، فقہ و اصول فقہ، تفسیر و اصول تفسیر اور دیگر علوم الہیہ میں کامل دسترس رکھتے ہوں۔ کہ عرض کیا اس میں سیاسی ناموری یا کسی کی اداری ذمہ داریوں کو نہ دیکھا جائے اور اس کو معیار انتخاب نہ بنایا جائے۔ بلکہ واقعی صلاحیتوں کو دیکھا جائے۔

۲.....وہ علماء ایسے ہوں کہ فقہ و افتاء تحقیق و تدقیق یا اس موضوع پر صاحب تصنیف و تالیف ہوں یا کم از کم فقہ کی درس و تدریس اور افتاء وغیرہ سے تعلق ہو اور اس کا معتد بہ تجربہ بھی ہو۔

۳.....ذاتی اوصاف و صفات کے اعتبار سے نیک صورت و سیرت ہو۔

۴.....وہ علوم عصریہ اور ضروریات عصریہ اور بین الاقوامی حالات و قوانین سے بھی بقدر ضرورت واقف ہو اور اس وقت مسلمان جن مشکلات میں گرفتار ہیں ان سے واقف ہونا بھی ضروری ہے۔

اس مجلس کیلئے بندہ کے خیال میں یہ ضروری ہے کہ یہ کم از کم تین مراحل پر مشتمل ہو۔ اگر ممکن اور قابل عمل ہو تو چاروں صوبوں میں نوجوان علماء پر مشتمل چار مجلس قائم کئے جائیں اس کے بعد ایک مجلس پورے ملک کی سطح پر بزرگ اور جہاندیدہ اور مضبوط علم کے مالک علماء پر مشتمل ہو۔ اور اس کے اجلاسوں میں صوبائی مجالس کے علماء کو بھی بلایا جائے اس طرح نئے علماء کی تربیت کا بھی ایک نظام قائم ہو جائے گا۔

تیسرا مرحلہ بین الاقوامی سطح کی مجلس کا ہے۔ کہ اس میں مختلف ممالک

کے علماء کو نمائندگی دی جائے جو مذکورہ بالا صفات کے حامل ہوں اور آزاد خیال وتجدد پسند اور تہذیب یورپ سے مرعوب چھپے ہوئے نجار نہ ہوں۔

ابتدائی وقت میں تو مشکل ہوگا لیکن آگے چل کر حالات مناسب ہو جائیں تو ان علماء کو تحقیق وتدقیق کے مناسب مواقع اور سہولیات وآلات بھی فراہم کئے جائیں۔

''اب ہم اس طرف آتے ہیں کہ یہ مجلس کس قسم کے مسائل پر کام کریں۔''

۱.....وہ مسائل جو منصوص ہیں ان میں قطع وبرید نہ کیا جائے اور اگر طریقہ عمل بھی شرعاً متعین ہے تو اس میں قیل وقال کی گنجائش نہیں ہے البتہ اگر ان کا طریقہ عمل مشکل ہوگیا ہے تو پھر قابل عمل اور جائز طریقہ عمل کے مطابق سوچا جائے۔

۲.....وہ مسائل کے جن کے متعلق ائمہ مجتہدین کے ہاں فقہی احکام موجود ہوں لیکن اس وقت وہ قابل عمل نہ ہوں اور وہ اجتہادی مسائل ہوں تو پھر ان کو قابل عمل بنانے کے طریقوں پر سوچنا چاہئے۔ وہ مسائل جو نئے پیش آمدہ ہیں ان کا حل اس طرح ڈھونڈا جائے کہ اگر مسالک اربعہ میں اسکا حل موجود ہے تو اسی کو لینا چاہئے اور نئے مستقل اجتہاد سے گریز کرنا چاہئے۔

۳.....اگر ایسا کوئی مسئلہ پیش آجائے کہ اسکا حل مسالک اربعہ میں موجود نہیں ہے یا ہماری کوتاہ نظری سے ہمیں معلوم نہ ہو تو پھر فقہی مجلس کے

مختلف مراحل سے اس کو گزار کر اجتماعی اور شورائی اجتہاد کے طریقے پر اس کا آسان اور قابل عمل حل پیش کیا جائے۔

۴.....ان مجالس میں علماء راسخین کے ساتھ ساتھ مختلف علوم وفنون کے عصری ماہرین کو بھی بطور مشیر وماہر رکھا جائے تاکہ مسئلہ مبحوث عنہا کے متعلق عصری معلومات فراہم کی جاسکیں۔

البتہ شرعی احکام کے استنباط واستخراج میں ان کا دخل نہ ہو وہ صرف علماء کرام کریں۔

۵.....ان مجالس میں ہر مسئلہ بھی پیش نہ ہو بلکہ اسکے لئے مستقل کمیٹی ہو جو یہ دیکھے کہ کون کون سے مسائل ایسے ہیں جن کا ان مجالس میں زیر بحث لایا جانا مناسب ہے۔ خصوصاً فرقہ وارانہ مسائل سے اجتناب کیا جائے کہ یہ امت پہلے سے کافی زخمی اور زخموں سے چور ہے مزید اختلاف ودھڑہ بندی کا دروازہ نہ کھولا جائے۔

۶.....زیر بحث مسئلہ متفقہ صورت میں عوام کے سامنے تب پیش کیا جائے جب ان مختلف مجالس کے ۲/۳ حصہ علماء اس پر متفق ہو جائیں۔

۷.....مسئلہ مبحوث عنہا پر بحث ونظر اور تحقیق وتدقیق کیلئے کافی وقت دیا جائے تاکہ اراکین مجلس اس مسئلے کے متعلق پوری تحقیق اور غور وخوض کرسکیں۔

''وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین''